ناشر

مجلس علماء اسلام بنگال

۳ نمبر ولی اللہ لین (جامع مسجد)، کولکاتا۔۱۶

Majlis-e-Ulama-e-Islam Bengal

3, Waliullah Lane, Kolkata - 700016

Mob. No.: 9231506317, 9339899953, 9433261379,
9874278692, 9831631196

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرید شعیب الاولیاء،فرزند نقیب الاولیاء

ممتاز العلماء

علامہ محمد قاسم علوی

شخص و عکس

مرتب

مولانا محمد شاہد القادری

﴿معاون سکریٹری جنرل مجلس علما اسلام بنگال﴾

ناشر

مجلس علما اسلام بنگال

صدر دفتر:۳۰؍جامع مسجد ولی اللہ لین،کلکتہ:۱۶

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نام کتاب: علامہ محمد قاسم علوی........شخص و عکس

مرتب: مولانا محمد شاہد القادری

تصحیح کتاب: مفتی رفیق الاسلام رضوی مصباحی (مٹیابرج)

اشاعت: ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء

ضخامت: ۱۷۶؍صفحات

ناشر: مجلس علماء اسلام بنگال

پتہ: صدر دفتر: جامع مسجد ولی اللہ لین،کلکتہ:۱۶

ملنے کا پتہ: دارالعلوم رضائے مصطفیٰ،مٹیابرج،کلکتہ:۲۴

رضا اکیڈمی کولکاتا،داسوبگان،کمرہٹی،کولکاتا:۵۸

التماس:

☆ آپ مجلس علما اسلام بنگال کا ہمقدم اور ہمدم بنیں مجلس آپ کو ایک تابندہ پلیٹ فارم دے گی۔

☆ آئمہ،علماء اور مشائخ مجلس کا خود بھی ممبر بنیں اور دوسروں کی توجہ اس کی طرف کرائیں۔

☆ آپ مجلس کے اغراض و مقاصد کی خوب خوب تشہیر کریں۔

نوشاد کمپوزنگ سینٹر

152/A آر۔ کربلا لین کولکاتا۔۲۴

Near : Tajia Talab (Mob:9330609538)

فہرست مضامین

شرف انتساب

جماعت اہلسنت کے ان چاروں سلاطین کے نام جن کی نگاہ ولایت نے لاتعداد گمراہوں کو رشد و ہدایت کی منزلیں عطا کیں۔

☆ حضور مفتی اعظم ہند علامہ مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری محدث بریلوی علیہ الرحمہ (بریلی شریف)

☆ حضور مجاہد ملت علامہ مفتی شاہ حبیب الرحمٰن قادری رضوی حامدی محدث اڑیسہ علیہ الرحمہ (دھام نگر شریف)

☆ حضور شعیب الاولیا علامہ صوفی شاہ یار علی علوی چشتی نظامی قطب براؤن شریف (بستی، یوپی)

☆ حضور نقیب الاولیا علامہ صوفی شاہ رحمت علی علوی چشتی نظامی المعروف بہ "ماسٹر بابا" (ٹمیا برج، کلکتہ)

عقیدت کیش!

﴿مولانا﴾ محمد شاهد القادری

کلکتہ

نذر عقیدت

مجلس علما اسلام بنگال کے ان خلد آشیاں رہنماؤں کے نام جن کے دم قدم سے بنگال میں گلستان اہلسنت کی آبیاری کی گئی۔

☆ حضرت قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
☆ حضرت مفتی اعظم بنگال علامہ مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ
☆ حضرت علامہ مولانا محمد انیس القادری سلطانپوری علیہ الرحمہ
☆ حضرت علامہ مولانا عزیز اللہ مظہری مظفر پوری علیہ الرحمہ
☆ حضرت علامہ قاری فرحت حسین زبیری بھاگلپوری علیہ الرحمہ
☆ حضرت علامہ مفتی ابوالکلام رضوی مصباحی علیہ الرحمہ
☆ حضرت علامہ مولانا قمر الدین نعیمی برنپوری علیہ الرحمہ
☆ حضرت حافظ و قاری کلیم الدین نقشبندی علیہ الرحمہ
☆ حضرت صوفی عبدالرحمٰن قادری رضوی بلیاوی علیہ الرحمہ
☆ جناب الحاج عبدالستار رضوی مرحوم (کلنگا)
☆ جناب الحاج محمد زبیر الزماں قادری برکاتی مرحوم (ولی اللہ لین)
☆ جناب الحاج ابوالکلام قادری مرحوم "منا بھائی" (زکریا اسٹریٹ)

نیازمند!

محمد شاهد القادری

نعت شریف

(سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ)

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم دان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
میرے مولیٰ مرے آقا ترے قربان گیا

آہ وہ آنکھ کہ نا کام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پر ارمان گیا

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

جان و دل ہوش وخرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

مدحیہ اشعار

پاسبان مذہب اسلام اے قاسم میاں — تیرے جانے سے مچا کہرام اے قاسم میاں
تو نے بخشا اہل کلکتہ کو جینے کا مزاج — کیسے بھولیں تیری صبح وشام اے قاسم میاں
وہ جلوس بارہویں کی قائدانہ ساعتیں — دے گئیں تم کو بہت انعام اے قاسم میاں
مجلس اسلام کو کچھ ایسا مستحکم کیا — ہر جگہ باطل ہوا نا کام اے قاسم میاں
مسلک احمد رضا کا تم نے لہرایا علم — غوث وخواجہ کا پلایا جام اے قاسم میاں
قوم کو دے کر رضائے مصطفیٰ دینی قلعہ — کردیا ملت کا اونچا نام اے قاسم میاں
اہلسنت کا سبھی علماء ائمہ اور عوام — دل میں رکھتے ہیں بہت اکرام اے قاسم میاں
بدعقیدوں کی کلائی توڑنے کے واسطے — شاہد ومختار ہیں ہر گام اے قاسم میاں
راشد او علیمی اہلسنت کا مشن — روز وشب کرتے رہیں گے عام اے قاسم میاں
قوم کے نباض تھے جاوید بولے بر ملا — قائل تقلید تھے احکام اے قاسم میاں
اہل دنیا کی نگاہوں سے ہوئے اوجھل تو کیا — زندہ تو ہے زندہ تیرا کام اے قاسم میاں
ابر رحمت تیری تربت پر رہے سایہ فگن — تو کرے فردوس میں آرام اے قاسم میاں
مجلس اسلام کے ارکان آسی کہہ اٹھے — آگے لے کے جائیں گے پیغام اے قاسم میاں

﴿مولانا غلام آسی رضوی....نائب صدر مجلس علماء اسلام بنگال﴾

☆☆☆

قائد اہلسنت کا سانحۂ ارتحال

ہو گئے رخصت امیر کارواں — سمت منزل کون لے جائیں ہمیں
سر بلندی کا سبق درس وفا — بے ریا اب کون سکھلائے ہمیں
بجھ گئی جہد مسلسل کی شمع — روشنی کو کون سمجھائے ہمیں
سوگئے آرام سے زیر کفن — درد و غم سے کون بہلائے ہمیں
مسلک احمد رضا حق ہے جمیل — حق کی باتیں کون بتلائے ہمیں

(مولانا محمد جمیل الرحمٰن رضوی، ممبر مجلس مشاورت، مجلس علما اسلام بنگال)

☆☆☆

قطعہ

نام لیوا ہیں سب ہی اخلاق اور کردار کے
مصطفیٰ کے دین کے سچے علم بردار کے
چلتے پھرتے مسکراتے چل دیے قاسم میاں
چھوڑ کر سب کو حوالے سید ابرار کے

(مولانا جاوید اختر رضوی، ناظم مالیات مجلس علماء اسلام بنگال)

☆☆☆

گفتنی

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم!

امابعد!

صبح ہوتی ہے، شام ڈھلتی ہے، رات آتی ہے، ہم نئے نئے پیغامات سے روزانہ روشناس ہوتے رہتے ہیں، کبھی خوشخبری ملتی ہے تو ہم کیف وسرور میں آجاتے ہیں، کبھی باد سموم کی آہٹیں سنتے ہیں تو ہمارا دل دہل جاتا ہے، کبھی طعن وتشنیع کی بارشیں ہوتی ہیں تو شکستہ قلب ہوجاتے ہیں، کبھی ہوش ربا خبریں سنتے ہیں تو ہمارا وجود کھوتا ہوا نظر آتا ہے، کبھی اپنوں سے بچھڑنے کی دردناک آواز کانوں سے ٹکراتی ہے تو مستقبل تاریک نظر آنے لگتا ہے۔

۲۶/دسمبر ۲۰۱۶ء دوشنبہ کا دن ہے، صبح نے انگڑائی لی، زمانے پر سورج کی شعاعیں چھا گئیں، ابن آدم اپنی مصروفیات میں لگ گئے، دن ڈھلنے گا، آفتاب اپنے مرکز میں روپوش ہونے ہی والا تھا کہ ایک اندوہناک خبر سماعت سے ٹکراتی ہے، اب وہ ہمارے درمیان نہ رہے، ہمارے قائد ہمیشہ کے لئے ہمیں داغ مفارقت دے گئے، ہاں! ہاں!! ممتاز العلما علامہ محمد قاسم علوی نے خلد بریں کے لئے رخت سفر باندھ لیا ہے۔ لگ رہا تھا کوئی کانوں میں پگھلے ہوئے شیشے انڈیل رہا ہے، آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا رہی ہے، دل ان باتوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، لیکن مشیت ایزدی کے سامنے سرخم ہے، اور اس تلخ حقیقت سے چشم پوشی ناروا ہے، ذہن ودماغ نے اس سچائی کو قبول کرلیا۔

پورے شہر کلکتہ میں یہ خبر آگ کی چنگاری کی طرح پھیل گئی، علاقہ مٹیا برج غم کے ماحول میں ڈوب گیا، دکانیں بند ہوگئیں، دوسرے دن بعد نماز عشاء لاکھوں کی تعداد میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور اپنے حجرے میں ہی سپرد خاک کئے گئے۔

ماضی کی داستان آنکھوں کے سامنے آگئی، زمانہ قریب کی بات ہے، اذان کے

مسئلہ پر بنگال کے سابق وزیر اعلیٰ جیوتی باسو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جب رائٹرس بلڈنگ میں مختلف مکتب فکر کے علما کی موجودگی میں مذہب اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے شیر اسلام نے کہا تھا "جناب سی، ایم صاحب اگر اذان کی آواز سے پولیوشن بڑھتا ہے تو سب سے پہلے بنگال کے سڑکوں پر گاڑیوں کی آمدورفت پر سخت پابندی کا حکم آج ہی نافذ کریں، اس کے بعد ہی مائک سے اذان دینے پر کوئی گفت وشنید ہوگی" ہمارے قائد کی اس للکار پر سناٹا چھا گیا اور وزیر اعلیٰ بنگال نے یہ کہہ کر برخاست کردی کہ آئندہ اس موضوع پر گفتگو ہوگی۔ جو آج تک التوا میں ہے۔

چولیا مسجد کیلا بگان (کلکتہ) کا ہنگامہ خیز معاملہ، رمضان مقدس کا مہینہ، وقف بورڈ کی میٹنگ، اس میٹنگ میں دیوبندیوں کے سرخیل قائدین، وقف بورڈ چیئرمین جسٹس عبدالغنی اور بحیثیت تنہا سنی قائد ہمارا بوڑھا شیر، عالم ضعف میں اہلسنت کی ترجمانی اور موافقت میں جس قدر گفتگو کی، دیوبندی مولویوں کو دم مارنے کی مہلت نہ دی اور اہلسنت کا وفد آفس سے مسکراتا ہوا نکلا، باہر ہزاروں کی تعداد میں دیوبندی اہلسنت کے خلاف نعرہ لگارہے تھے اور اپنے مولویوں پر ہفوات کی بارش کررہے تھے۔

سینکڑوں ایسے واقعات ہیں کہ حکومت کے ایوانوں سے لے کر مسلکی دھشت گردوں کے سازشی اڈوں تک اہلسنت کا ترجمان بن کر ہمیشہ غالب رہے اور کسی طاقت، سیاسی اثرات اور زمانے کی چیخ وپکار کے سامنے مرعوب نہ ہوئے۔

آج جماعت اہلسنت بنگال اپنے ایک ایسے قائد کی قیادت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئی، جو اپنے دل میں قوم کا درد رکھتا تھا، مسلک اہلسنت کی ترجمانی میں بے باک تھا، اپنوں اور غیروں کی مشترکہ مسائل کی میٹنگوں میں مسلکی انفرادیت کے ساتھ گفتگو کرتا تھا، مستقبل شناس تھا، دور اندیش تھا، نباض وقت تھا، معاملہ فہم تھا، مدمقابل کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، ایسا قائد کہاں ڈھونڈے، کسے اپنا ترجمان بنائے، ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے، جماعت اہلسنت صرف انتشار کا شکار نہیں ہے بلکہ جنگ وجدال کے لئے آپس میں

درپے ہے، انارکی کا ماحول ہے، وہ اسٹیج جو کل تک ایوان باطل میں شگاف ڈالنے کے لئے ہم سجایا کرتے تھے آج اپنوں پر ستم ظریفیوں اور طعن وتشنیع کے تیر چلانے کے لئے استعمال کررہے ہیں، وہ خطباء اور واعظین جو کل تک صدائے توحید ورسالت اور رفعت اہلبیت، عظمت صحابہ، وقار آئمہ مجتہدین وصالحین کو موضوع گفتگو بناتے تھے اور آج وہ مشربی بوقلمونیوں اور بے جا تشدد کا گرما گرم ماحول پیدا کر کے امت مسلمہ میں انتشار پیدا کررہے ہیں۔

ضرورت ہے کہ ذی ہوش علما، مشائخ، اصحاب فکر وشعور سر جوڑ کر بیٹھیں اور سنجیدگی ومتانت کے ساتھ غور وفکر کریں اور اپنے قائد کے انتخاب کے لئے ایسا لائحہ عمل تیار کریں جس میں بعد وقرب کا دخل نہ ہو، بلکہ مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے ایسا قائد چنے جو وقت کی قربانی دے سکے، اسلام وسنیت کی سربلندی کے لئے کانٹوں کی راہوں پر چلنا سعادت مندی سمجھے اور مسلک وملت کے نام پر کبھی ضمیر کا سودا نہ کرے۔

مجلس علماء اسلام بنگال جس کے ایک دہائی سے زائد علامہ محمد قاسم علوی علیہ الرحمہ جنرل سکریٹری رہے اور اس منصب پر وقار پر رہتے ہوئے جس قدر ملی، مسلکی، سماجی، تعلیمی، قومی اور معاشرتی خدمات انجام دی ہے، اس کتاب کے اندرونی صفحات میں ملاحظہ کریں، مجلس اپنے اس رہنما کی خدمت میں بطور نذر عقیدت بنام "علامہ محمد قاسم علوی........ شخص وعکس" پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہی ہے۔

التماس: حضرت علامہ موصوف کی حیات ہی میں ان پر ایک ۴۰۰ رصفحات پر کتاب لانے کے لئے راقم نے احباب کی مدد سے جہد مسلسل کا آغاز کرہی دیا تھا، لیکن حضرت کی عمر نے وفا نہ کی، اس لئے عجلت کے ساتھ ہی فاتحہ چہلم کے موقع پر صرف ۱۶۷ رصفحات کو زیور طباعت سے آراستہ کرنے پر ہی اکتفا کیا گیا، اسی لئے بعض اصحاب قلم کے مضامین شامل اشاعت سے رہ جارہے ہیں، راقم معذرت خواں ہے، امید قوی ہے کہ پہلا عرس کے موقع پر بقیہ مضامین شامل اشاعت کر کے طباعتی مراحل سے گزار دیا جائے گا، ان شاء اللہ عمل پیہم جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ مجلس علما اسلام بنگال کے اس اشاعتی کام کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور حضرت علامہ مولانا محمد قاسم علوی صاحب علیہ الرحمہ کو خدمت علم دین کے صدقے میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)

طالب دعاءِ خیر

(مولانا) محمد شاہد القادری

معاون جنرل سکریٹری مجلس علما اسلام بنگال

☆☆☆

میرے تلمیذ رشید

علامہ صابر القادری محمد نسیم بستوی علیہ الرحمہ

فاضل گرامی حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب فیض آبادی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ ایک شعلہ بار خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صاحب طرز ادیب و قلم کار بھی ہیں، ....''انسانیت'' اور ''آواز'' وغیرہ کے نام سے آپ کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، جو اپنے نام کی مناسبت سے فکر انگیز مضامین پر مشتمل ہیں۔

عزیزی مولانا محمد قاسم علوی کی تازہ ترین تصنیف ''پکار'' ہے، جسے میں نے موصوف کی دلی خواہش کا احترام کرتے ہوئے شروع سے آخر تک پڑھا ہے، اس افسانوی انداز کی کتاب میں مصنف نے حالات حاضرہ اور موجودہ سیاسی و ملکی ماحول کی بھرپور عکاسی کرتے ہوئے ''تنویر'' کا جو جرأت مندانہ اور انسانیت نوازی کا بلند کردار پیش کیا ہے وہ قوم وملت کی اعلیٰ قدروں کی نمائندگی کر رہا ہے اور اس کا ایک ایک باب اتحاد و محبت اور حق وصداقت کی شمع فروزاں کی طرح ذہن وفکر کی تاریکیوں کو پرنور و تابناک بنا رہا ہے۔

مولانا محمد قاسم علوی صاحب کلکتہ کی سرزمین پر قیام کر کے قوم وملت کی جو مثالی اور تعمیری خدمات انجام دے رہے ہیں اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آپ ایک ہمدرد مبلغ، ہوش مند عالم دین، سراپا خلوص واعظ و خطیب اور سحر طرز ادیب و قلم کار ہیں، جن کی سوز و گداز سے بھری ہوئی تقریروں اور تحریروں کا نقش عارضی اور وقتی نہیں بلکہ تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل کر کے دائمی و جاودانی اختیار کر لے گا۔

آپ نے بنگال میں ''بزم رضائے مصطفیٰ'' قائم کر کے بارہ ربیع الاول شریف کے جلسہ وجلوس کا اتنا شاندار، پرشکوہ اور مثالی اہتمام کیا، جس کی بنگال ہی کیا ملک میں دور دور تک نظیر نہیں ملتی، بقول شاعر:-

ایں کارازتو آید و مرداں چنیں کنند

شاعر مشرق علامہ اقبال نے ''امیر کارواں'' کے جو اوصاف بیان کئے ہیں، اس کی جھلکیاں مولانا کی زندگی میں واضح رنگ وروپ میں دکھائی دیتی ہیں:

نگہہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر ''میر کارواں'' کے لئے

ایک نباض، دوراندیش، وقت شناس ادیب کی حیثیت سے بھی مولانا محمد قاسم علوی صاحب اہل علم اور ارباب ادب کی دنیا میں متعارف ہوتے جارہے ہیں اور ان کے طرز بیان اور انداز نگارش سے پوری پوری توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی حقیقت پسندانہ اور مجاہدانہ خطابت اور اصلاحی وتبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ہی ساتھ قوم وملت کو بہترین ادبی وتحریری سرمایہ بھی دیتے رہیں گے۔

مولانا موصوف نے اپنی جدید تصنیف ''پکار'' کے ذریعہ ملک وقوم کو جو خیال افروز پیغام دیا ہے وہ بلا شبہ عصر حاضر کا اہم تقاضہ ہے، اگر ہمارے ملک کے ناول نگار، افسانہ نویس اور شعراء حضرات اس رنگ کے تعمیری اور با مقصد ادبی شہہ پارے منظر عام پر لائیں تو معاشرہ میں پھیلی ہوئی بہت سے نفرت وحقارت کی گندگیوں اور تعصب کی تباہ کن اور حیا سوز پستیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ مجھے امید ہی نہیں یقین ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب علوی کی مایہ ناز کتاب ''پکار'' نہ صرف اہل علم وادب کے طبقہ سے خراج تحسین حاصل کرے گی بلکہ عوام میں مقبولیت کے ساتھ ساتھ انشاء اللہ رہنمائی کا کردار بھی ادا کرے گی۔

☆☆☆

مرد آہن علامہ محمد قاسم علوی

علامہ ڈاکٹر حسن رضا خاں...... پی، ایچ، ڈی (پٹنہ)

بزم ہستی میں ضروری ہے کوئی روح رواں موجۂ گل سے چراغاں ہے گزرگاہ خیال

مجاہد جلیل مرد آہن حضرت علامہ محمد قاسم علوی کے نزدیک خدا کا دین متین اور امت محمدی کا مفاد ہر شئے سے زیادہ عزیز ہے، جس فرد نے بھی مسلک حقہ کے مفاد کو نقصان پہنچانا چاہا، جس جماعت نے اپنی خباثت کا اظہار کیا، اس کے خلاف مرد آہن بن کر سینہ سپر ہوجاتے ہیں اور اپنی حکمت عملی سے دین متین کی سرفرازی اور مسلک کا وقار بحال کرفوری اقدام کرتے ہیں، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ اسلامی کاز اور مسلک اعلیحضرت کے تقاضے میں چار چاند لگاتے ہیں، بدعقیدوں کے فاسد خیالات اور ان کی چال کی اس ڈھنگ سے بیخ کنی کرتے ہیں کہ چند لمحوں میں گمرہی کے افکار کی تطہیر ہوجاتی ہے، اور نجد کے راستہ پر چلنے والے مسافر کو مدینہ کا مسافر بنادیتے ہیں، اب وہ سوئے حرم عشق رسول کا مظاہرہ کرتا ہوا۔ محبت کی ترنگ میں رواں دواں رہتا ہے۔

اس دھرتی پر ایک انقلاب ایسا بھی پیدا ہوا کہ جس میں اجتماعی، ملی اور وحدت افکار کا مظاہرہ ہوتا ہے اور عالم انسانیت ایک ہی درجہ میں سمٹی ہوئی ہوتی ہے، کونین کے مالک ومختار ﷺ نے عرفات کے میدان میں جو پیغام دنیائے انسانیت کے نام دیا ہے، اس پر عمل آج بھی ہورہا ہے، آقا ﷺ کا ہر جملہ ہمارے لئے راحت جان ہے، مگر یہ جملہ کہ عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں، فضیلت تو صرف **ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم** پر ہے، ہمارے یہاں معیار اعجاز دولت نہیں، خاندان نہیں ہے، پیشہ نہیں ہے، جغرافیہ نہیں ہے، بلکہ ہمارا اعجاز اسلام میں تقویٰ ہے، مگر اس مقدس انقلابی ذہنیت کو بروئے کار لانے کے لئے تعلیمی اور تربیتی ادارے کی ضرورت ہے، تعلیم ہی وہ کیمیا ہے جس کے ذریعہ تطہیر افکار اور تعمیر انسانیت ممکن ہے، اسلام اسم اعظم سے اگر دنیا کی تسخیر

ہوتی ہے تو دنیا امن کا گہوارہ اور سکون کا چمن بن جائے گا، اس لئے اسلام اخلاقی قدروں کا ایک حسین گلدستہ ہے، لیکن اس گلدستہ کو حسین بنانے کے لئے تعلیم و تربیت کا اہم رول ہوتا ہے، تعلیم معلومات کے خزانے کا نام ہے، مگر معلومات کے خزانے کو پا لینے کے بعد آدمی انسان نہیں بن جاتا ہے بلکہ اس کے صحیح استعمال سے آدمیت پیدا ہوتی ہے، اس لئے تعلیمی اور تربیتی ادارے کی ضرورت پڑتی ہے، جہاں قرینوں کو سمجھا جاتا ہے اور تخلیقی قوت پیدا کی جاتی ہے، تب اخلاقی اقدار حیات ظہور پذیر ہوتا ہے، تعلیم کے تین درجے ہیں پہلا درجہ معلومات کا اکٹھا کرنا، دوسرا حضور علیہ ﷺ کا ذکر کرنا، تیسرا اس جوہر سے شخصیت کی تعمیر کرنا، اس لئے یہ کہنا سو فیصد درست ہے اور اس تعلیم کا مقصد انسانیت کی قدروں کا حصول ہے، علامہ قاسم علوی صاحب نے اس چیز کو بہت ہی شدت کے ساتھ محسوس کیا اور اس مقدس فضا کو ہموار کرنے کے لئے انہوں نے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا، اس لئے کہ اس کے بغیر مقصد کا حصول بہت مشکل ہے، اور تربیت کا بھی اہم اہتمام کیا، تعلیم و تربیت کے میدان میں مولانا موصوف نے اپنے وقت کی اہم شخصیتوں میں ایک اہم انسان کا نام ہے جن کو معمار قوم و ملت کہنا بجا ہے، پوری ذہنی اور عملی کوششوں کے ساتھ ادارہ پروان چڑھ رہا ہے، اس کا لازمی خیمہ یہ ہے راست بازی، ایمانداری، رحم و کرم، رحمت و ہمدردی، صد فیصد لے کر وجود میں آگئے، اگر کسی تعلیم یافتہ شخص کے اندر یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی ہے تو اس کی ڈگری بیکار کیا جاتا ہے، اور اگر ان پڑھ شخص کے اندر یہ خصوصیت پائی جاتی ہے تو اس تعلیم یافتہ انسان سے بدر جہاں بہتر ہے، اب یقین کے اجالے میں یہ بات آگئی کہ اسلامی تعلیم کا پورا نظام اس کام کے لئے لگا ہوا ہے کہ اخلاقی شخصیت کی تعمیر ہو جائے، اور اس میں بھی کوئی شخص نہیں کہ کائنات ہستی میں سب سے قیمتی اثاثہ یہی حضرات ہیں۔

ہمارے کرم فرما علامہ قاسم علوی کا امتیازی فن ہے مستقل مزاجی، جو مولانا کی خمیر میں شامل ہے، اس لئے موصوف کی جتنی قدر کی جائے کم ہے، ملت اسلامیہ کے محسن کا م کا نام علامہ محمد قاسم علوی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

مولانا الحاج محمد قاسم علوی..........میری نظر میں

نثار احمد (سابق اسسٹنٹ کمشنر آف پولس)

مولانا الحاج محمد قاسم علوی سے میرے تعلقات تقریباً ۳۵رسال پرانی ہے، ۱۹۸۰ء کی بات ہے، جب مراد آباد یو پی میں ٹھیک عید کے دن مقامی عیدگاہ میں ایک ناپاک چوپائے کے داخل ہونے پر زبردست فرقہ وارانہ فساد برپا ہو گیا تھا، پورے ملک میں اس فساد کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، کیونکہ اس میں غیر مصدقہ رپورٹ کے مطابق تقریباً ۲۵۰۰رافراد مارے گئے تھے۔ فرقہ ورارانہ فضا کا اثر شہر نشاط پر بھی پڑا اور حکومت وقت نے بڑی مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے اندر اعتماد کی فضا بحال کرنے کے لئے انٹیلیجنس کو چوکنا کر دیا، میری پوسٹنگ اس وقت کلکتہ اسپیشل برانچ میں تھی، اور مجھے موزوں سمجھا گیا کہ میں اپنے سینئر آفیسروں کے ساتھ اکابرین ملت اور دانشوران قوم سے مل کر ان کے احساسات اور ارباب حکومت تک ان کے بے چینیوں کا ذکر کروں کہ کیا کیا مناسب تدابیر وں ہوں جس سے ملت کے اندر پھیلی بے چینیوں کا ازالہ کیا جا سکے، جس کے زخم مراد آباد کے لمبے فساد نے ان کے ذہنوں میں دے رکھا تھے۔ ایسے ہی حالت میں جب مٹیا برج کا ذکر آیا تو میری نظر مولانا الحاج محمد قاسم علوی صاحب قبلہ پر پڑی، جو اس وقت اپنے دوسرے رفقاء کے ساتھ گارڈن ریچ اور مٹیا برج کے حساس علاقے میں اپنے جذبات سے اپنی شناخت بنا چکے تھے، گارڈن ریچ اور مٹیا برج کا علاقہ ایک کثیر آبادی والا مسلم علاقہ ہے، جہاں کے عوام دینی، ثقافتی، علمی، ادبی اور سیاسی منظر نامے پر اپنی ایک مستند اور باشعور پہچان رکھتے ہیں، محنت کشوں کا علاقہ، سیاسی شعور کی بیداری رکھنے والا علاقہ، دینی حمیت اور مسلکی رواداری کا علاقہ، ادبی اور ثقافتی احساسات کی بے باک ترجمانی کرنے والا علاقہ، جس کی آبیاری مولانا الحاج محمد قاسم

علوی بھی دوسرے ذی شعور اور فکر و فن کی آبرو رکھنے والے افراد کے ساتھ شانہ بشانہ کر رہے تھے، میں نے ان سے ملاقات کی سبیل نکالی اور مشہور زمانہ لال مسجد پہنچ گیا، دیکھا کہ مولانا اپنے حجرے میں تشریف فرما ہیں، میں نے ملنے کی خواہش کی تو مجھے انتہائی شفقت اور احترام سے بلایا، چند منٹ ادھر ادھر کی گفتگو ہوئی، پھر میں نے اپنا مدعا ظاہر کیا کہ ان کے احساس کو جان سکوں اور اسے ارباب اقتدار تک من وعن پیش کر سکوں۔

شہر کلکتہ کے علاوہ گرد و نواح کے سارے علاقوں میں آمد سرکار ﷺ کی خوشی میں سارے جگہوں سے اسی آن بان اور شان سے جلوس نکلنے لگے۔یقیناً اس کا سہرا مولانا کے سر بندھتا ہے کہ انہوں نے فکر انگیز کوششوں سے سارے شہر کو ربیع الاول کی ۱۲ر تاریخ کا گرویدہ بنا دیا اور اب تو ایسا لگتا ہے یہ عید سعید ہے، اور حقیقت میں ہم اہل عقیدت کے لئے یہ ۱۲ر ربیع الاول عیدوں کی عید ہے۔

مولانا موصوف سے جڑی اتنی یادیں ہیں کہ میں لکھنا چاہوں تو قلم جواب دے دے، مگر چند ہی صفحہ قرطاس پر لانے کی سعی کی ہے، جب جب حالات نے غلط سمت انگڑائی لی جیسے ڈی سی پورٹ مہتہ کا قتل ہو یا بابری مسجد کی شہادت مولانا کا پائے استقلال میں کبھی بھی ارتعاش نہیں پیدا نہیں ہوا۔

۲۰۱۲ء کی ۳۱ر جنوری میں اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہو رہا تھا، اس وقت اے سی پورٹ تھا، میرے رخصت کی تیاری میرے دفتر میں ہو رہی تھی، شام کے ۴ر بجے ہمارے ڈی سی عالی جناب محبوب الرحمٰن صاحب IPS اور تمام افسران کانفرنس روم میں جمع تھے، اچانک دیکھا کہ مولانا وارد ہوئے، مجھ سے ملتے ہی بے ساختہ بول اٹھے کیا بھائی اس طرح کوئی رخصت بھی ہوتا ہے، مجھے نہیں بلایا، کیسے جاؤ گے، میں نے D.C صاحب سے جب یہ بات کہی تو انہوں نے کہا کہ مولانا صاحب بھی کانفرنس روم میں رہیں گے، آپ انہیں بلائیں، مولانا صاحب تشریف لائے، مجھ سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا، اور کچھ تحفے بھی مجھے دیئے، یہ وہ واقعہ ہے جسے یقیناً بھلایا نہیں جا سکتا، میں ان کا ممنون

ومشکور ہوں، اگر چہ وہ آج ہمارے درمیان نہیں، مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ:۔

اپنوں کے لئے رکھتے ہیں جو پیار کا جذبہ، وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

اور اس شعر پر اس دعاء کے ساتھ ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے طفیل مولانا محمد قاسم علوی صاحب کو جنت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

آدمیت کی جان لگتا ہے
یہ بشر آسمان لگتا ہے

☆☆☆

مولانا محمد قاسم علوی........ایک مخلص اور بے ریا قائد

پروفیسر شاہد اختر حبیبی (سابق پروفیسر محسن کالج ،ہگلی ،مغربی بنگال)

گزشتہ صدی میں ستر کی دہائی مغربی بنگال کی تحریک اہلسنت کے لئے اس اعتبار سے بہت اہم رہی کہ اس کے نصف اول میں مولانا انیس القادری اور نصف آخر میں مولانا محمد قاسم علوی نے اس سرزمین کو اپنی سرگرمی عمل کی جولان گاہ بنایا جبکہ مولانا عزیز اللہ مظہری علیہ الرحمہ کی معاشرتی اور دینی خدمات نے کمرہٹی کو ایک مظبوط قلعے میں تبدیل کرنے کا عمل تقریباً اسی دہائی میں مکمل فرمایا تھا اور شہزادۂ صدر الشریعہ مفتی اعظم بنگال حضرت علامہ مفتی الشاہ ثناء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات کا کیا کہنا جنہوں اپنی علمی لیاقت اور فکری جولانیت سے بنگال کی خشک زمین کو سرسبز و شاداب کیا اور صدر الشریعہ کے علمی فیضان سے اس ریاست کو مشکبار کیا۔

۱۹۷۴ء میں مولانا انیس القادری نے تیلنی پاڑہ جامع مسجد میں امامت کا منصب سنبھالا ، میں مولانا آزاد کالج کلکتہ میں بی ،اے آنرز کی تکمیل میں لگا ہوا تھا ،روزانہ صبح ۹ ربجے کلکتہ کے لئے روانہ ہوتا اور شام ۶ ربجے دن بھر کی تکان اور لوکل ٹرین میں مسافروں کے دھکے کھا کھا کر جب گھر پہنچتا تو کسی کام کے لئے وقت نکالنے کی ہمت ہی نہیں رہتی سوائے اصلاح المسلمین لائبریری میں رسائل یا کتب کی ورق گردانی کے ، وہیں کتابوں کے شوقین دو علما حضرات سے علیک سلیک ہوتی ،ایک تو مولانا محمد انیس القادری ، دوسرے ان کے دوست مدرسہ عربیہ قریشیہ کے مدرس اور عربی و فارسی کے مستند عالم مولانا محمد قطب الدین بیگ ،ان دونوں کو مجھ سے یہ شکایت رہتی تھی کہ کم از کم چھٹی کے دن ان سے تفصیلی ملاقات کے لئے کیوں نہیں آتا ،ایک دن میں نے وعدہ کرلیا ،پہنچا تھوڑی دیر گپ شپ کی اور ایسا اسیر ہوا کہ عام دنوں میں بھی بڑی مسجد کے حجرے میں حاضری فکس ہوگئی ،مولانا انیس القادری میرے اچھے دوست بن گئے ، ۱۹۷۷ء میں جب میں کلکتہ

یونیورسٹی میں ایم ،اے فائنل ایر کا طالبعلم تھا ، انجمن اصلاح المسلمین کا سکریٹری بنادیا گیا اس زمانے میں (۱۹۵۶ء تا ۱۹۸۶ء) بڑی مسجد کمیٹی کا انتظام و انصرام انجمن کے ذمہ تھا ،ہماری قربت کا ایک نیا دروازہ کھل گیا ، میں نے انجمن کی سلور جبلی دو روزہ تقریبات کا اہتمام کیا ، مجلّہ بھی نکالا ،مولانا نے بساط بھر تقریبات کے انعقاد میں میری مدد بھی کی اور مجلّہ کے لئے ایک مضمون بھی لکھا ، مضمون پڑھ کر میں نے مولانا انیس صاحب سے گزارش بھی کی کہ وہ سنجیدگی سے تحریر کے میدان میں اپنے قدم جمائیں مگر ان کے جیسے یار باش اور مجلسی آدمی کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ تحریر کے لئے پر سکون وقت نکال سکیں ، بہر حال ۱۹۷۸ء کے اواخر میں رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تشریف آوری ہوئی ،انہوں نے کمیٹی کے لوگوں کو طلب فرمایا ،ادارے کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے مجھے وفد کی سربراہی کرنا تھی ، گفتگو شروع ہوتے ہی علامہ نے مولانا انیس القادری کی کارکردگی جاننا چاہی ، میں نے جم کر ان کی تعریف کی ، پھر علامہ گویا ہوئے کہ تیلنی پاڑہ کے لئے مولانا کو جتنا کرنا تھا کر چکے ،اب انہیں رخصت کردیجئے ، ہماری کمیٹی نے مشترکہ طور پر علامہ کی تجویز مسترد کردی ، علامہ نے دو گھنٹے کا موقع دیا ، دو گھنٹے کے بعد بھی ہم اپنی بات پر اڑے رہے ، علامہ نے اپنے مخصوص انداز میں دامن پھیلا کر مولانا انیس القادری کی بھیک مانگی اور پھر یہ بھی کہہ دیا کہ اگر آپ پھر بھی نہیں دیں گے تو میں مولانا انیس القادری کو چھین لوں گا ، ،اس پورے عرصے میں علامہ انیس القادری خاموش رہے ، دوسری صبح علامہ نے واقعتاً ہم سے مولانا انیس القادری کو چھین لیا ، نازش تیلنی پاڑہ دار العلوم ضیاء الاسلام ہوڑہ کی زینت بن گیا ، میں ذاتی طور پر بہت دنوں تک کبیدہ خاطر رہا ، مگر پھر پرانی دوستی کے جذبات غالب ہونے لگے ، میں ضیاء الاسلام کا ریگولر کا وزیٹر بن گیا۔ پتہ چلا مولانا انیس القادری مٹیا برج چلے گئے ، تیلنی پاڑہ کے ایک تقریب میں ملاقات ہوئی ، انہوں نے اختصار میں اس طوفان بلا کار کا تذکرہ کیا ، جو ان کے سر سے گزر چکا تھا ، انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس بحرانی دور میں مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے انہیں نئی زندگی ،نئی توانائی اور نئے حوصلوں سے ہمکنار ہونے جیسے مدد کی ہے ، اس کی توقع آج کی

کاروباری دنیا میں کسی سکے سے بھی نہیں جاسکتی،، میری نگاہوں میں مولانا محمد قاسم علوی کا
مرتبہ اور وقار اور بلند ہوگیا، تھوڑے عرصے کے بعد ملاقات کی سبیل بھی کچھ یوں نکلی کہ تبلیغی
پاڑہ میں ملت کے بہی خواہوں اور علماء اور مشائخ کے قدرداں اور عقیدت مند الحاج اکرام
الحق عرف چنو قریشی صاحب مرحوم کی اہلیہ کے انتقال کی خبر سن کر مولانا انیس القادری
مولانا علوی کے ساتھ تشریف لائے، کالج سے واپس آکر میں بھی تعزیت کی غرض سے
حاضر ہوا، دور تک کرسیاں بچھی ہوئی تھیں میں سیدھے چنو قریشی بھائی مرحوم کی طرف بڑھا
جارہا تھا، جبھی مولانا انیس القادری صاحب کی آواز کانوں سے ٹکرائی، ''اے شاہد بھائی''
پلٹ کر دیکھا تو انیس صاحب کے بازوں میں سانولی رنگت، گٹھیلے بدن، روشن اور چمکدار
آنکھوں اور وجیہ صورت کے مولانا سے میرا تعارف ہوا، ہم دونوں ایک دوسرے سے
غائبانہ متعارف تھے، اور ملنے کا مشتاق بھی، ہماری پہلی ملاقات پر جوش اور پرتپاک تھی،
میں اس سوگوار ماحول سے نکال کر لائبریری ہال میں بٹھایا، ان دونوں حضرات کے ذوق
تسکین کے لئے سگریٹ چائے کا انتظام کیا، اور مختلف مسائل پر جم کر گفتگو ہوئی، اس پہلی
ملاقات میں ہم ایک دوسرے کے دوست بن گئے، مگر وہ معاملہ جو مولانا مظہری کے ساتھ
تھا وہ مولانا علوی کے ساتھ بھی ہوگیا، یعنی یہ کہ مولانا ہمہ جہت شخصیت، بھرپور قائدانہ
صلاحیت، جرأت مستانہ، حق گوئی وبیباکی، اصابت رائے، صحیح وقت پر صحیح فیصلہ لینے کی ان
کی مہارت، بہت مشکل حالات میں بھی حواس کی درستگی کے ساتھ ثابت قدمی۔ اور
استقلال، تنظیم اور اتحاد کی قوت کا ادراک اور پھر ان کے لئے مثبت انداز فکر اور سرگرمی عمل
کی خوبیوں نے مجھے ان کا ایسا عقیدت مند بنادیا کہ ہماری دوستی بے باک نہیں ہوسکی اور
غالباً اسی عقیدت سے مملو محبت کا اثر رہا کہ مولانا نے جب کسی پروگرام میں شرکت کا حکم دیا
ہزار مصروفیتوں کے باوجود میں جرأت انکار نہیں کرسکا، یہ بات تھوڑی عام ہوگئی، اب تو
جب دوسرے لوگوں کو بھی اپنے پروگرام کے لئے میری شرکت پکی کرانا ہوتی ہے تو مولانا قاسم
علوی صاحب سے فون کرایا جاتا ہے اور میں افتاں پروگرام میں حاضر ہوجاتا ہوں۔
مولانا محمد قاسم علوی صاحب کی ایک خوبی تو انہیں ان کے عہد کے بہت سارے

لوگوں سے ممتاز کردیتی ہے وہ یہ کہ مولانا میں اقتدار کی بھوک یا لیڈر شپ کا ہوس نہیں،
ایک عجب شان بے نیازی کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے رہے ہیں، زمانہ تو ایسا ہے کہ ملی
رہنمائی کا سہرا سر باندھنے کے لئے لوگ کیا کیا جتن کرتے ہیں، طرح طرح کی کرتب
بازیاں کرتے ہیں، ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں، ایک یہ حضرت ہیں کہ مقامی سیاسی
رہنماؤں سے لے کر صوبائی وزیر تک، مقامی تھانیدار سے لے کر پولس کمشنر تک اور مقامی
اخباری نمائندوں سے لے کر کثیر الاشاعت اخباروں کے مدیران تک عقیدتمندوں میں
شامل ہیں۔ آپ سے محبت سے پیش آتے ہیں، اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتے ہیں،
کوئی دوسرا ہوتا تو اپنے لئے کسی سرکاری تنظیم کی چیئرمین شپ کا انتظام کرلیتا، حکومت کی چاپلوسی
کرکے اپنی دنیا سنوارنے کا انتظام کرتا، پھر گرما گرم تقریروں سے بلیک میلنگ کرتا اور ملی
قیادت کی دستار سر پر رکھ کر تقریبات میں شرکت کرتا، اخبارات کی سرخیوں میں رہنے کا
سامان کرتا، مگر واہ رے میرے قلندر، قیادت کی مارا ماری سے دور اپنی مسجد میں، اپنے
مدرسے اور اپنے عوام کی خدمت سے خوش۔ مولانا کو دیکھ کر اقبال یاد آجاتے ہیں:۔

گدائے میکدہ کی شان بے نیازی دیکھ — پہنچ کے چشمہ حیواں پہ توڑتا ہے سبو

مسائل سے کبھی پہلو تہی نہیں کی، ملت پر برا وقت آگیا، مسئلہ پیچیدہ لاینحل ہوگیا،
تو اچانک منظر نامے پر مولانا محمد قاسم علوی ابھر کر سامنے آتے ہیں، اپنی صائب رائے سے
مسئلہ حل کرتے ہیں اور پھر اپنی دنیا میں گم ہوجاتے ہیں، بارہا ایسا ہوا کہ مسلک کے نام پر
آمادہ فساد لوگوں کے درمیان مولانا پہنچے، دونوں کی باتیں سنیں، ایسی معقول تجویز پیش کی
کہ شرمندہ ہاتھ ملتے رہ گئے، یگانت اور اتحاد کی فضا قائم کی، انتظامیہ مولانا کی احسان
مندی کا شکریہ ادا کرتے، مولانا مسکراتے ہوئے اکڑا روڈ واپس چلے آتے۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ

ملی اتحاد کی لمبی لمبی باتیں کرنے والوں اور متنوع بیانات سے اخبارات کی
زینت والوں کو مولانا محمد قاسم علوی کی ذات سے سبق لینا چاہئے، ملی اتحاد اور ملی قیادت
بیان بازیوں کا نام نہیں، عملی طور پر کچھ کر گزرنے کا نام ہے۔

☆☆☆☆

موجودہ دور کا ایک روشن ستارہ غروب ہوگیا

﴿مولانا شبیر ملک مصباحی......ممبر مجلس مشاورت۔مجلس علما اسلام بنگال﴾

السلام اے قاسم علوی سلام — السلام اے رہنمائے خاص وعام
السلام اے رہبر دین متین — السلام اے عاشق شہنشاہِ دین

سرزمین بنگال اپنے وسیع دامن میں بے شمار ہمہ جہت شخصیات کو سمیٹے ہوئے ہے ،جن کی افکارو تعلیمات نے صوبہ بنگال کو روشنی بخشی ہے،انہیں میں سے ایک شخصیت ممتاز العلما حضرت مولانا قاسم علوی قدس سرہ العزیز کی ہے،جو ہندوستان کی مشہور ومعروف خانقاہ حضور شعیب الاولیا رحمۃ اللہ علیہ براؤن شریف کی نورانی شعاعوں سے فیض یاب تھے،جن کی علمی لیاقت،مدبرانہ بصیرت،اور قائدانہ صلاحیت سے نہ انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کی دینی،سماجی،سیاسی خدمات کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔بلاشبہ علم وفضل اور وسیع ترعلمی،دینی اور قومی خدمات کے لحاظ سے وہ اپنے ہم عصر علماء میں ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں۔

مٹیابرج (کلکتہ) کی سرزمین پر یوں تو اولیا،علما،مشائخ،صوفیہ،شعرا اور اہل علم و ادب کی ایک بڑی تعداد صدیوں سے کام کرتی رہی ہے،مگر موجودہ دور میں لال مسجد کی خطابت وامامت،تنظیم رضائے مصطفیٰ،مدرسہ رضائے مصطفیٰ لاکھوں افراد کی جمیعت کے ساتھ جلوس محمدی کا ایمان افروز نظارہ اور مجلس علماء اسلام بنگال کے حوالے سے مٹیابرج کو جو شہرت ملی وہ ممتاز العلما کی حسین کارکردگی کی بنیاد پر ہے۔

اردو شاعری وانشا پردازی میں آپ کو جو کمال حاصل تھا وہ مقالات علوی سے بخوبی ظاہر ہے،اور مٹیابرج کی سرزمین،شعر وسخن اور قصیدہ ونعت خوانی کے حوالے سے جو خاص پہچان رکھتی ہے اس حوالے سے بھی ممتاز العلما کے اشعار احباب سخن کے لئے باعث تسکین ہیں۔

آپ انتہائی منکسر المزاج تھے،بلند کردار ،سلیم الطبع،مدبر ومفکر اور صاحب معاملہ فہم تھے۔اپنے عزیزوں،دوستوں اور بزرگوں کا خاص خیال رکھتے تھے،علما،صلحا کی

تعظیم وتوقیر میں کوئی کمی ہونے نہیں دیتے تھے،اور ممتاز العلما کی یہ شفقت ومہربانی سب کے لئے عام تھی،چنانچہ مدرسہ رضائے مصطفیٰ کے اساتذہ وطلبا اس بات کے شاہد ہیں،آپ طلبا کے ساتھ نہایت شفقت ومحبت فرماتے،اگر کسی سے ناراض ہوجاتے تو بعد میں اس کی دل جوئی کرتے،دعوت دینے والوں کو ان کا احترام واکرام بجالانے کی تاکید فرماتے،جب مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبا حافظ وعالم آتے تو انہیں گلے لگاتے،کھانا اپنے ساتھ کھلاتے،مفید مشوروں سے نوازتے،اور مسرت کے ساتھ رخصت فرماتے۔

ممتاز العلما کے مجلس کی یہ خصوصیت تھی کہ نہ خود غیر ضروری بات کرتے نہ کسی کو ایسا کرنے کا موقع دیتے،دوراندیشی کا تو یہ حال تھا کہ جب لوگ اپنا متفقہ فیصلہ پیش کرتے تو ممتاز العلما کی مدبرانہ گفتگو کے بعد اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا یا اس پر نظر ثانی کرنا ضروری ہوتا۔

سن ۲۰۱۲ء میں اپنی کتاب ''بخاری شریف کے ایمان افروز واقعات'' کی رسم اجراء سے پہلے جب میں نے ممتاز العلما سے ملاقات کی تو اس کتاب کو سرسری نظر سے دیکھنے کے بعد کافی سراہا اور فرمایا: آپ نے گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے حق میں اترنے والی آیتوں کا ذکر کیا ہے،بہتر ہے اگر اس سے ماقبل کی آیتوں کو بھی پیش کردیتے۔حضور والا کا جو مشورہ سامنے آیا وہ ایسا نہیں تھا کہ اس کو نظر انداز کردیا جائے،جب میں نے اس پر غور کیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ میں نے موضوع کے لحاظ سے جن آیتوں کو لکھا ہے،اس میں یہ بتایا گیا کہ گستاخ رسول ولید بن مغیرہ صحیح النسب نہیں تھا۔جس کا بیٹا کہلاتا ہے اصل میں وہ آدمی اس باپ نہیں تھا اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے دس عیوب کو بیان فرمایا،اور دنیا وآخرت میں اس کو ذلیل ورسوا کیا،لیکن اس سے قبل کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قسم کے ساتھ سرکار ابد قرار ﷺ کے پاکیزہ خصائل،حسین اخلاق اور آپ کی خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے،اور آپ کی شان محبوبیت کا اظہار فرمایا ہے،اس لئے لکھنے میں اس ترتیب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری تھا،کہ پہلے سنت الٰہیہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی خوبیوں کو بیان کیا جائے پھر اس کے بعد ولید بن مغیرہ کا تذکرہ آئے،چنانچہ ممتازلعلما کی دوربیں نگاہ نے محسوس کیا اور اسی لئے آپ نے ماقبل کی آیتوں کو بھی شامل کرنے کا حکم فرمایا۔بحمدہ اللہ

تعالیٰ راقم نے آئندہ اشاعت میں اس کا اہتمام کردیا ہے، اور ان کے حکم کی تعمیل کی ہے۔لیکن صوبہ بنگال کی مشہور ومعروف تنظیم "مجلس علما اسلام بنگال" کی خدمات کا دائرہ پورے بنگال کو محیط ہے،اس کے جنرل سکریٹری ہونے کی حیثیت سے آپ پر اس کی بڑی ذمہ داری تھی،اس تنظیم کو از سرے نو فعال بنانے اور اس کی کارکردگی کو مزید مستحکم کے لئے انتقال سے تین ماہ پہلے آپ نے ۲۱ر نوجوان علما پر مشتمل ایک "مشاورتی بورڈ" تشکیل کی اور مختلف جگہوں پر کی گئی ہر میٹنگ کا خود جائزہ لیتے رہے،مشاورتی بورڈ کی باتوں کو سنتے رہے،مشورہ دیتے رہے، پھر ۴ر دسمبر ۲۰۱۶ء کو صالح جی مسلم مسافر خانہ زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں جب مشاورتی بورڈ نے ان کی نگرانی میں پورے بنگال کے علما کو بلا کر جو کامیاب میٹنگ کی ہے اس کو دیکھ کر وہ پھولے نہ سمائے۔میٹنگ ختم ہونے کے بعد ان کا چہرہ دیکھنے کے لائق تھا،کامیابی کی جھلک ان کے چہرے پر نمایاں تھی،فرحت ومسرت سے سرشار ہو کر مشاورت بورڈ کے ہر فرد کو سراہ رہے تھے،کیوں کہ آپ نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ اب یہ مجلس از سرے نو ان شاء اللہ مستحکم انداز میں مسلک وملت کی خدمات انجام دے گی،اس یقین واحساس کے ساتھ وہ اپنی ذمہ داری پوری کر کے ہمیشہ کے لئے سبکدوش ہوگئے۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا میں ڈوب گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

ممتاز العلما کا سفر آخرت:

تو گیا اور ہم تری صورت کو تکتے رہے غم زدہ روتے، تڑپتے، سر پٹختے رہ گئے

بارہویں والے آقا ﷺ سے ممتاز العلما کو بے انتہا محبت تھی، ممتاز العلما کا جنازہ! عشق وعرفان کا وہ ثمرہ تھا کہ جلوس محمدی کی قیادت کے بعد ربیع الاول میں آپ کا وصال ہوا، لاکھوں بندگان خدا، جس کا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، ان کی دینی علمی خدمات کی مقبولیت کا واضح بین ثبوت ہے اور بلاشبہ آپ کی رحلت اہل سنت و جماعت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

بچھڑا وہ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

خود براؤن شریف ضلع بستی (یوپی) کے صاحب سجادہ مولانا مختار احمد رضا علوی

صاحب قبلہ نے ممتاز العلما علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ پڑھا کر یہ محسوس کیا کہ خانقاہ شعیب الاولیا اپنے ایک چہیتے اور روحانی فرزند سے محروم ہوگئی کیوں کہ اس خانقاہ سے آپ کو اس قدر لگاؤ تھا کہ خصوصی مواقع پر صاحب سجادہ کو بلانا اور کلکتہ کے مسلمانوں کو فیض یاب کرنا وہ اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔چشم نور سے جس نے ممتاز العلما کا آخری سفر دیکھا اس نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ ممتاز العلما اپنے مخصوص انداز میں نوجوان علما کو یہ دکھاتے ہوئے سفر کرتے ہوئے نظر آئے کہ خلوص وللہیت کے ساتھ جو میدان عمل میں ڈٹا رہتا ہے اور اپنی خدمات سے قوم وملت کی بنجر زمین کو سیراب کرتا ہے اس کا آخری سفر اس شان کا ہوتا ہے کہ لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ممتاز العلما کے پردہ فرما جانے کے بعد یہ مسئلہ سامنے تھا کہ کیا آپ کی قومی، ملی، علمی، دینی خدمات کا سلسلہ یوں جاری رہے گا یا دم توڑ دے گا، مگر بھلا ہو مجلس علما اسلام بنگال کے مشاورتی بورڈ اور ذی شعور مقتدر علما کرام اور مشائخ عظام کا، جنہوں نے قل شریف کے موقع پر خانقاہ براؤن شریف کے صاحب سجادہ اور ارباب فکر ونظر کی موجودگی میں ممتاز العلما کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد راشد علوی کو ان کا نائب نامزد کیا اور اپنی معاونت کی یقین دہانی کے ساتھ دستار جانشینی باندھ کر سلسلہ شعیب الاولیا کی خلافت سے سرفراز فرمایا، اللہ تعالیٰ مولانا راشد علوی کو حضرت ممتاز العلما کا سچا جانشیں بنائے اور علامہ موصوف کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

جان کر منجملہ خاصان میخانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

ابر رحمت تیری مرقد پر گوہر باری کرے حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

☆☆☆

اورکارواں بنتا گیا

محمد اقبال (W.B.C.S) مٹیابرج، کلکتہ

یہ غالباً ۱۹۷۶ء کی بات ہے اس وقت میں درجہ ہشتم کا طالب علم تھا، میں اور میرے چند دوست اکثر اسکول ختم ہونے کے بعد ہائی اسکول میدان میں کھیلنے جایا کرتے تھے، وہاں سے واپسی اکثر شام کو ہوا کرتی تھی، گھر میں صاف صفائی کے بعد ہم لوگ لال مسجد کے سامنے منصور چچا کی مٹھائی کی دکان پر اڈہ جمایا کرتے تھے، ان کا لڑکا عبدالخالق (جو اب ڈاکٹر بن چکے ہیں) ہمارے ہی ساتھ تھا، میرے وہ احباب جو میرے ساتھ ہوا کرتے تھے، ان میں محمد طاہر علوی، جاوید اختر انصاری، اشفاق، اکبر علوی، محمد حسین (گپت) وغیرہم تھے، یہیں ہم لوگ مختلف موضوعات پر بحث کرتے رہتے تھے۔

مولانا محمد قاسم علوی صاحب نئے نئے آئے ہوئے تھے، وہ اکثر ہم لوگوں سے کسی نہ کسی شعر کی تشریح یا اسی طرح چند سوالات کیا کرتے تھے، جنہیں میں اور اشفاق وغیرہ حتیٰ المقدور کوشش کرتے کہ جواب دیا کریں، بہر کیف وہ بے فکری کا زمانہ تھا، ہماری مسیں بھیگ رہی تھیں اور ہم لوگ اپنے اپنے امتحانات کی تیاری میں جٹے ہوئے تھے کہ ۱۲ر ربیع الاول شریف کا مقدس دن آپہنچا، عام دنوں کی طرح یہ دن بھی ہم لوگوں کے لئے کوئی نئی بات لے کر نہیں آیا، ہوتا یہ تھا کہ مدرسہ کے چھوٹے چھوٹے بچے رنگین جھنڈیاں لے کر مذہبی نعرہ لگاتے ہوئے نکلتے اور سڑکوں پر قطار لگا کر چلتے ہوئے مدرسہ تک پہنچتے اور بس! ہاں! البتہ رات کے وقت قصیدہ خوانی کی محفلیں حسب سابق قائم تھیں، جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ہمارے دوستوں کی محفل لال مسجد کے سامنے جما کرتی تھی، اس جلوس کو دیکھ کر غالباً مولانا صاحب کے ذہن میں ایک پلان نے جنم لیا، اس جلوس سے مسلمانوں کے بکھرے ہوئے طبقوں کو کم از کم ایک پلیٹ فارم پر لایا جاسکتا ہے، چنانچہ دوسرے سال

یعنی ۱۹۷۷ء میں جب ربیع الاول کا مہینہ شروع ہوا تو انہوں نے مجھے اور میرے دوستوں کو جلوس میں شریک ہونے کی تلقین کی، یہ سن کر بہت ٹپٹائے کہ مولانا صاحب کہاں پھنسا رہے ہیں، کیونکہ ہمیں اس وقت احساس ہی نہیں تھا کہ ۱۲ر ربیع الاول کی کیا اہمیت ہے، کہاں تو مدرسے کے بچے رنگین جھنڈیاں اور جھنڈے لے کر نکلتے تھے اور کہاں یہ ہم لوگوں کو جلوس میں جھنڈیاں اور جھنڈے لے کر چلنے کو کہہ رہے ہیں، میرے دوستوں میں سے ہر ایک شخص سوالیہ نشان بنا ہوا تھا کہ کیا کیا جائے، ایک طرف تو مولانا صاحب کا احترام و وقار اور ان کا حکم اور دوسری طرف یہ احساس شرمندگی کہ جو لوگ دیکھیں گے، وہ ہنسیں گے، ناپختہ ذہن کے یہ وہ خیالات تھے جو ہمارے ذہنوں میں بسے ہوئے تھے، اور اس پر طرہ یہ کہ مولانا صاحب کا حکم تھا، کہ ہر لڑکا ٹوپی لگائے ہوئے رہے گا، حکم حاکم مرگ جھنڈا لئے ہوئے تھا اور بقیہ لڑکے چھوٹے چھوٹے جھنڈے لئے ہوئے تھے، سڑک کے دونوں جانب کے دوکاندار اور راہگیروں کی حیرت زدہ نگاہیں ہم لوگوں کو آنکھیں چرانے پر مجبور کر رہی تھیں، اور ہر کوئی آنکھیں چرائے ہوئے اور سر جھکائے ہوئے چل رہا تھا، خیر جلوس کچی سڑک، بنگلہ بستی، بتی کل اور دیگر راستوں سے ہوتا ہوا بچالی گھاٹ میں کلو بچالی والے کے مکان پر ختم ہوا، جہاں مولانا صاحب نے دعاء خیر کی اور کلو بچالی والے کی جانب سے ہم لوگوں میں مٹھائی اور شربت پیش کیا گیا۔

۱۹۷۸ء میں بھی ۱۲ر ربیع الاول کی صبح پھر ایکبار یہی منظر تھا، اب کچھ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا، ان میں تو کچھ مولانا صاحب کے عقیدت مند تھے اور کچھ ہمارے دوستوں کے احباب، جنہیں ہم لوگوں نے اصرار کر کے جمع کیا تھا، اب جلوس کی تعداد تقریباً دو ڈھائی سو تک تھی، آغاز لال مسجد ہی سے ہوا اور طے شدہ راستوں سے گزرتا ہوا بچالی گھاٹ پر ختم ہوا، باقاعدہ تقریر ہوئی، جس میں مولانا صاحب نے حاضرین کو ۱۲ر ربیع الاول شریف کی اہمیت بتائی اور آنے والے برسوں میں زیادہ سے زیادہ افراد کو اس جلوس میں شرکت کی دعوت دی۔

۱۹۷۹ء آتے آتے جلوس کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں تک ہوگئی، اس دوران مولانا صاحب کے تعلقات بنگلہ بولنے والے مسلمان یعنی استاگروں سے ہوگئے، اور اس طرح مٹیابرج کی تاریخوں میں ایک نئے سنہرے باب کا اضافہ ہوا، یعنی بنگلہ اور اردو بولنے والے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے، ۱۹۷۹ء میں ہی مولانا قاسم علوی صاحب ہی کی صدارت میں کچی سڑک میں ایک میٹنگ ہوئی، جس میں مسلمانوں کی کثیر تعداد میں شرکت اس حقیقت کی غمازی تھی کہ لوگوں کے دلوں میں اتفاق واتحاد کی لہر بہہ چکی تھی، چنانچہ اتفاق رائے سے ''بزم ضائے مصطفیٰ'' کی تشکیل کے بعد مشترکہ طور پر مولانا قاسم علوی سے یہ درخواست کی گئی کہ ''انجمن جشن میلادالنبی'' کے زیر اہتمام جو جلوس نکلتا ہے اسے ''بزم رضائے مصطفیٰ'' کے تحت شایان شان جلوس نکالا جائے، میٹنگ میں موجود افراد نے متفقہ طور پر مولانا علوی کو بزم کا تاحیات صدر بنالیا، مقررہ تاریخ آنے سے قبل ہی بزم کے تحت جلوس کی تیاریاں ہونے لگیں، بڑے بڑے بینر بننے لگے، بچے، جوان، ضعیف، طلباء، اساتذہ، شوسل ورکرز اس جلوس میں شرکت کرنے لگے، ۱۹۸۸ء تک اس کی تعداد دوڈھائی لاکھ تک پہنچ گئی اور اب کسی کو یہ یاد دلانے کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ۱۲؍ربیع الاول کو جلوس نکلتا ہے، مٹیابرج کا بچہ بچہ اس جلوس سے واقف ہوچکا ہے، الحمدللہ! اب مختلف ذرائع ابلاغ، میڈیا اور اردو، بنگلہ اور انگریزی کے اخبارات کی توجہ مٹیابرج کی جانب مبذول ہوچکی تھی، اور بقول شاعر:۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سب ہی تو خوشیاں منا رہے ہیں

آج سے ۱۵؍برس قبل جو ویرانی ۱۲؍ربیع الاول کے موقع پر چھائی تھی وہ ختم ہوچکی ہے، یہ تاریخ مٹیابرج اتحاد واتفاق کی پہچان بن چکی ہے، لوگ ہفتوں سے جلوس کی تیاری میں مصروف ہوجاتے ہیں، انہیں میٹا ڈور، لاریوں میں بھر دیا جاتا ہے، ناتواں ضعیف بھی اس میں شرکت کے متمنی نظر آتے ہیں، اور جوانوں کا خیر کہنا ہی کیا، سفید کپڑوں

میں ملبوس اکثر نوجوان ٹوپی لگائے نعرۂ تکبیر ورسالت کی آواز بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج سے ۱۵؍سال قبل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا مشہور زمانہ سلام:۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام ــــ شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا، لیکن اب یہ سلام زبان زد خاص وعام ہوچکا ہے، وہ خواہ بنگلہ بولنے والے افراد ہوں یا اردو بولنے والے تقریباً تمام ہی لوگ پرامن اور والہانہ انداز میں اس سلام کو پڑھتے ہوئے گزرتے ہیں، تو یہ منظر دیکھنے والے کے دلوں کو یکجہتی اور اتحاد واتفاق کی بڑی مثال شاید مٹیابرج میں اور کہیں نہ ہو، اور یہ آج بھی جو کچھ بھی دیکھ رہے ہیں، وہ کارنامے عظیم ہے حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب کا جن کی رہنمائی میں بنگلہ اور اردو بولنے والے مسلمان جن کے درمیان ایک فاصلہ تھا انہوں نے حسن تدبیر اور اخلاق سے ختم کیا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ــــ

☆☆☆

مولانا محمد قاسم علوی کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا محمد حنیف حبیبی (شیخ الحدیث دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، اڑیسہ)

۱۹۹۷ء یا ۱۹۹۸ء کی بات ہے جب حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی تحریک آل انڈیا تبلیغ سیرت دھام نگر شریف کی جانب سے اڑیسہ میں پانچ مختلف مقامات پر بڑے پیمانے پر اجلاس ہو رہے تھے، ان میں باہر سے آئے ہوئے علماء کرام اور شعراء اسلام کا ایک نورانی قافلہ دارالعلوم مجاہد ملت کی سہ منزلہ پرشکوہ عمارت میں اتر آیا تھا، ان علماء اور شعراء کی خدمت فقیر کے سپرد تھی۔

ان اجلاس کا پس منظر یہ تھا کہ برہم بردہ ضلع جاج پور (اڑیسہ) میں پہلی مرتبہ وہابیہ کی جانب سے عالمی اجتماع ہونے والا تھا، اخبار اور ٹی وی کے ذریعہ یہ افواہ پھیلائی جارہی تھی کہ امریکہ اور لندن سے جماعتی لوگ آرہے ہیں، سعودی ریال سے خیال بدلنے والوں کی ایک ٹولی آنے والی ہے، جتنے وضو خانہ بنے ہیں ان سے کئی زیادہ پاخانہ بنے ہیں، اس طرح کی پروپیگنڈہ کی وجہ سے دیکھنے اور سننے کی غرض سے بہت سے سنی بھائی وہاں چلے جائیں گے، ان کی چکنی چپڑی اور پرفریب باتوں میں آکر کہیں ان کی جھولی میں چلے نہ جائیں، اس لئے حضرت حبیب ملت صاحب قبلہ (متولی وسجادہ نشیں خانقاہ حبیبیہ) کی سرپرستی میں اجتماع سے ہفتہ عشرہ پہلے برہم بردہ کے آس پاس کے علاقوں میں اجلاس ہونے والے تھے، سارے علماء وشعراء آچکے تھے، اور پہلے دن کا جلسہ ہو چکا تھا، دوسرے دن کی تیاری جاری تھی اور اہل علم کا کارواں روانہ ہو چکا تھا، میں نے دیکھا ایک مولانا صاحب حضرت حبیب ملت کی کار سے اترے اور سیدھے قیام گاہ کی طرف چل پڑے، حجرہ کے اندر داخل ہوئے تو سب لوگوں نے سروقد سے تعظیم کی، یہ بھی غور کیا کہ ہمارے حضرت (حبیب ملت) بھی ان کو حضرت کہہ کر مخاطب کرتے ہیں، دوسروں کے مقابلہ میں ان کی کچھ زیادہ ہی قدر کی جارہی تھی، بعض نے ان کی دست بوسی بھی کی۔

مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ اس قدر تعظیم وتوقیر اور عزت افزائی کا ان پر کچھ بھی اثر نہیں ہو رہا تھا وہ نہ ممنون ہو رہے تھے اور نہ متاثر ہو رہے تھے۔ مجھے لگا کہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو اپنی تعریف پر اتراتے ہیں، اور توہین پر بددل ہو جاتے ہیں۔ جسے نہ، ملنے کی خواہش۔ اور نہ، کھونے کا غم۔ ایسا شخص ہم میں رہ کر بھی ہم سا نہیں ہوتا۔

وہ بھیڑ میں بھی جائے تو تنہا دکھائی دیتا ہے

میں نے جاننے کی کوشش کی کہ کون ہیں یہ؟ ہمارے دوست مولانا سخاوت حسین برکاتی صاحب نے باندازِ خطابت کچھ بتایا تھا، اب میموری میں صرف اتنی بات رہ گئی تھی کہ یہ ہیں مصلح قوم وملت جوان علماء کے قائد حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب قبلہ۔

میانہ قد، چھریرا بدن، اس پر اونچی ٹوپی، حنائی ریش، کرتا جو لمبا نہ ہو، پائجامہ جو اٹھا ہوا نہ ہو، صدری جو سینہ کی کشادگی کو سمیٹ نہ سکے، مجھے ذرا سا بھا گئے۔

ان دنوں میری مصروفیت دوچند تھی، جلسہ کے لئے حضرت کے مشورہ سے خطباء وشعراء کی فہرست تیار کرنی، جلسہ کے اختتام میں چند کتابچے اور اشتہار بانٹنا، وغیرہ، اس کے باوجود مجھے ان کے خطاب کا جانے کیوں انتظار تھا، رات کے درمیانہ حصہ میں ان کی تقریر ہوئی، نہ عالمانہ بیان، نہ فاضلانہ گفتگو، نہ دلائل کے انبار، اور نہ لفظوں کا طومار، پھر بھی مجمع میں سناٹا طاری تھا، اور لوگ بغور سن رہے تھے، میں نے غور کیا کہ کہ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اس نتیجہ پر پہنچا کہ علامہ علوی جو کچھ کہہ رہے ہیں، دل سے کہہ رہے ہیں، وہ حکایاتِ دیگراں نہیں، بلکہ حدیثِ دل بولتے ہیں:۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

علامہ علوی صاحب جب عوام کو ان بھڑیوں سے بچنے کی بات کرتے تو انداز ناصحانہ اور لب ولہجہ مشفقانہ ہوتا، جب دشمنان رسول اور شاتمان نبی ﷺ کی ذکر آتا تو آپ کا لب ولہجہ بدل جاتا، آنکھوں سے چنگاری پھوٹتی، اور لبوں سے شعلے برستے، گرم گفتاری اور شعلہ نوائی کا اچھا خاصا اثر پڑ رہا تھا، عوام میں جوش اور گستاخانے رسالت سے

نفرت کا جذبہ بیدار ہورہا تھا، بلا شبہ یہ تاثیر رسول مکرم ﷺ کی ذات اقدس سے سچی محبت وعقیدت اور سرشاری وشیفتگی کا نتیجہ تھا، ورنہ رہتی دنیا تک تقریر، تو ہم سا بے عمل بھی تو کرتا ہے، مگر اس میں وہ تاثیر اور وہ دبدبہ کہاں؟ سچ کہا ڈاکٹر اقبال نے

الفاظ ومعانی میں تفاوت نہیں لیکن ملا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور

دوسری ملاقات:۔

غالباً ۲۰۰۲ء کی بات ہے، جب سہ ماہی رسالہ "ضیاء الحبیب" خانقاہ حبیبیہ سے شائع ہورہا تھا، جس کا مدیر اعزازی ہمیں بنایا گیا تھا، کتابت اور طباعت کولکاتا سے ہوا کرتی تھی، رسالہ مذکورہ کی طباعت کے سلسلہ میں کولکاتا جانا ہوا، ہمارا قیام صلاح الدین حبیبی (ٹکیہ پاڑہ) کے گھر تھا، عزیزی مولوی محمد مجاہد دار العلوم ضیاء الاسلام میں درجہ فضیلت کے طالب علم تھے۔ وہ ہمیں اپنے ہمراہ مدرسہ رضائے مصطفیٰ (مٹیابرج) جہاں ہمیں حضرت مولانا انیس القادری علیہ الرحمہ سے ادارہ کو خود کفیل بنانے اور طلباء کی عمدہ تعلیم وتربیت وغیرہ کے تعلق سے تبادلہ خیال کرنا تھا۔ حضرت علیہ الرحمہ نے مفید مشوروں سے نوازا۔ یہاں مولانا قاسم علوی سے دوسری ملاقات ہوئی، آپ کا حسن اخلاق، کردار و گفتار اور مسلکی کارکردگی، ضیافت ومہمان نوازی سے متاثر ہوئے نہ رہ سکا۔

عصر کے بعد دار العلوم مجاہد ملت کے صحن میں چائے کی مجلس تھی، مولانا علوی صاحب کا تذکرہ آنکلا، دار العلوم کے مدرس مفتی اعجاز احمد صاحب نے بتایا کہ شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ (مفتی اعظم مغربی بنگال) کی یاد میں "سنی علماء کونسل مغربی بنگال" کے ارباب حل وعقد نے ایک عالی شان محفل "حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی" کی صدارت میں بڑے پیمانے پر مٹیابرج کلکتہ میں سجائی تھی اور اس محفل نور میں "مفتی اعظم مغربی بنگال حیات وخدمات" پر مشتمل ایک ضخیم کتاب کا بھی رسم اجراء علماء اہلسنت کے ہاتھوں ہوا اور علامہ قاسم علوی صاحب کو ان کی خدمات پر کونسل کی جانب سے "امام احمد رضا ایوارڈ" اور تکریمی

خطاب "ممتاز العلما" سے نوازا گیا اور بنگال کا مرکزی سنی ادارہ "دار العلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ" کو تعلیمی خدمات پر "صدر الشریعہ تعلیمی ایوارڈ" دیا گیا (۲۰۰۷ء)۔

مفتی اعجاز صاحب کا بیان ہے کہ "پولس والوں کی جانب سے کچھ رکاوٹ آرہی تھی، اور پولس کا ایک دستہ جلسہ گاہ پر قابض تھا، یہ خبر جب علامہ علوی صاحب کو دی گئی، تو میں اس وقت علوی صاحب کے کمرے میں تھا، اور علوی صاحب کا پر جلال کلام بھی سنا، علامہ علوی صاحب نے بذریعہ فون پولس انسپکٹر کو بڑے سخت لب ولہجہ اور آمرانہ انداز میں کہا "جلسہ وہی ہوکر رہے گا، تم اپنے وردی والوں کو وہاں سے ہٹالو، ورنہ ہمیں خود ہٹانا پڑے گا" اس جملہ کا انسپکٹر پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً پولس والوں کو جلسہ گاہ سے ہٹالیا گیا"۔

یہ واقعہ سنا تو میرے دل نے کہا یہ رعب، یہ دبدبہ فرائض امامت کے ساتھ ساتھ قوم وملت کی مشکل وقت میں رہبری کرنے والا اس جیالے کا ہے، جس نے اپنی متاع زندگی اللہ ورسول کی محبت میں قربان کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں بہتر جزائے آخرت کی دولت سے مالا مال فرمائے (آمین)

☆☆☆

علامہ محمد قاسم علوی ایک کثیر الجہات شخصیت

الحاج محمد اسماعیل (سابق کمشنر میونسپل، کولکاتا)

زباں پہ بار اللہ یہ کس کا نام آیا　　کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قاسم علوی سرزمین مٹیابرج کے لئے ایک ایسی تابندہ شخصیت ہے، جن کی ضو پاشیاں قرب وجوار کے علاوہ ارض بنگالہ سے باہر ہندوستان کے دیگر صوبہ جات میں بھی اپنی روشنی پھیلا رہی ہیں۔ اکابرین علماء اہلسنت نے بجا طور پر انہیں ''ممتاز العلما'' کے خطاب سے نوازا۔ مولانا موصوف اپنی کثیر الجہات استعداد وصلاحیت کی بنا پر مجتہدانہ حیثیت کے مالک ہیں، وہ صرف قریشی مسجد کے خطیب وامام بن کر خدمت دین کی عہدہ برآوری تک محدود ہو کر نہیں رہ گئے، بلکہ دین وملت کی سرفرازی سے دیگر احکامات کی تکمیل طلبی کو اپنی زندگی کا خاصہ بنانے میں گنے جا رہے ہیں، ہمیشہ اشاعت دین کے عملی خاکوں میں رنگ بھرنے کو اپنا محبوب مشغلہ بنائے رکھنے پر قائم ہیں، جشن عید میلاد النبی ﷺ کو گلیوں اور محلوں سے نکال کر علی الاعلان شاہراہوں پر نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منانے کا مشکل فریضہ ان کی انتھک کاوشوں کا مرہون منت ہے۔ تعلیم القرآن کے لئے مکمل معیار کے بطور ایک مدرسہ کا قیام، جہاں مقامی و بیرونی قلیل آمدنی والے غریب گھرانوں کے بچے زیر تعلیم ہوں اور ان کے قیام وطعام کا بندوبست ہو، ان کی کوششوں سے بنام ''دارالعلوم رضائے مصطفیٰ'' وجود میں آیا۔

اپنے قلب میں پلنے وپرورش پانے والے فروغ دین کے حوصلوں اور جذبوں کو عام کرنے کے لئے انہوں نے اپنے افکار وآراء کو مشتہر کیا اور قرطاس وقلم کو زینت بخشی، اپنی دردمندیٔ ملت کا اظہار جس خلوص دل سے اہل نظر کے سامنے رکھا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، ''**آئینہ**'' کی اشاعت ان کا طبع زاد، ''**پکار**'' ناول ایک امتیازی

خصوصیات کا حامل ہے، یہاں وہ مسلم شناخت ونمائندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک سیکولر رہنما کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں، شعر وشاعری میں حمد ونعت تو ان کا رچا بسا ہوا صنف ادب ہے، ان سب میں وہ اپنی ایک انفرادی پہچان رکھتے ہیں، ان سب سے زیادہ ان کی وہ نثری مقالات ہیں جو انہوں نے ''**مقالات علوی**'' کے نام سے قلمبند کئے ہیں۔

صنف مقالہ نویسی تدبر وتفکر کی انسانی خصوصیت کی ارفع واعلیٰ مظہریت کا نام ہے، از منہ وسطیٰ تا حال یہ اپنی راہبرانہ وقائدانہ صلاحیتوں سے ارتقاء عالم انسانیت میں اہم رول ادا کرتی آئی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی سیاسی شکست وریخت سے نام نہاد مغلیہ حکومت کا انہدام ہوا، اور مغربی استعماری قوتوں کی بالادستی قائم ہوئی، تو تلافی مافات نے لہولہان جسم وروح کو ذہنی فکری وعمل کی دعوت دی۔ اور اس فن کا احیاء ہوا، چنانچہ مولوی ذکاء اللہ، مولانا حسرت موہانی اور حضرت امام احمد رضا نے اپنے نگارشات سے قوم کے اندر اصلاح نفس کی خاطر تازہ روح پیدا کی، یہ تحریری مقالات دراصل خطبات عالیہ کی دستاویزی شکل تھی، اس کے ذریعہ نہ صرف درستگی اعمال بلکہ ایقان وعرفان کی رسائی بھی خاطر طبع ہوئی تھی، مولانا موصوف کی باطنی بصیرت نے بھی یہاں اپنا جلوہ بکھیرا، مقالات علوی کا پہلا باب اس قدر ایمان افروز ہے کہ پڑھتے ہی روح تھرا اٹھتی ہے۔

''روشن روشن راہیں'' ایک ایسی معتبر تحریر ہے کہ اس کے خالق کو بلاشبہ عالم باعمل کہنا ہر طرح مناسب ہے، یہاں مولانا محمد قاسم علوی نے جس علویانہ طرز کلام سے اسلام کی روشن دلیلوں سے روشناس کر دیا ہے وہ اگرچہ وہی ہے جو آج سے کئی صدی قبل ظہور پذیر ہوا، پھر بھی حقائق کی اظہار بیانی میں قلبی رچاؤ اور جاں سوزی کی تمکنت والی کیفیت ایک ایسی خصوصیت پیدا کر دیتی ہے کہ اس کو جتنی بار پڑھا جائے ایک نئی حلاوت روح عطا کرتی ہے۔ پڑھئے تو ایسا سما بندھ جاتا ہے کہ جیسے آپ مقام خطبہ حجت الوداع پر کھڑے ہیں، زبان وبیان کی ہم آہنگی نے ایک طرفہ سما پیدا کر دیا ہے۔ ان کی عالمانہ بصیرت کے ساتھ ادیبانہ طرز عبارت کی مکمل مہارت ان کو مبارکباد پیش کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

مولانا محمد قاسم علوی کی ہمہ جہت اوصاف کی عکس تابی اوراق مساوی وقلم کاری کی پوری طرح متحمل نہیں ہوسکتی ہے،اس کے لئے تو وہ منقش حروف چاہئے جو براہ راست دل ودماغ پر مرتسم ہوتے ہیں،وہ جامع صفات کے مالک ہوتے ہوئے بھی انکساری کے مرقع ہیں،عالم و ادیب ہونے کا فخر یہ جذبہ نہیں لکھتے ہیں،ہاں!اپنے جذبات دروں دوسروں تک پہنچانے کی متمنی ضرور ہوتے ہیں،ایک وصف جو ان میں ہے وہ یہ کہ بات چیت اور مقالات میں وہ آپ کی رائے کو اہمیت دیتے نظر آئیں گے،چاہئے خندہ پیشانی سے،چاہئے خاموشی سے،مگر نفس مضمون کی تحریر ادائیگی میں وہ بڑے بے ٹوک اپنی بات بہت بے باکی سے رقم کرتے ہیں،کسی مجوبیت کو راہ نہیں دیتے، ہیں،نہایت صدق دلی سے قلبی جذبات کا اظہار کرتے ہیں،ایسی عبقری شخصیت کا مالک آفاقیت کا طالب نہیں ہوسکتا ہے،اور نہ وہ ہیں،ان کی تصوفانہ رمق اس بات کی عادی نہیں ہوسکتی،مولانا موصوف کی شخصیت علویانہ اور عکس فدویانہ ہے یہ ان کی دلدائیگی بزم رضائے مصطفیٰ سے وابستگی کا تمہید وتہنیت ہے،خدا ان کا مرتبہ اور بلند کرے،اور ان کے توسط سے زیادہ بہتر خدمت ملک وملت انجام پذیر ہوں،ہم سب کی اللہ رب العزت سے یہی دعاء کرتے ہیں خدمات عالیہ کے طفیل انہیں قبر کی منزل آسان سے آسان تر بنائے۔(آمین)

☆☆☆

علامہ قاسم علوی کے سانحۂ ارتحال سے دنیائے سنیت بنگال میں عظیم خلا

مفتی رحمت علی تیغی مصباحی (سربراہ اعلیٰ جامعہ عبداللہ ابن مسعود،کلکتہ)

راقم نے مکہ مکرمہ صحن حرم سے ۲۶/دسمبر ۲۰۱۶ءکو اپنے گھر فون کیا تو میری اہلیہ نے بتایا کہ مولانا محمد قاسم علوی صاحب (مٹیابرج) کا انتقال ہوگیا ہے،میں نے ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘ پڑھا اس سانحۂ جانکاہ کی خبر سے مجھے بڑا صدمہ ہوا،کیوں کہ ممتاز العلما کی ذات پورے بنگال میں جماعت اہلسنت کا ایک زبردست سرپرست کی حیثیت رکھتی تھی،آپ آخر وقت تک مجلس علما اسلام بنگال کے سکریٹری جنرل تو تھے ہی ساتھ ہی دوسری تنظیموں کے رہبر ورہنما،قائد وپیشوا اور سرپرست وسربراہ بھی تھے۔

بیشک آپ علما کرام کے درمیان ایک ممتاز مقام کے مالک تھے،تھانہ پولس ،پارٹی،پولیٹکس اور ممبران وارکان کلب کے علاوہ اپنے اور بیگانے اور بوڑھے وبچے سبھی پر یکساں آپ کا رعب ودبدبہ تھا،ملت کی بڑی سے بڑی مہم کو بڑی آسانی سے آپ حل فرمادیتے ،مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان اور فکر رضا کے وفا شعار علم بردار تھے،سیدی اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے سچے لگاؤ کی بین دلیل یہ ہے کہ اپنے ادارے رضائے مصطفیٰ کے زیر اہتمام اعلیٰ حضرت کوئز کا انعقاد کئی سالوں سے کرتے چلے آرہے تھے۔

سرزمین مٹیابرج کلکتہ میں جلوس محمدی کو پروان چڑھانے میں جس قدر آپ نے محنت شاقہ کی ہے،زمانہ چاہ کر بھی بھلا نہیں سکتا،آپ نے دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت اور صیانت وحفاظت کے لئے دار العلوم رضائے مصطفیٰ کو قائم

کیا اور یہ علمی ادارہ بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ دین حنیف مسلک اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کی روشنی میں اشاعت اور تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے۔خدا کرے یہ ادارہ تا قیام قیامت قائم ودائم رہے اور ممتاز العلما کے مشن پر گامزن رہتے ہوئے خدمات دینیہ انجام دیتا رہے۔

پھر میں مقام ابراہیم کے پاس جا کر حضرت ممتاز العلما کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعائیں کیں، ۲۷ر دسمبر کو مدینہ طیبہ پہنچا اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر ممتاز العلما کے لئے خصوصی دعائیں کیں، رب قدیر حضرت ممتاز العلما علامہ الحاج محمد قاسم علوی علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے اور جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)

☆☆☆

نعت شریف (۵)

اے شاہ عرب کملی والے تیرا جو اشارا ہوجائے
ڈوبی ہوئی کشتی پار لگے ہر موج کنارا ہوجائے

واللہ ہمارے دل میں بھی مدت سے تمنا بستی ہے
پرنور سنہری جالی کا اک بارنظارا ہوجائے

محبوب خدا کملی والی دامن کو پسارے مانگوں دعا آؤں
گا میں سر کے بل چل کر اک بار اشارا ہوجائے

دل میں یہ تمنا ہے کب سے مجھ پر بھی تری رحمت
برسے گر اذن ملے در سے طیبہ کا نظارا ہوجائے

مایوس نہ ہو اتنا علوی بس ہاتھ اٹھا اور کر لے دعا
ممکن ہے مدینہ مدفن ہو بخشش کا سہارا ہوجائے

☆☆☆

نقیب الاولیا صوفی رحمت علی علوی

مولانا جنید عالم نظامی فریدی (صدر المدرسین دار العلوم رضائے مصطفیٰ، مٹیا برج کلکتہ)

آپ کا اسم شریف ''محمد رحمت علی علوی'' ہے، اور آپ کا لقب نقیب الاولیا ہے، اہل علم کے درمیان انہیں لقب سے متعارف ہیں، اور عوام میں ماسٹر بابا سے مشہور ہیں، آپ کی پیدائش ڈھلمو ضلع امبیڈکر نگر (یوپی) میں ۱۸۹۰ء میں ہوئی اور وصال مبارک ۴ر ستمبر ۱۹۷۴ء میں مٹیا برج کولکاتا میں ہوا، آپ کا مزار اقدس ایوب قبرستان، اکڑا روڈ، مٹیا برج کلکتہ میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت نقیب الاولیاء علیہ الرحمہ کیونکہ باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے خاندان سے تھے، اس لئے آپ کے اندر بھی حصول کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا، اس لئے آپ اپنے آبائی وطن ڈھلمو کے قرب شاہ زورا تشریف لے گئے اور سات سال تک نابغۂ روزگار ہستیوں سے علم کی تشنگی بجھاتے رہے اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل کئے۔

حضرت نقیب الاولیا اپنے وقت کے عظیم ترین بزرگ قطب الاقطاب عارف باللہ شاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ سے بیعت کی، حضرت قطب الاقطاب اتباع سنت اور احیاء ملت کی وجہ سے اپنے معاصر بزرگان دین میں امتیازی شان رکھتے تھے، حضرت نقیب الاولیا بھی ستھن شریف (رائے بریلی) تشریف لے جاتے۔

علم شریعت کے حصول کے بعد آپ ریاضت ومجاہدہ کی طرف متوجہ ہوئے، جس کے ذریعہ سالک معرفت خداوندی حاصل کرتا ہے، آپ اس کے لئے اپنے اہل وعیال اور احباء و اقرباء سے بہت دور برما کی راجدھانی رنگون کے صحراؤں و بیابانوں میں عبادت الٰہی میں مسلسل تین سال تک مشغول رہے، اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں کلکتہ تشریف لائے اور مٹیا برج کی زمین قدوم میمنت لزوم سے شرف یاب فرمایا، اور دریائے

ہگلی کے کنارے بچالی گھاٹ میں ایک کمرہ میں رہ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے، جب وہاں خلق خدا کا جم غفیر ہونے لگا تو آپ اس جگہ کو بھی ترک کر کے وہیں سے کچھ دوری پر اکڑا روڈ چلے آئے اور آئس کریم کوٹھی میں ایک کمرہ میں رہ کر عبادت وضرریات میں مصروف ہوئے، جہاں آج ایوب نرسنگ ہوم ہے، اس کے بعد تھوڑے ہی فاصلہ پر عثمان کی باڑی میں ایک کمرہ کے اندر مشغول عبادت رہے، ۱۹۴۹ء میں محمد حنیف قریشی کے گھر نزد شعور یہ مسجد مٹیا برج میں تشریف لے گئے جہاں پر اس وقت ٹالی کھولے کی چھوٹی سی مسجد تھی، جہاں مالک زمین کی اجازت کے بغیر نماز پنجوقتہ ادا کی جارہی تھی، حضرت نقیب الاولیاء نے فرمایا کہ وہاں تو نماز ہی نہیں ہوگی تو لوگوں نے مالک زمین کی اجازت سے زمین کو وقف کرائی، پھر آپ نے اس مقام پر ایک عالی شان مسجد کی سنگ بنیاد ۱۹۵۳ء رکھی، اور آپ مسجد ہی کے ایک حجرے میں رہنے لگے، جو آج بعینہ موجود ہے، اور محلے ہی کے مولوی پیار محمد صاحب مرحوم کو مسجد کا خطیب و امام مقرر فرمایا۔ آپ تقریباً ۴۲ر سال تک رشد و ہدایت کا کام انجام دیتے رہے، جس کی وجہ سے سینکڑوں لوگ گمراہیت کے دلدل سے باہر نکلے، آپ تعویذ نویسی اور جھاڑ پھونک سے دور رہتے تھے، جب مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا شخص آپ کے پاس آتا تو اس سے فرماتے داڑھی رکھ لو اور نماز پڑھو، اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام آلام ومصائب کے بادل چھٹ جائیں گے۔

آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں جب کہ کرامت معیار ولایت نہیں، بلکہ استقامت وتصلب فی الدین اصل ہے، اور یہ صفت آپ کے اندر کامل طور پر پائی جاتی تھی، یہاں چند روحانی تصرف کا ذکر کیا جاتا ہے، جو اولیاء اللہ کو من جانب اللہ عطا کیا جاتا ہے۔

☆ مٹیا برج اکڑا روڈ کے باشندے جن کا نام حاجی امیر علی قریشی تھا، ان کے یہاں مسلسل سات لڑکیاں پیدا ئیں، نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے گھر والے ان کی اہلیہ کو لعن طعن کرنے لگے، جن کی وجہ سے زن وشوہر کے درمیان تلخیاں پیدا ہونے لگیں، حاجی صاحب نقیب الاولیا کی بارگاہ میں آئے، اور قدم مبارک پکڑ کر رونے لگے، آپ نے فرمایا

کیوں رو رہے ہو، تو انہوں نے پورا واقعہ گوش گزار کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہیں اولاد نرینہ عطا فرمائے گا، اس کے بعد سات نرینہ اولاد ہوئیں، جب حاجی صاحب کی کی چار نرینہ اولاد ہوئیں اورنہوں نے اس کی اطلاع نہیں دی تو پھر ایک بچی کی ولادت ہوئی، گھبرائے ہوئے معافی تلافی کی تو اللہ تعالیٰ پھر تین اولاد نرینہ عطا کی۔

☆ مٹیا برج کے رہنے والے ڈاکٹر محبت صاحب جو خود بھی ایک بڑے ڈاکٹر اور M,B,S.S. تھے ان کو حلق میں ناسور ہو گیا، کلکتہ کے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے علاج ہوا مگر افاقہ نہیں، اسی درمیان جرمن سے ایک بہت بڑے ڈاکٹر کلکتہ آئے، ہر طرح کی جانچ کے بعد ڈاکٹر نے لاعلاج بیماری قرار دیا، اور اپنے تجربہ کی بنیاد پر اس نے کہا کہ زندگی کے ایام صرف چھ ماہ رہ گئے ہیں، یہ سن کر ڈاکٹر محبت خاں اور ان کے گھر والے مایوسی کے عالم میں حضرت نقیب اولیاء کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ کہہ سنایا، حضرت نے تمام باتوں کو سننے کے بعد فرمایا زندگی اور موت کا حقیقی وقت اللہ تعالیٰ سے بہتر کوئی نہیں جانتا، بس! اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس نسخہ پر عمل کرو، ان شاء اللہ ضرور افاقہ ملے گا، وہ یہ ہے کہ پانچوقت نماز کی پابندی سے ادا کرو اور ہر فجر کی نماز کے بعد کچھ آیات کریمہ کی تلاوت کرلیا کرو اور بعد تلاوت پانی پر دم کر کے پی لیا کرو ان شاء اللہ قرآن مقدس کی تلاوت سے اللہ تعالیٰ ضرور اس بیماری سے نجات عطا فرمائے گا، ڈاکٹر محبت صاحب اس نسخہ پر عمل کرنا شروع کیا، چھ ماہ کیا، الحمد اللہ! ۲۴ رسال تک اس دھرتی پر چلتے پھرتے رہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کی تلاوت کے طفیل اس مہلک بیماری سے نجات عطا فرمائی۔

وصال سے ایک ہفتہ قبل آپ نے اپنے چند معتقدین ماسٹر محمد رفیع صاحب، نور محمد انصاری، منصور احمد، عبد الرشید سابق کمشنر، میونسپلٹی، کلکتہ سے فرمایا کہ موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں، کب آجائے یہ چار ہزار رقم رکھ لو، اور میری زوجہ کو ہر ماہ پچاس روپۓ ارسال کرتے رہنا، پہلے تو لوگ نے انکار کیا، جب آپ کا اصرار بڑھا تو ان لوگوں نے وہ رقم

لے لی، اس کے ایک ہی ہفتہ کے بعد آپ کا وصال ہو گیا، حکم کے مطابق ہر ماہ پچاس روپۓ ارسال کرتے رہے، آپ آخری پچاس روپۓ ارسال کیا گیا، ٹھیک اس کے دس دنوں کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ نے اس دنیا کو خیر باد کہا۔ تب معتقدین پر اس بات کا انکشاف ہوا کہ آپ نے صرف چار ہزار روپۓ ہی کیوں دیا نہ زائد نہ کم۔ حضرت نقیب اولیاء کا مزار اقدس ایک ٹالی کھولے کے چھپر کے سائے میں تھا، جب آپ کے شہزادے حضرت علامہ مولانا محمد قاسم علوی مدظلہ العالی ۱۹۷۶ء میں کلکتہ تشریف لائے اور لال مسجد میں منصب امامت وخطابت پر فائز ہوئے تو حضرت کے کچھ معتقدین نے آپ سے عرض کیا مزار شریف کا عالی شان تعمیر کام کروایا جائے، علامہ قاسم علوی صاحب مزار پر تشریف لائے اور فاتحہ خوانی کے بعد عرض گزار ہوئے اگر آپ اسی طرح رہنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ خود ہی مزار کی تعمیر کے اسباب مہیا فرمادیں، اس کے ایک ہفتہ کے بعد ڈاکٹر عبد الخالق کے والد گرامی جناب منور صاحب نے ایک خط مولانا قاسم علوی صاحب کو لکھ بھیجا کے زکریا اسٹریٹ کے سیٹھ ابراہیم اوران کے رفقا حضرت نقیب اولیا کے مزار پر آئے تھے اور وہ لوگ آپ سے ملاقات کے متمنی ہیں، اور وہ لوگ مزار اقدس کی تعمیر کروانا چاہتے ہیں، ملاقات کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ سیٹھ ابراہیم صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ صفت انسان تشریف لائے اور اپنے مزار کی جگہ دکھلائے اور یہ مسلسل تین دنوں تک دیکھتے رہے، اور ہم فوراً کلکتہ کے لئے ماریشش سے کلکتہ کے لئے رخت سفر باندھا، اور حضور نقیب اولیاء کے مزار اقدس پر حاضری دیا اور حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ وہی جگہ ہے جو ہم نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس طور مزار مقدس تعمیری مراحل سے گزرا۔ دوران تعمیر آپ کے مزار خادم کلیم اللہ قریشی نے کی اچانک مزار اقدس کے سوراخ پر پڑی اس نے جب اس سوراخ میں جھانکا تو حیرت زدہ ہو گیا کہ قبر انور میں روشنی ہے اور کفن تر وتازہ نظر آرہا ہے اس نے فوراً آپ کے شہزادے علامہ علوی سے کہا انہوں نے بھی چشم دید یہ واقعہ بیان فرمایا اور فوراً اس سوراخ کو بند کر دیا گیا یہ واقعہ وصال کے ٹھیک پانچ

سال کے بعد ۱۹۷۹ء کا ہے یہ واقعہ بدمذہبوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت نقیب اولیاء کو ایک نرینہ اولاد کی دولت سے سرفراز فرمایا تھا، ایک ولی کامل لڑکا اپنے زمانے کا ممتاز العلما اور نباض قوم وملت بن کر چمکا اور اپنے تمام متاع عزیز کو اسلام کے فروغ، جماع اہلسنت کی اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج پر قربان کر کے سوئے جنت ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کرے (آمین) بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شعیب الاولیاء حضرت شاہ یار علی علوی علیہ الرحمہ

مولانا راشد علوی (جانشین ممتاز العلما علامہ قاسم علوی)

حضور شعیب الاولیا صوفی شاہ یار علی علوی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکت اور آپ کی عالی نسبی اپنی جگہ شان بان کے ساتھ نمایاں ہے، آپ نے پوری زندگی مسلک اہلسنت کی اشاعت میں نچھاور کر دی اور تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کرنے کے لئے اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ عبدالطیف ستھنوی علیہ الرحمہ اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے خواب میں اشارہ کرنے کی وجہ سے ''دار العلوم فیض الرسول'' کو براؤں شریف میں قائم کیا اور وقت کے عظیم علما اور مشائخ ومفتیان کی خدمات حاصل کر کے تعلیمی میدان میں دارالعلوم کو بلندی تک پہنچایا، الحمد! اس دارالعلوم میں شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ، بدر العلما علامہ مفتی بدرالدین قادری رضوی گورکھپوری علیہ الرحمہ، فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ صابر القادری نسیم بستوی علیہ الرحمہ، مفتی قدرت اللہ رضوی علیہ الرحمہ جیسے قابل اساتذہ کرام نے علوم نبویہ سے طلبا کو آراستہ وپیراستہ کیا۔

حضور شعیب الاولیا علیہ الرحمہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج اشاعت اپنے لئے حرز جان سمجھتے تھے، یہی سبب ہے کہ ان کی خانقاہ کے دروازہ پر مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان اور نقیب رضویت تحریر ہے، آپ سے اور سرکار مفتی اعظم ہند سے دیرینہ تعلقات تھے، حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ آپ کے تقویٰ وطہارت اور دینی، علمی، ملی اور سماجی

خدمات سے بہت متاثر تھے، نجی محفلوں میں جب اس طرح کا ذکر شروع ہوتا تو حضرت شعیب الاولیا کا ذکر جمیل بہت اچھے پیرائے میں فرمایا کرتے تھے۔

حضرت شعیب الاولیا علیہ الرحمہ عارف باللہ حضرت صوفی شاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے اپنے آپ کو مشرف کیا، اور حضرت شاہ عبد اللطیف علیہ الرحمہ نے آپ کی پاکیزہ زندگی سے متاثر ہو کر بزرگوں کی امانتیں سپرد کیں اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

ہمارے والد گرامی نباض قوم وملت ممتاز العلما حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قاسم علوی علیہ الرحمہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کے دست کرم سے منسلک تھے اور آپ کے شہزادے یعنی میرے پیرومرشد حضور خلیفہ صاحب حضرت شاہ صوفی صدیق احمد علوی علیہ الرحمہ کے پہلے خلیفہ تھے، جیسا کہ میرے مرشد اجازت اور شہزادہ خلیفہ صاحب حضرت علامہ مولانا الحاج مختار احمد رضا علوی مدظلہ العالی نے والد گرامی علیہ الرحمہ کے فاتحہ چہارم کے موقع پر دوران خطاب فرمایا تھا کہ ''میرے والد گرامی شہزادۂ شعیب الاولیا حضرت خلیفہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنا پہلا خلیفہ ہونے کا شرف کسی کو بخشا ہے'' تو وہ ممتاز العلما مولانا محمد قاسم علوی صاحب علیہ الرحمہ ہیں۔

حضور شعیب الاولیا کے سلسلہ کا فیضان آپ کے شہزادے حضرت علامہ عبد القادر علوی مدظلہ العالی، آپ کے نبیرۂ حضرت علامہ مختار احمد رضا علوی مدظلہ العالی سے ساری وجاری ہے۔

آپ کی رحلت جماعت اہلسنت کا عظیم خسارہ ثابت ہوا، حضرت مفتی اعظم ہند، حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ حضرت برہان ملت جبلپوری علیہ الرحمہ، حضرت ریحان ملت بریلوی علیہ الرحمہ اور دوسرے اکابرین اہلسنت نے تعزیتی کلمات میں آپ کی رحلت کو پوری جماعت کا خسارہ قرار دیا، اللہ تعالیٰ داوامرشد حضور شعیب الاولیاء کے فیضان سے ہم غلاموں کو مالا مال فرمائے اور ان کی مرقد پر تا قیامت رحمت ونور کی بارش برسے۔

☆☆☆

مظہر شعیب الاولیا علامہ صدیق احمد یار علوی علیہ الرحمہ

مولانا شبیر احمد علوی بہرائچی

گل گلزار قادریت ،شمع شبستان چشتیت ،، مظہر شعیب الاولیاء حضرت مولانا صوفی الشاہ محمد صدیق احمد قادری چشتی المعروف خلیفہ صاحب قبلہ شریعت وطریقت کے عظیم منصب پر فائز تھے۔مظہر شعیب الاولیا حضرت خلیفہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی سلسلہ انہیں بزرگوں اور اللہ والوں سے ملا ہوا تھا، جن کے حسن اخلاق اور اعلیٰ کردار پر روشنی ڈالی جاچکی ہے۔اسی نسبت سے آپ نے اپنی پوری زندگی رشد وہدایت اور دینی تعلیم وتربیت کے لئے مسلسل کوششیں فرماتے رہے اور ہر آنے والے دقت اور پریشانی کو برداشت کرتے ہوئے وہ دینی وملی خدمات انجام دئے ،جن کی سخت ضرورت تھی اور آنے والی نسلوں کے لئے وہ روکاوٹیں ودشواریاں مٹادیں جو آگے بڑھنے والے عزم وحوصلہ کو پست کردیں،آپ نے دینی معاملہ میں کسی کی رورعایت کرنے کے بجائے اس کی اصلاح وتفہیم پر زیادہ زور دیا،لیکن کسی بدمذہب اور دشمن عناصر سے سمجھوتہ نہیں کیا، حق کہنا اور باطل کو مٹانا علامت زندگی قرار دیا تھا،جس کی عمدہ چھاپ سے فاسقوں ، فاجروں اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے توحید ورسالت سے غافل لوگ شریعت نبوی کی روحانی چھاؤں میں پہنچنے لگے،اور آپ کا ایک ایک نقش قدم اس راہ کے مسافروں کے حق میں چراغ منزل اور مینارۂ نور بن گیا۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے حسین سنگم تھے جہاں قادریہ چشتیہ سہروردیہ اور نقشبندیہ تمام سلاسل کی لہریں آکر ملتی ہیں،اوران کی شبنمی پھواریں ہر نسبت رکھنے والے کو لطف اندوز کرتی ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ انتہائی درجہ خوددار اور غیرت مند شخص تھے،کبھی آپ نے اپنی خودداری کا سودا نہیں کیا،آپ کے مریدین اور ملنے والوں

میں سینکڑوں لکھپتی اور کروڑ پتی آدمی تھے،مگر کسی سے کسی چیز کی طلب نہیں کی ، اور نہ ہی بندھے لفظوں میں اشارہ کیا،علما کرام اور مفتیان اعظام کا بے حد احترام کیا کرتے تھے، اور بعض علما کرام کو میں نے انہیں چومتے دیکھا ہے،اور وہ حضرات حضرت خلیفہ صاحب علیہ الرحمہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

علامہ نسیم احمد بستوی علیہ الرحمہ ’’تذکرۂ شعیب الاولیاء‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں’’ حضرت خلیفہ صاحب کئی سال سے علیل چل رہے تھے،لیکن علالت اور جسمانی نقاہت کے باوجود آپ کے معمولات میں ذرا برابر فرق نہیں آیا، براؤن شریف خانقاہ میں تشریف فرما ہوں یا سفر میں ہر جگہ اور ہر حال میں نماز پنجگانہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرتے ،آپ اپنے سفر میں کم سے کم دو آدمی اس لئے رکھتے تھے کہ باجماعت نماز ادا کرسکے، یہاں تک کہ حج بیت اللہ شریف جاتے وقت بھی اس مقصد کے تحت اپنے ساتھ دو لوگوں کو لئے گئے تھے‘‘

حضرت خلیفہ صاحب نماز چاشت ، نماز اشراق، اور نماز اوابین بلا ناغہ ادا فرماتے تھے، نیز نماز تہجد پہ بھی مداومت برتتے تھے،لیکن ضعیفی کے عالم میں حضرت شعیب الاولیا کے اشارے پر اس کو ترک دیا تھا۔

حضرت خلیفہ صاحب علیہ الرحمہ صبح نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے ،نماز کے بعد عقیدت ومحبت میں جھوم جھوم کر پیغمبر اسلام ﷺ ،اہلبیت اطہار، جملہ صحابہ کرام، اور آئمہ دین پر صلاۃ وسلام پڑھتے ، پھر قرآن شریف پڑھ کر اور شجرہ شریف پڑھ کر بزرگان دین کی بارگاہ میں فاتحہ خوانی اور نماز اشراق ادا کرتے تھے،اس کے بعد ناشتہ سے فارغ ہوکر دلائل الخیرات شریف اور تسبیح پڑھتے رہتے ، یہاں تک کہ نماز چاشت ادا فرماتے ،اس کے بعد گرمی میں مسجد سے باہر نکلتے اور کبھی کبھی وہیں بیٹھے لوگوں کو نصیحت اور شرعی باتیں سمجھاتے رہتے ،اور کھانا تناول فرما کر پھر نماز ظہر کے لئے مسجد تشریف لے جاتے اور سردی میں نماز چاشت کے بعد ذکر درود تسبیح پڑھتے رہتے پھر اول وقت میں نماز ظہر ادا فرما کر گھر میں کھانا تناول فرماتے پھر نماز عصر کے لئے مسجد میں رونق افروز ہوتے ،

نمازمغرب پڑھنے کے بعد نماز اوبین، ختم قادریہ اور ختم خواجگان پڑھتے پھر ذکر خفی وجلی فرماتے یہاں تک کہ نماز عشاء کی نماز سے
فارغ ہونے کے بعد کھانا تناول فرماتے اور لوگوں کو نصیحت آمیز باتیں کرتے۔آپ کے انتقال کے بعد دیکھا گیا کہ انگوٹھا بیچ والی انگلی کے پورے سے ٹکا ہوا حصار بنائے ہوئے ہے اور اسی حالت میں دنیا سے کوچ کر گئے۔

☆☆☆

ذوی الاحترام اساتذہ کرام

مولانا محمد شاہد القادری (کلکتہ)

☆ شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ

حضرت شیخ العلما علامہ مفتی الشاہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء بمقام کریم الدین پور، گھوسی ضلع مئو ہوئی، ابھی آپ آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہوگئے، چونکہ کوئی موروثی جائداد نہ تھی اور نہ ہی آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ تھا اس لئے آپ کی والدہ مرحومہ کے سر یکبارگی گھر کی تمام ذمہ داریوں کا بوجھ آپڑا، کنبہ تین افراد (شیخ العلما، علامہ غلام یزدانی (برادر اصغر) والدہ ماجدہ) پر مشتمل تھا۔ایسے کٹھن وقت میں آپ کی والدہ ماجدہ مغفورہ نے نہایت ہی ہمت و حوصلہ سے کام لیا، اور گھریلو صنعت کے ذریعہ آمدنی کے وسائل پیدا کئے اور اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا بار گراں اپنے کاندھے پر لیا۔

حضرت شیخ العلما نے ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں حاصل کی، پھر عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابوں کا درس گھوسی، کوپا گنج اور مبارکپور کے مختلف مدرسوں میں لیا، اس کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت صدر الشریعہ کے ہمراہ ۱۳۳۹ھ میں بریلی شریف گئے، اور دار العلوم منظر اسلام میں داخلہ لیا، اور وقت کے ممتاز العلما کرام اور لائق و فائق اساتذہ کرام مثلاً حضرت صدر الشریعہ، علامہ حسنین رضا خاں، مولانا عبد العزیز بجنوری علیہم الرحمہ سے تفسیر وحدیث، فقہ واصول، علم کلام، منطق وفلسفہ اور صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں، ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں حضرت صدر الشریعہ کے ہمراہ اجمیر مقدس تشریف لے گئے، جہاں جامعہ عثمانیہ میں حضرت صدر الشریعہ، مولانا عبد الحیٔ افغانی، مولانا عبد اللہ افغانی سے میر زاہد، مختصر المعانی اور چند دوسری کتابیں پڑھیں، سالانہ امتحان میں آپ نے اول پوزیشن حاصل کی، پھر دوسرے سال جامعہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ تشریف لے گئے اور مولانا

عبدالباری فرنگی محلی، مولانا عنایت اللہ، مولانا صبغۃ اللہ مولانا قطب الدین صاحبان سے شرح عقائد، دیوان متنبّی، حماسہ، سبعہ معلقہ، مدارک التنزیل، مسلم الثبوت، صدرا، حمد اللہ، پڑھیں، سالانہ امتحان میں آپ نے امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی، جس سے خوش ہوکر علامہ فرنگی محلی نے ۹؍روپئے ماہانہ وظیفہ مقرر کردیا۔

۱۳۴۵ھ میں دورۂ حدیث کے لئے بریلی شریف تشریف لے گئے، اور دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لے کر سرکار حجۃ الاسلام علامہ مفتی الشاہ حامد رضا خاں محدث بریلوی اور استاذ الاساتذہ علامہ رحم الٰہی منگلوری سے بخاری شریف، مسلم شریف، ابو داؤد شریف، بیضاوی شریف، توضیح وتلویح کا درس لیا اور اسی سال شعبان ۱۳۴۵ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد حضور شیخ العلما علیہ الرحمہ نے اپنے تمام عمر علوم اسلامیہ کی تدریس میں گزار دی، بحیثیت مدرس سب سے پہلے آپ کا تقرر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں ہوا، پھر مدرسہ محمدیہ امروہہ (مرادآباد) میں بحیثیت نائب صدر المدرسین آپ کا تقرر ہوا، یہاں آپ نے سات سال تک تدریسی فرائض انجام دئے، اس کے بعد مدرسہ محمدیہ ویلور مدراس تشریف لئے گئے مگر وہاں کی آب وہوا آپ کوراس نہ آئی، اس کے بعد مدرسہ محمدیہ ویلور مدراس تشریف لئے گئے مگر وہاں کی آب وہوا آپ کوراس نہ آئی، ایک سال قیام کے بعد دوبارہ امروہہ تشریف لئے آئے، ایک سال گزار کر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم سے مدرسہ احسن المدارس کانپور تشریف لے گئے، جہاں چھ سات سال تک تدریسی خدمات وتبلیغی خدمات انجام دیتے رہے، کانپور کے بعد مدرسہ قادریہ برکاتیہ ضلع ایٹہ (یو، پی) میں ایک سال تک تدریسی خدمات انجام دئے، اور ۱۳۶۲ھ میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ کو جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف میں تدریسی فرائض انجام دینے کے لئے بلا لیا، یہاں پانچ سال تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۶۶ھ میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں آپ کا تقرر رہا، ۷؍سال تدریسی

فرائض انجام دینے کے بعد ۱۳۷۳ھ میں جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لئے مگر وہاں کی نامساعد آب وہوا کی باعث دوبارہ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حکم پر مظہر اسلام بریلی شریف آگئے جہاں ۵؍سال تک تشنگان علوم اسلامیہ کو سیراب کرتے رہے، ۱۳۷۹ھ میں دار العلوم فیض الرسول براؤن شریف (بستی) میں بحیثیت شیخ الحدیث آپ کی تقرری ہوئی یہاں زندگی کے آخری لمحات تک فرائض تدریس انجام دیتے رہے، حضرت کو اس سر زمین سے قلبی اور روحانی وابستگی تھی، ممتاز العلما علامہ مولانا قاسم علوی (کلکتہ) حضرت شیخ العلما قدس سرہ العزیز کی بارگاہ عالی میں دار العلوم فیض الرسول براؤن شریف میں زانوئے ادب تہہ فرما کر تقریبا دوسال تک منتہی کتب پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت شیخ العلما قدس سرہ العزیز کو حضرت سید الشاہ محمد اسماعیل قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا اور حضرت تاج العلما علامہ شاہ اولاد رسول برکاتی مارہروی، حضرت صدر الشریعہ اور حضرت عزیز العلما رامپوری سے اجازت و خلافت حاصل تھی،

آسمان علم فن کا چمکتا ہوا سورج چند ماہ علالت کے بعد ۶؍ربیع الاول ۱۳۹۷ھ؍ ۲۵؍فروری ۱۹۷۷ء بروز جمعہ اپنے وطن مالوف میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

☆شمس العلما علامہ قاضی شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ

آبائی وطن جونپور میں آپ کی ولادت ہوئی، جعفری زینبی نسب ہے، شاہان شرقی میں آپ کے آباء واجداد منصب قضا پر فائز تھے، ابتدائی تعلیم مدرسہ حنفیہ جونپور میں ہوئی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں انگلش میں فائنل کیا، انگریزی تعلیم کی تکمیل کے بعد عربی کا شوق ہوا، اور حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ سے کسب فیض کے لئے جامعہ نعیمیہ مرادآباد حاضر ہوئے، اور آپ سے درس نظامیہ کا متعدد کتابوں کا درس لیا، فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قادری رضوی قدس سرہ کے درس کی شہرت سن کر بہت سارے طلبا کے ساتھ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر

مقدس پہنچے، انتہائی ذوق وشوق اور کمال انہماک ویکسوئی سے اساتذہ دارالعلوم سے درس نظامیہ کی کتب متوسطات پڑھیں، معقولات ومنقولات کی منتہی کتب اور حدیث پاک کی تکمیل فقیہ اعظم ہند صدرالشریعہ سے کی، ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ وہاں سے مستعفی ہوکر چالیس طلبا کے ہمراہ جو اپنے دور کے اکابر علما میں شمار کئے جاتے ہیں دارالعلوم منظر اسلام تشریف لائے تو آپ بھی آنے والے تلامذہ میں شامل تھے، دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۳۵۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام علامہ الشاہ مفتی حامد رضا خاں قادری قدس سرہ اور دیگر علماء اہلسنت کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت حاصل کی۔

زمانہ تعلیم ہی سے آپ کی ذہانت وفطانت اور حاضر جوابی بے مثل تھی، یہی وجہ تھی کہ اپنے رفقاء درس میں ''خیرالاذکیاء'' سے مشہور تھے، حضرت صدرالشریعہ سے بہت زیادہ قربت حاصل تھی، فراغت کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دارالعلوم منظرحق ٹانڈہ اور مدرسہ حنفیہ جونپور میں درس دیا۔ آخرالذکر دو مدارس میں صدرالمدرسین کے منصب پر فائز رہے، بعدہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں منصب صدارت کی زینت بنے، ۱۳۹۴ھ میں جب حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی تعمیری سرگرمیوں کی بناء پر تدریسی فرائض سے جب الگ ہوئے تو الجامعۃ الاشرفیہ میں شیخ الحدیث کے لئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی اور جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس کے اراکین ومدرسین کے اصرار کے باوجود بحیثیت شیخ الحدیث حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے الجامعۃ الاشرفیہ میں آپ ہی کا تقرر فرمایا، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء تک آپ نے بہت ہی انہماک اور حسن وخوبی کے ساتھ شیخ الحدیث کے فرائض انجام دئے، مگر جامعہ رضویہ کے اراکین اور احباب کے پیہم اصرار اور مسلسل سفارشات سے مجبور ہوکر جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس تشریف لے گئے، جہاں آخری عمر تک مسند صدارت پر جلوہ افروز رہے۔

آپ کی تصنیفات میں قانون شریعت دوجلدوں میں بہار شریعت کا اقتباس

ہے، بہت مشہور اور خاص وعام میں مقبول ومعروف ہوئی، فن منطق میں ''قواعدالنظر فی مجانی الفکر'' اور علم نحو میں ''قواعد کا عراب'' بھی آپ کے وفور علم پر دال ہیں، دس سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کی اور حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے اجازت و خلافت حاصل کی۔

شب جمعۃ المبارکہ یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۱ء کو بنارس میں علم وحکمت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا، اور اپنے آبائی وطن جونپور میں مدفون ہوئے۔

☆ بدرالعلما علامہ مفتی بدرالدین رضوی علیہ الرحمہ

عاشق رضا بدر العلما علامہ مفتی بدر الدین قادری برکاتی رضوی قدس سرہ العزیز بن عاشق علی بن احمد حسن بن غلام نبی بن محمد نادر صدیقی **علیہم الرحمہ** کی ولادت باسعادت ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء اپنے ننھیال موضع حمید پور ضلع گورکھپور ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ شاہ پور گورکھپور میں حاصل کی، اس کے بعد حضرت والد محترم جناب عاشق علی مرحوم نے مدرسہ انوارالعلوم قصبہ جین پور (اعظم گڑھ) میں داخلہ کرادیا یہاں حضرت علامہ سید خلیل احمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر کسب علم کرتے رہے، اور اعلیٰ تعلیم کے لئے شوال المکرم ۱۳۶۷ھ/ستمبر ۱۹۴۸ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور (اعظم گڑھ) تشریف لے گئے، جہاں علم وفضل کا بحر بیکراں علوم نبویہ سے تشنگان کا علمی پیاس بجھا رہا تھے، جنہیں زمانہ خلیفہ وتلمیذ صدرالشریعہ حضور حافظ ملت علامہ الشاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کہتا ہے۔ بارگاہ حافظ ملت میں چار سال رہ کر درس نظامیہ کی منتہی کتب پڑھنے کا شرف حاصل کیا اور ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء دستار فضیلت سر پر باندھا گیا اور سند فراغت حاصل کی۔ آپ نے جن آفتاب علم وحکمت سے اپنی علمی تشنگی بجھائی ہیں ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں:۔ حضور حافظ ملت علامہ الشاہ عبدالعزیز محدث مبارکپوری (م ۱۳۹۶ھ) حضرت شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ (۱۳۹۷ھ) افضل

العلما حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۱ھ) شیخ الحدیث سلطان الواعظین علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ (م ۱۴۰۴ھ) شیخ القراء حضرت علامہ قاری محبی اعظمی قدس سرہ (م ۱۹۹۶ء) حضرت مولانا خلیل احمد کچھوچھوی قدس سرہ۔

آپ نے دور طالب علمی ہی میں درس وتدریس کا آغاز کردیا تھا، بحکم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جونیئر طلباء کو عربی کی تعلیم دیتے تھے، تعلیمی فراغت کے بعد موضع کوٹواری ضلع بلیا تدریس کے لئے تشریف لے گئے، چند سالوں کے بعد یہاں سے حضرت حافظ ملت کے حکم سے مدرسہ انجمن معین الاسلام ضلع بستی کے لئے رخت سفر باندھا، ڈھائی سال تک قیام رہا پھر نامساعد حالات کے بعد مدرسہ کو خیر باد کہا، ٹھیک چار ماہ کے بعد حضور شعیب الاولیا سرکار صوفی یار علی چشتی قدس سرہ (م ۱۳۸۷ھ) کے اشارے پر دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف تشریف لے گئے، تقریباً انیس سال تک اس دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ مدرسے کا الحاق ہونے کے بعد مستعفی ہوگئے، اور مدرسہ غوثیہ سدھارتھ نگر والوں کی گزارش پر وہاں تشریف لے گئے اور تادم حیات یہیں رہے۔ سینکڑوں طلبا علوم اسلامیہ نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر کسب تعلیم کی، جن میں چند کے اسماء یہ ہیں حضرت مولانا نعیم الدین صدیقی رضوی علیہ الرحمہ (برادر اصغر) مفتی قدرت اللہ رضوی علیہ الرحمہ، مولانا غلام عبدالقادر علوی، مولانا سید انجم عثمانی، مولانا مختار احمد رضا علوی، ممتاز العلما علامہ محمد قاسم علوی (کلکتہ)

حضرت بدرالعلما علامہ مفتی بدرالدین قادری رضوی گورکھپوری قدس سرہ العزیز نے نسبت قادریت کو حاصل کرنے کے لئے قطب زماں عارف باللہ حضور مفتی اعظم ہند علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ ہوکر فیض غوث الوریٰ سے مالامال ہوئے۔ تقویٰ وطہارت اور تصلب فی الدین کی بنیاد پر حضرت مفتی اعظم ہند اور دیگر اکابرین کی نظر میں محبوب تھے، اسی وجہ کر حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت شیر بیشۂ اہلسنت

علامہ مفتی حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنوی قدس سرہما نے شرف اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور بزرگوں کا عطا کردہ وظائف اوراد بھی عنایتیں کیں۔ عارف باللہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کے فیوض وبرکات سے مستفیض تھے۔ ان انعامات میں سے آپ نے استاذی الکریم حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ فاروق احمد قادری رضوی نوری مدظلہ العالی کو (گوہردھن پور، سیتامڑھی، بہار) کچھ حصہ عطا فرمایا اور شرف خلافت سے بھی نوازا۔

حضرت بدرملت علامہ بدرالدین علیہ الرحمہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنی تحریرات کو بھی ذریعہ بنایا اور وقت ضرورت ان تحریرات کو امت مسلمہ کی رہنمائی کیلئے زیور طباعت سے آراستہ کرایا، وہ حسب ذیل ہیں:۔

☆ سوانح اعلیٰ حضرت: چودہویں صدی کے مجدد اعظم سیدنا امام احمد محدث بریلوی قدس سرہ کی حیات طیبہ پر بہت ہی مستند اور قابل مطالعہ کتاب ہے۔ ☆ فیض الادب (اول، ثانی) عربی درجات کے مبتدی طلبا کے کے لئے بہت ہی مفید وکارآمد کتاب ہے۔

☆ تعمیر ادب (اول تا پنجم) نونہالان اسلام کے لئے اردو زبان سیکھنے اور ساتھ ہی عقائد اہلسنت اور اکابرین امت کے نورانی واقعات سے آگاہ کرنا۔ ☆ تعمیر قواعد (اول، دوم) اردو کے مبتدی طلباء کے لئے اردو کے گرامر سے واقفیت کرانا ☆ سوانح غوث وخواجہ: سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ اور سیدنا خواجہ پاک رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ زندگی پر مشتمل بابرکت کتاب، ان کے علاوہ جواہر المنطق، تلخیص الاعراب، مضامین بدرملت، مکتوبات بدرملت وغیرہ۔

جماعت اہلسنت کا عظیم فقیہ بعمر ۶۳ رسال یوم جمعہ گزار کر افطار اور نماز مغرب سے فارغ ہوکر ۸ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ / ۱۳ رمارچ ۱۹۹۲ء ۷ ربج کر ۴۰ رمنٹ پر رب حقیقی سے جاملا۔

☆فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ

حضرت فقیہ ملت مفتی محمد جلال الدین قادری برکاتی رضوی امجدی قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کو اوجھا گنج ضلع بستی کے ایک دیندار گھرانے میں ہوئی۔

حضرت فقیہ ملت نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں اوجھا گنج ضلع بستی میں حاصل کی، ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۴ء میں بعمر دس سال قرآن مقدس کا حفظ کیا، حفظ کی تکمیل کے بعد مدرسہ التفات گنج امبیڈکر نگر تشریف لے گئے، اور یہاں سے مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ناگپور گئے جہاں علم وفن کا بحر بیکراں مناظر اعظم ہند حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی بارگاہ قدس میں زانوئے ادب تہہ فرما کر علوم عقلیہ ونقلیہ یعنی فقہ، حدیث، تفسیر کے فنون کو پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ اور ۱۴/شعبان ۱۳۷۱ھ/۱۹/مارچ ۱۹۵۲ء مقدس علما کرام کے دست کرم سے سر پر دستار فضیلت سجی اور سند فراغت تفویض کی گئی۔ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (م ۲۰۰۰ء) کے علاوہ مولانا عبدالرؤف التفات گنجوی، مولانا عبدالباری، مولوی زکریا اوجھا گنجوی علیھم الرضوان سے بھی اسباق پڑھنے کا موقع ملا۔

تعلیمی فراغت کے بعد آپ نے اپنے اساتذہ کرام سے علوم نبویہ میں سے جو کچھ حاصل کیا تھا اسے تشنگان علوم اسلامیہ تک پہنچانے کے لئے اپنا قائم کردہ ادارہ دوبولیا بازار ضلع بستی میں تعلیمی سلسلہ کا آغاز فرمایا، اسی دوران استاذ مکرم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے حکم پر جھارکھنڈ کا مرکزی سنی ادارہ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور ٹاٹا تشریف لے گئے، جہاں چار پانچ ماہ تعلیم دینے کے بعد مدرسہ قادریہ رضویہ ضلع بستی میں درس وتدریس کی خدمات انجام دینے لگے، کچھ دنوں کے بعد مدرسہ کے حالات ناسازگار ہونے کے سبب دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کے لئے رخت سفر باندھا، تقریباً چالیس سال تک علم وفن کے ہنر سے طلباء علوم نبویہ کو آراستہ کرتے رہے۔ عمر شریف کے آخری ایام میں اپنے گاؤں میں افتاء نویسی کی تربیت کے لئے ایک مضبوط نصاب کے ساتھ دارالعلوم

امجدیہ اہلسنت ارشد العلوم اوجھا گنج میں قائم فرمایا، اس وقت یہ مدرسہ اپنی نوعیت کا پورے ہندوستان میں جماعت اہلسنت کا واحد مدرسہ ہے، تا عمر عزیز تربیت افتا پر مامور رہے۔

ان ایام میں آپ کی بارگاہ عالی سے علمی تشنگی بجھانے والوں میں سے چند کے اسماء یہ ہیں: مولانا انوار احمد امجدی، مولانا شریف الحسن قادری، مفتی ابرار احمد امجدی، علامہ مولانا محمد قاسم علوی (کلکتہ) مفتی لیاقت علی رضوی کشی نگر، مولانا مختار احمد رضا یار علوی وغیرہ۔

آپ کا دور طالب علمی تھا کہ منبع علم وحکمت صدر شریعت خلیفہ وتلمیذ اعلیٰ حضرت حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی الشاہ محمد امجد علی قادری رضوی اعظمی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ عالی جاہ میں ۲۹/جمادی الاول/۱۹۴۸ء حاضر ہو کر شرف بیعت سے خود کو مشرف کر کے سلسلہ قادریہ رضویہ کی نسبت سے مالا مال ہوئے۔ اور قادری غلامی کا پٹہ گلے میں ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت فقیہ ملت قدس سرہ العزیز کو علوم نبویہ کی عظیم تاج ذریں عطا کی تھی کہ فقہ نگاری، نثر نگاری، تقریظ نگاری، ترجمہ نگاری، حاشیہ نگاری میں ید طولیٰ حاصل تھا، جب ایک قاری حضرت قدس سرہ کی کتابوں کا مطالعہ بہت ہی چاؤ سے کرتا ہے تو یہ تمام دعوے آئینہ کی طرح صاف وشفاف نظر آنے لگتے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے فتاویٰ فیض الرسول، فتاویٰ فقیہ ملت، فتاویٰ برکاتیہ، انوار شریعت، خطبات محرم، انوار الحدیث، نورانی تعلیم، گلدستہ مثنوی، غیر مقلدین کا فریب، حج وزیارت، معارف القرآن، اور بزرگوں کے عقیدے میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

جماعت اہلسنت کا یہ عظیم داعی ۳/جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ/اگست ۲۰۰۱ء میں اپنے چاہنے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روتا بلکتا چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوا، آپ کی نماز جنازہ حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی قادری مدظلہ العالی (نائب قاضی القضاۃ فی الھند) نے پڑھائی اور اپنے ہی ادارہ کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔

☆مفتی محبوب اشرفی مبارکپوری علیہ الرحمہ

محبوب العلما حضرت علامہ مفتی الشاہ محبوب اشرفی مصباحی مبارکپوری کی

ولادت مبارکہ ۱۹۱۷ء میں جناب عبداللہ بن فرید کے گھر ہوئی، ناز ونعم کے ساتھ پالے گئے، صحت وتوانا جسم، عالمانہ لباس، شیروانی علی گڑھی پاجامہ، سلیم شاہی جوتا، خوبورت پھولدار دوپلی ٹوپی، گلے میں رومال، آنکھوں میں سرمہ کی رنگت، لبوں پر پان کی سرخی، ہاتھ میں نفیس چھڑی، حضرت محبوب العلما کا یہ وہ خاکہ ہے جو راقم الحروف کے حافظہ پر مرقوم ہے، اسی سج ودھج کے ساتھ وہ گھر سے باہر نکلتے اور عمر بھر یہی نفاست و پاکیزگی ان کے کردار، اخلاق، خدمات اور وضع کا جز بن کر رہی۔

ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں میاں جی عبدالغفار صاحب سے پائی، اور پھر مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں داخل ہوکر حضرت مولانا شمس الحق گجہڑوی علیہ الرحمہ سے فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم پائی، اس وقت تک مبارکپور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف نہیں ہوا تھا، اراکین مدرسہ نے ان کی ذہانت اور حصول علم کے خداداد ذوق کو دیکھا، تو اپنے خرچہ سے انہیں بریلی شریف حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے پاس پڑھنے کے لئے بھیج دیا، مولانا موصوف نے کچھ روز وہاں پڑھنے کے بعد میرٹھ کا رخ کیا، مگر چونکہ اب مبارکپور خود مرکز علم وادب بن رہا تھا اور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علمی فیضان کا غلغلہ متلاشیان علم کو اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا، لہذا مولانا موصوف بھی انہیں کے دامن کرم سے وابستہ ہوگئے، اور دارالعلوم اشرفیہ ہی میں آکر درس نظامیہ کی تکمیل کی، افتا بھی سیکھا، محسن قوم ملت حافظ ملت علیہ الرحمہ محبوب العلماء پر خصوصی نگاہ رکھتے تھے، مبارکپور میں دیوبندی مولویوں سے آویزش کے دور میں آپ نے عظیم الشان کتاب "العذاب الشدید" اپنے اسی محبوب تلمیذ کے نام طبع کروائی۔

تدریس کے میدان میں قدم رکھا تو حافظ ملت علیہ الرحمہ نے انہیں سب سے پہلے کلکتہ بھیجا، مگر وہاں زیادہ دن کام نہ کر سکے، باصلاحیت تھے، اس لئے ان کے لئے جگہوں کی کمی نہ تھی، متعدد مدارس میں آپ نے درس دیا، جن میں چند کے نام یہ ہیں:

مدرسہ بحر العلوم مئو، جامعہ فاروقیہ بنارس، احسن المدارس کانپور، دارالعلوم اشرفیہ غوثیہ کانپور، مدرسہ ضیاء العلوم خیرآباد، نوادہ کے دار القضاہ میں بھی آپ نے آخیر عمر

میں کچھ خدمات انجام دیں، افادیت کے لحاظ سے آپ کا طویل ترین زمانہ قیام کانپور تھا، جس میں بہت سے قیمتی تلامذہ پیدا ہوئے، مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

مولانا قاری عبدالسمیع کانپوری قاضی شہر، مولانا عبد الرحیم گونڈوی، مولانا جہانگیر بھاگلپوری، مولانا حنیف گورکھپوری، مولانا احمد علی گونڈوی، مولانا معین الدین گھوسوی مولانا خلیل احمد گھوسوی، مولانا نصیر الدین پاکستانی، مولانا عنایت احمد پاکستانی، مولانا تمیز الدین بنگلہ دیشی۔

ممتاز العلما حضرت علامہ محمد قاسم علوی مدظلہ العالی (کلکتہ) نے حضرت محبوب العلما علامہ مفتی محبوب اشرفی مبارکپوری علیہ الرحمہ سے احسن المدارس کانپور میں زانوئے ادب تہہ کر کے درس نظامیہ کی منتہی کتب پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ اور سند فراغت سے سرفراز ہوئے۔ (مرتب)

حضرت محبوب العلما اپنے اساتذہ اور مرشد برحق حضرت محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی قدس سرہ سے قلبی محبت رکھتے تھے، سلف صالحین کے انداز میں زندگی گزارتے تھے، مرشد برحق نے آپ کو کئی بار خلافت دینا چاہی مگر آپ نے یہ کہہ کر معذرت خواہی کی کہ مجھے صرف حضور کی غلامی چاہیئے، اپنے مرشد حضور محدث اعظم ہند کے علاوہ استاذ گرامی حضور صدر الشریعہ، آفتاب ولایت حضور مفتی اعظم ہند، خلیفہ اعلیحضرت حضور صدر الافاضل مرادآبادی، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی گھوسوی، خیر الاذکیا علامہ غلام یزدانی گھوسوی، حضرت حافظ ملت علیہم الرحمہ کی پاکیزہ نفسی اور علمی وفکری عظمت کا آپ بیحد مداح تھے، آپ کی نظامت میں سرزمین کانپور پر ۱۹۶۳ء میں جو اسلامی کانفرنس ہوئی تھی اس کے روح پرور اثرات اب تک موجود ہیں، آپ شریعت کے پابند اور خاص طور پر قرآن مجید کی تلاوت کے شائق تھے، شنبہ ۳ر شوال المکرّم ۱۴۱۳ھ ر ۲۷ر مارچ ۱۹۹۳ء کو نوادہ مبارک پور (اعظم گڑھ) میں انتقال فرمایا، خلف اکبر مولانا محمد احمد اشرفی نے نماز جنازہ پڑھائی (حیات حافظ ملت: ص:۱۶۱ تا ۱۶۳)۔

☆☆☆

علامہ محمد قاسم علوی مہد سے لحد تک

مفتی محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی

(صدر شعبہ افتا دارالعلوم رضائے مصطفیٰ مٹیا برج کولکاتا ۲۴، بنگال)

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ایمان وعقیدے پر اس کے والدین کا کردار غالب آتا ہے، اس کا اخلاق والدین کے ساتھ اس کے آس پڑوس کے ساکنین کے ساتھ ڈھلتا چلا جاتا ہے، اس کی طبیعت موجودہ ماحول سے مانوس ہوتی چلی جاتی ہے، پرورش و پرداخت اور تعلیم وتربیت کے حسب منشا اس کی زندگی منفعل ہوتی چلی جاتی ہے، عادات واطوار میں بھی وہ گرد وپیش کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے، غرض کہ ایک بچے کے ایمان وعقیدہ، سیرت وکردار، اخلاق وعادات، تہذیب وتمدن، نشست وبرخاست اور تعلیم وتربیت پر اس کے والدین، خاندان، رشتے دار، سماج ومعاشرہ اور اس وقت کے حالات کا گہرا اثر ہوتا ہے اور یہ اثرات اتنے مستحکم ہوتے ہیں کہ زندگی کے ہر دور میں ان کا اظہار ہوتے رہتا ہے، یہ بچے کی نصیبے کی بات ہے کہ اس کو ماحول کیسا ملا اور وہ اس ماحول سے کتنا مانوس ہوا؟۔

یہ کوئی ستر پچھتر سال پہلے کی بات ہے دریائے گھاگھرا کے کنارے آباد ایک علاقہ ڈھلمو التفات گنج ضلع فیض آباد یوپی کے ایک دیندار اور علوی گھرانے میں ایک نیک فرزند نے آنکھ کھولی، بچہ اتنی مَن موہنی صورت وسیرت لے کر قدم رنجہ ہوا کہ وقت کے صوفی، مسند رشد وہدایت کے تاجدار، بھٹکے ہوئے آہوؤں کو سوئے حرم لے جانے والا مرد قلندر نقیب الاولیا حضرت صوفی رحمت علی علوی المعروف ماسٹر بابا علیہ الرحمہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں، دل فرحت وشادمانی سے مچل اٹھا، محلّہ میں شور ہوا، رشتہ داروں میں ہلچل مچی، مبارکبادی کے سلسلے شروع ہوئے اور یہ سب اس لئے تھا کہ ع:

بالائے سرش زہوشمندی..... میں تافت ستارہ بلندی۔

حامی سنت ماحی بدعت ماسٹر بابا نے اپنے اس ولد سعید کی پرورش کا سلسلہ سنت

مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے مطابق شروع کر دیا۔ عقیقہ کی محفل بجی اور ایک پیارا نام اس بچہ کا روشن مستقبل کو دیکھتے ہوئے صاحب کشف بزرگ ماسٹر بابا علیہ الرحمہ نے منتخب کیا "محمد قاسم" نام کے ساتھ علوی کا لاحقہ آپ کی خاندانی شرافت کا پتہ دیتا ہے۔ تعلیمی سلسلہ شروع ہوا، ذہانت وفطانت تو ورثے میں ملی تھی پڑھتے گئے محفوظ کرتے گئے۔ بنیادی تعلیم سے آراستہ ہو کر اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کی مشہور ومعروف علمی درسگاہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی یوپی کا رخت سفر باندھا، اس وقت دارالعلوم کا نظام تعلیم ومعیار تعلیم نصف النہار پر تھا، ہندوستان کے مستند اصحاب درس وتدریس سمٹ کر دارالعلوم میں آچکے تھے، قال اللہ اور قال الرسول کی صدائے دلنواز سے فضائے بسیط میں ہنگامہ تھا، اسی نامور دارالعلوم میں آپ نے داخلہ لیا اور بڑی محنت سے اعلیٰ تعلیم کا سفر جاری رکھا، منتہی کتب کے درس کی تکمیل ہوئی پھر دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ فیض آباد یوپی سے دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی، شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، بدر ملت مفتی بدر الدین رضوی، شمس العلما قاضی شمس الدین رضوی جونپوری اور حضرت علامہ صابر القادری نسیم بستوی جیسے نابغۂ روزگار شخصیات سے آپ نے شرف تلمذ حاصل کیا۔ بعد فراغت آپ نے مختلف پہلوؤں پر کام شروع کیا صلاحیت واستعداد سے تو لیس تھے ہی جس میدان کا رخ کیا اس کو سر کرتے چلے گئے۔ آپ کا قیام ممبئی میں تھا کہ نقیب الاولیا کی طبیعت ناساز ہوئی اور آپ ملاقات کے لئے کلکتہ تشریف لائے پھر نقیب الاولیا کے حکم سے وطن مالوف تشریف لے گئے، آپ ابھی وطن ہی میں تھے کہ آپ کے والد بزرگوار حضور نقیب الاولیا جنھوں نے بنگال کی راجدھانی کلکتہ کو رشد وہدایت اور تبلیغ دین وسنیت کے لئے منتخب کیا تھا اور ایک زمانہ تک اس کام کو بڑی ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے رہے، کا وصال ہوگیا۔ نقیب الاولیا کے وصال سے ایک بڑا خلا پیدا ہوا، لوگوں نے بھی اس خلا کو محسوس کیا اور اس طرح مولانا محمد قاسم علوی کلکتہ آکر اپنے والد بزرگوار کے مسند باوقار پر رونق افروز ہوئے۔ لال مسجد اکڑا روڈ مٹیا برج کی خطابت وامامت سے کلکتہ میں اپنی خدمات کا آغاز کیا۔ اس وقت آپ جواں سال تھے، جذبات میں تلاطم تھا، مستحکم عزم کے مالک تھے، یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم پر پختہ یقین تھا، دل سرسبز وشاداب تھا، ذہن بیدار تھا، فکر بلند پرواز تھی، وجود متحرک تھا، ہمیشہ اوپر اٹھ

کر سوچنے کے عادی تھے، دینی، ملی اور سماجی خدمات کا بے کراں جذبہ تھا، آگے بڑھ کر کام کرنے کو پسند کرتے تھے، گفتار پر کردار کا غلبہ تھا، چنانچہ جب آپ نے کام شروع کیا تو پھر پیچھے مڑ کر دیکھنے کی نوبت نہیں آئی، مشکل سے مشکل تر حالات کا بھی آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے سامنا کیا اور بہت سی الجھی ہوئی ایسی گتھیوں کو جن میں ارباب فکر و دانش بھی بغلیں جھانکنے لگتے، اپنے ناخن تدبیر سے بڑی خوش اسلوبی سے اس انداز میں سلجھایا کہ سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹی۔ اس طرح آپ دینی، ملی اور سماجی معاملات میں ایک اہم قائد کی حیثیت سے ابھرے۔ جس کا اعتراف اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں نے بھی کیا اور سب فخر سے آپ کو ممتاز العلما، نباض قوم و ملت جیسے معزز القابات سے ملقب کرتے رہے۔ آپ کی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے جس کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔

جب مٹیابرج کولکاتا میں تنظیمی کام کی کمی تھی تو آپ نے "بزم رضائے مصطفیٰ" قائم کرکے اس کمی کو دور کیا، اس تنظیم کے بینر تلے کارہائے نمایاں انجام دیئے، اسی بینر تلے آپ نے مٹیابرج میں جلوس محمدی کا آغاز کیا، آج اس جلوس محمدی کی شان یہ ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس میں شامل ہوکر بارگاہ نبوت و رسالت میں اپنی عقیدتوں کے خراج پیش کرتے ہیں، یہ جلوس محمدی ملک کے نامور اور معروف جلوسوں میں سے ایک ہے۔ فروغ دین و سنیت کے لئے آپ نے علم دین کا ایک خوبصورت قلعہ بنام "دارالعلوم رضائے مصطفیٰ مٹیابرج کولکاتا" قائم کیا جس میں فرزندان اسلام تعلیم و تربیت سے مزین ہوکر قوم و ملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی قائم کی ہوئی ایک عظیم تحریک و تنظیم "مجلس علماء اسلام بنگال" کے آپ تاحیات سکریٹری جنرل رہے۔ آپ نے اس میں نئی روح ڈالی اور اس کی شاخوں کو پورے بنگال تک پھیلایا، حکومتی سطح تک اس کو متعارف کرایا۔ علاوہ ازیں بہت سی دینی، ملی اور سماجی تنظیموں، تحریکوں اور اداروں کے آپ سرپرست و رہنما رہے، اسلامی اور سماجی اداروں اور تنظیموں نے آپ کو متعدد ایوارڈس اور معزز القابات سے سرفراز کیا۔ آپ ایک عالم، مفکر، مدبر، سنجیدہ خطیب و قائد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سحر طراز ادیب و قلمکار بھی تھے، نثر نگاری پر آپ کی یہ تصنیفات "پکار" اللہ کا وجود ہے" "آئینہ" انسانیت کیا

ہے" "آواز" بدعت کیا ہے اور مقالات علوی شاہد عدل ہیں۔ اسی طرح آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے بڑی نفیس، سلیس اور شائستہ شاعری کرتے تھے۔

یہ کارواں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا کہ اچانک قافلہ رک سا گیا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، تاریکی ہی تاریکی نظر آنے لگی، قدم بوجھل ہوگئے، منزل کافی دور ہوتی نظر آئی، ذہن و دماغ جیسے ماؤف ہوگیا ہو، چاند و سورج کو جیسے گہن لگ گیا ہو، وجہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ میں (راقم محمد رفیق الاسلام) بیگم مسجد مٹیابرج سے نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد صدر دروازہ پر آیا دیکھا کہ لوگ آپس میں سرگوشی کر رہے ہیں، آوازہ بلند ہو رہا ہے، ماحول میں ایک عجیب سی بے چینی پھیلی ہوئی ہے، ایک نے مجھ سے پوچھ ہی لیا کہ مفتی صاحب سنا ہے کہ مولانا محمد قاسم علوی صاحب کا انتقال ہوگیا ہے؟ اتنا سننا تھا کہ جیسے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی ہو اس سے میں کچھ نہ کہہ سکا اور بڑی تیزی سے لال مسجد کی طرف بڑھنے لگا، مسطح روڈ پر چلتے ہوئے بھی ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کسی خاردار وادی اور نشیب و فراز والی کوئی عام زمین پر چل رہا ہوں، بیگم مسجد سے لال مسجد کا فاصلہ مشکل سے تین چار سو قدم کا ہوگا اور راستہ ہے کہ طئے ہونے کا نام نہیں لے رہا ہے کسی طرح ہوش سنبھالا موبائل نکالا ممتاز العلما کے صاحبزادے مولانا الحاج راشد علوی صاحب کا نمبر ڈائل کیا گھنٹی بجی مگر جواب نہ ملا، اس سے شک کا بادل چھٹنے لگا یقین کی منزل آنے لگی، ابھی لال مسجد پہنچا ہی تھا کہ جناب ماسٹر عبد الحمید صاحب اعلان کر رہے تھے، جماعت اہل سنت کے جید عالم، آبروئے کلکتہ، ممتاز العلما، نباض قوم و ملت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قاسم علوی خطیب و امام لال مسجد ۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز پیر شام پانچ بجے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب تردد کی کوئی بات نہ تھی نم آنکھ، بوجھل قدم اور شکستہ دل کے ساتھ میں پھر بیگم مسجد مٹیابرج تھانہ کی طرف بڑھنے لگا چند قدم کے فاصلے پر محب مکرم مولانا محمد کفیل خان قادری سے ملاقات ہوئی پژمردہ چہرہ اور بھیگی پلکوں نے بتا دیا کہ آپ کو بھی اس سانحہ کی خبر

ہوچکی ہے۔اب رائڈ نرسنگ ہوم پارک اسٹریٹ کولکاتا جانے کی تیاری ہونے لگی کیونکہ ممتاز العلما کا وصال اسی نرسنگ ہوم میں ہوا تھا،ٹیکسی بک کی گئی، دیکھتے دیکھتے تھانہ کے پاس علما کی ایک جماعت آگئی سب اپنے اپنے طور نرسنگ ہوم جانے لگے، ہم لوگ پہنچے تو نرسنگ ہوم میں کہرام برپا تھا، آہوں اور سسکیوں سے سب کا وجود لبریز تھا، پہلے ہی سے علما کا ایک وفد موجود تھا، ریاستی وزیر فرہاد حکیم بابی بھی وہاں موجود تھے اور پورا منیجمنٹ اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے، ہم لوگ سیدھے اس روم میں پہنچے جہاں حضرت کا جسد مبارک تھا، چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا زیارت کا موقع ملا چہرے میں وہی بشاشت وہی رونق وہی رعب ودبدبہ، دیکھنے والوں کی بھیڑ کی وجہ سے زیادہ دیر وہاں نہ ٹھہر سکے، آفس میں آئے جہاں شہر کے مؤقر علما کے ساتھ ساتھ جناب فرہاد حکیم بابی اور حضرت کے صاحبزادے مولانا راشد علوی بھی بیٹھے تھے، تجہیز وتکفین کے سلسلے میں بات چیت ہوئی اور طئے ہوا کہ حضرت کے جسد مبارک کو ابھی لال مسجد اکڑا روڈ لے جایا جائے گا اور نماز جنازہ وتدفین کا کام دوسرے دن ۲۷ر دسمبر ۲۰۱۶ء منگل بعد نماز عشا انجام دیا جائے گا، طئے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت کے جسد مبارک کو شاہی ایمبولینس میں رکھا گیا اور شاہانہ شان وشوکت کے ساتھ میر کارواں روانہ ہوئے، آگے پیچھے سینکڑوں عقیدت مند ٹو ویلر اور فور ویلر میں نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج میں اپنے محسن کو لال مسجد مٹیابرج کی طرف لے جانے لگے، ٹریفک پولس مکمل چوکنا رہی، روڈ کے ایک کنارے کو میر قافلہ کے جلوس کے لئے خالی کرائی گئی، اور لوگ کھڑے ہوکر اس محسن کی عظمت ورفعت کے خطبے پڑھنے لگے اور رشک کرنے لگے کہ موت ہو تو ایسی اور زندگی ہو تو ایسی!۔تقریباً پون گھنٹہ میں ہم لوگ مٹیابرج تھانہ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ یہاں تو ہزاروں سوگوار اور عقیدت مند پہلے ہی سے اپنے محسن کے آخری دیدار کے لئے سراپا منتظر ہیں، دھیرے دھیرے لال مسجد پہنچے لال مسجد سے جنوبی سمت ایک میدان میں آپ کا جسد مبارک رکھا گیا، زائرین دیدار کرتے رہے، دیدار کا سلسلہ چلتا رہا، دوسرے دن نماز عصر کے بعد ہی سے ممتاز العلما کی

نماز جنازہ میں شرکت کی غرض سے آنے والے محبین کا سلسلہ شروع ہوگیا، عشاء کا وقت ہوتے ہوتے علمائے اسلام، ائمۂ مساجد، عوام وخواص سے لال مسجد سے لے کر مٹیابرج تھانہ تک کا پورا علاقہ گتھم گتھا ہوگیا کہیں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی، نماز جنازہ کا اعلان عشاء بعد کا تھا لیکن خانقاہ شعیب الاولیا یار علویہ فیض الرسول براؤن شریف کے سجادہ نشین حضرت علامہ مولانا محمد مختار میاں صاحب قبلہ جنھیں حضرت کی نماز جنازہ کی امامت کا فریضہ انجام دینا تھا، کی فلائٹ تاخیر ہونے کی وجہ کر نماز جنازہ کی ادائیگی میں تاخیر ہوگئی اور تقریباً رات ساڑھے دس بجے نماز جنازہ کی ادائیگی ہوئی، نماز جنازہ سے فراغت کے بعد کا منظر ایسا پُر کیف اور مستانہ تھا کہ الفاظ سے اس کی صحیح ترجمانی نہیں ہوسکتی، لاکھوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع، تاحد نگاہ انسانی سر ہی سر محسوس ہورہا تھا جیسے پورا بنگال سمٹ کر حضرت کے جنازہ میں آگیا ہو، جنازہ میں کندھا دینے کے لئے عقیدت مندوں اور سوگواروں کا جذبہ، شوق، دیوانہ پن دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ممتاز العلما کی حقیقی عظمت ورفعت کا صحیح اندازہ آج اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں کو بھی ہوگیا۔آپ کے جنازے میں ڈھائی تین سو کے قریب تو صرف علمائے کرام تھے، اہل مٹیابرج کا کہنا ہے کہ اس سے قبل اتنا جم غفیر کسی جنازے میں نہیں دیکھا گیا، ہمارے علما لاؤڈ اسپیکر سے مسلسل نماز جنازہ وتدفین کے اداب بیان کررہے تھے۔خیر خدا خدا کرکے حضرت کے جنازے کو علما قبر تک لے گئے اور علما ہی نے آپ کو قبر میں اتارا اور پھر مٹی ڈالنے کا عمل شروع ہوا یہ سلسلہ رات کے ڈیڑھ بجے تک چلتا رہا بعدہ قل شریف، صلوۃ وسلام اور دعا پر تدفین کا عمل مکمل ہوا۔آج حضرت ہم میں نہیں رہے لیکن وہ اپنی خدمات کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

☆☆☆

قائد ملت........علامہ محمد قاسم علوی

(ڈاکٹر الف انصاری، مٹیابرج کلکتہ)

۱۹۷۶ء میں مٹیابرج میں ایک دلدوز سانحہ اس وقت پیش آیا جب لال مسجد ،مٹیابرج کے امام جناب پیار محمد صاحب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، جب مولانا محمد قاسم علوی صاحب کو ان کی رحلت کی خبر ملی تو امام صاحب کی تعزیت میں شریک ہونے کے لئے ممبئی جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا، اور کلکتہ تشریف لے آئے، امام صاحب کی تجہیز و تکفین کے چند دنوں کے بعد مسجد کی امامت کے لئے ایک نئے امام کی تقرری کا مسئلہ درپیش آیا تو اکڑا روڈ کے معتبر حضرات اور مصلیان لال مسجد نے مولانا محمد قاسم علوی صاحب کو مسجد کی امامت کے لئے مجبور کیا، آپ نے حالات کے پیش نظر امامت کی ذمہ داری قبول کر لی کیونکہ آپ کے والد گرامی حضرت صوفی شاہ رحمت علی علوی رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد کے بانی تھے اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ برسوں یہ ذمہ داری بحسن وخوبی نبھاتے رہے، حالیہ چند دنوں سے ضعف اور خرابی صحت کے سبب امامت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔

۱۹۷۷ء میں لال مسجد اکڑا روڈ مٹیابرج کلکتہ سے حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے چند مقامی بزرگوں اور نوجوانوں کے ملی تعاون سے پہلی بار جلوس محمدی کی بنیاد ڈالی، آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بنگال کے مضافات اور شہری علاقوں کے برادران اسلام بھی ہر سال جلوس محمدی کا انعقاد کرتے ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں بزم رضائے مصطفیٰ بنگال کے زیر اہتمام جلوس محمدی پابندی سے ہر سال ۱۲؍ربیع الاول کی مبارک تاریخ کو نکل رہا ہے، جلوس محمدی میں ہر سال ہزاروں فرزندان توحید امڈتے ہوئے سیلاب کا منظر ہر خاص وعام کے لئے اسلام کی شان وشوکت کا روح پرور منظر پیش کرتا ہے اور دعوت فکر وعمل دیتا ہے۔ جہاں تک میری یاداشت کا مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے ۱۹۷۹ء میں پہلی بار

کچی سڑک موڑ (گارڈن ریچ) پر ایک شاندار اسٹیج سے اپنی ایمان افروز تقریر کا آغاز کرتے ہوئے حضور اقدس سرکار مصطفیٰ ﷺ کی سیرت پاک پر ملت اسلامیہ کو ڈھالنے اور عمل کرنے کا پیغام دیا تو ہزاروں فرزندان اسلام نے اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت یا رسول اللہ (ﷺ) کے فلک شگاف نعروں سے مولانا محمد قاسم علوی صاحب کا شاندار استقبال کیا گیا تھا۔

حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب کو ایک مذہبی وملی رہنما کی حیثیت سے قوم وملت سے ہمدردی اور سماجی اصلاح سے محبت رہی ہے، یہی سبب ہے کہ جب بھی مٹیابرج کے عوام پر کوئی ناگہانی آفت آئی ہے تو آپ اس کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔

۱۸؍مارچ ۱۹۸۴ء کو مٹیابرج کی تاریخ میں ایک عظیم سانحہ پیش آیا جب ڈی سی پورٹ ونود مہتہ اور ان کا گارڈ مختار علی کا قتل ہوا تھا ان دنوں مٹیابرج کی فضا اس قدر بھیانک ہو گئی تھی کہ ہر شخص خود کو غیر محفوظ سمجھ رہا تھا اور یہ خبر ہندوستانی اخبار کی سرخی بن گئی تھی، ان نامساعد حالات کو معمول پر لانے کے لئے مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے بڑی جدوجہد کی تھی، کلکتہ کی چند مسلم تنظیمیں اور ممتاز سماجی وسیاسی شخصیتوں پر مشتمل ایک وفد سیف الدین کشمیری صاحب کی قیادت میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو اور اسپیکر جناب ہاشم عبدالحلیم سے ان کے دفتر میں ملاقات کر کے انہیں مٹیابرج کی موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا تھا اور سات مطالبات پر مشتمل ایک میمورنڈم پیش کیا تھا۔ مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے وزیر اعلیٰ جیوتی باسو سے مٹیابرج کی تفصیلات بیان کی، موصوف کے بیان بغور سننے کے بعد وزیر اعلیٰ جیوتی باسو نے مٹیابرج کے حالات کو فوراً قابو میں کرنے کی ہدایتیں دیں، جس کے بعد مٹیابرج کے حالات معمول پر آنے لگے، اس طرح رفتہ رفتہ عوام کا خوف وہراس ختم ہوا۔

مہتہ مختار قتل کے بعد محرم الحرام کا مہینہ سامنے آیا تو مٹیابرج کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے مٹیابرج کے اکھاڑوں کے خلیفاؤں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ امسال اکھاڑا نہیں

نکالے جائیں گے، اس وقت کے ڈپٹی کمشنر آف پولس مسٹر ہانڈا نے مٹیابرج کے خلیفاؤں، سیاسی، سماجی کارکنوں کے ساتھ ایک مشاورتی جلسہ طلب کیا، جس میں باتفاق رائے تمام خلیفہ اکھاڑا نکالنے پر راضی ہوگئے، اس موقع پر بھی مولانا قاسم علوی صاحب نے قائدانہ کردار ادا کیا تھا۔

۵ ستمبر ۱۹۸۵ء کو باندہ برتلہ مٹیابرج میں ایک قدیمی تعزیہ کو روکنے پر پورے مٹیابرج میں سنسنی پھیل گئی تھی، حالات کو سلجھانے اور معمول پر لانے کے لئے سیاسی اور سماجی رہنماؤں نے کافی تگ و دو کی تاکہ موجودہ فضا خوشگوار ماحول میں تبدیل ہوجائے، اس وقت چند مشیروں نے کہا تھا کہ تعزیہ کا رخ دوسری طرف موڑ دیا جائے تو مولانا محمد قاسم علوی نے اس کی سخت مخالفت کرتے ہوئے کہا تھا کہ حسب روایت تعزیہ اپنے قدیمی راستے سے ہی گزرے گا، مولانا کی جائز بات کو حکومت وقت نے تسلیم کی اور ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کی صبح پولس کی نگرانی میں تعزیہ روایتی راستے ہی سے گزرا۔

جب شاہ بانو کیس میں مسلم پرسنل لاء پر حملہ کئے جارہے تھے تو اس کی آواز ہندوستان میں گونج رہی تھی، ملک کے گوشے گوشے میں مسلم پرسنل لاء کی تائید وحمایت میں صدائیں بلند ہورہی تھیں اس وقت بھی مولانا محمد قاسم علوی خاموش نہیں رہے آپ بھی مسلم پرسنلاء کی بقاو حفاظت کے لئے میدان عمل میں آگئے اور گورنر ہاؤس کا گھراؤ کیا، گورنر اور وزیر اعلیٰ کو میمورنڈم دیا، پھر لکھنؤ جا کر بابری مسجد اور مسلم پرسنل لاء کی حمایت میں گرفتاری دی۔

۱۹۸۴ء میں ایک جلسہ عام مسلم آرگنائزیشن کی جانب سے کیل خانہ (مٹیابرج) میں منعقد کیا گیا اس جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد قاسم علوی نے ببانگ دہل کہا تھا "اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، عورتوں کو کسی قانون نے عزت کا مقام دیا ہے تو یہ اسلام ہی کا قانون ہے، عورتوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی سلامتی کا راستہ اسلام ہی نے دکھایا ہے، مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کی بات اسلام کے

وفادار کبھی برداشت نہیں کرسکتے ہیں"۔

جب سلمان رشدی نے اپنی کتاب "شیطانی آیات" کا اجرا کیا تو مسلمانوں نے پورے ملک میں اپنی ناراضگی اور برہمی کا اظہار کیا تھا، اخبارات اور رسائل کے ذریعہ فرزندان اسلام تک پہنچی سلمان رشدی کی اس کتاب کے خلاف ۲ مارچ ۱۹۸۹ء کو مسلم آرگنائزیشن کلکتہ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے اس تنظیم کی جانب سے "کلکتہ بند کا نعرہ دیکر اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا، مولانا محمد قاسم علوی اور دیگر مسلم تنظیموں کے نمائندوں کی آواز پر کلکتہ، ہوڑہ، شمالی اور جنوبی ۲۴ پرگنہ مرشدآباد اور مدنی پور کے اضلاع میں لوگوں نے بند کی حمایت کی۔ اور اپنی دکانیں اور کاروبار بند رکھیں، جگہ جگہ سڑکوں کی ناکہ بندی کی گئی، نتیجہ کے طور پر سینکڑوں افراد کی گرفتاری عمل میں آئی۔

گارڈن ریچ کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلم جماعتوں اور تنظیموں نے اپنی تقاریر میں "شیطانی آیات" کے مصنف سلمان رشدی اور اس کی حمایت کرنے والے سامراجی ممالک کی سخت مذمت کی، صدر جلسہ مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے اپنی تقریر میں مطالبہ کرتے ہوئے سلمان رشدی کو اتنی عبرتناک سزا دی جائے کہ آئندہ کوئی بھی شخص سلمان رشدی بن کر کسی بھی فرقے کی دل آزاری کی جرأت نہ کرسکے، انہوں نے حکومت برطانیہ سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ رشدی کی شہریت ختم کی جائے۔ مسلم نمائندوں نے مولانا محمد قاسم علوی کی سربراہی میں کلکتہ میں مقیم ڈپٹی ہائی کمشنر کو ایک میمورنڈم پیش کیا جس میں پرزور مطالبہ کیا گیا کہ "شیطانی آیات" کے مصنف سلمان رشدی کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر ملک بدر کردیا جائے۔

خلیجی جنگ کے موقع پر مولانا محمد قاسم علوی نے عراق پر امریکہ اور اس کی اتحادیوں کے مظالم کے خلاف پہلی بار بزم رضائے مصطفیٰ بنگال کے پرچم تلے ہزاروں مسلمانوں کو ساتھ لے کر امریکن ایمبیسی کی بھرپور ناکہ بندی کی، اور دوبارہ مجلس علمائے اسلام کے سکریٹری کی حیثیت سے مجلس کے ذمہ داروں کے علاوہ ہزاروں مسلمانوں کو

لے کرامریکن ایمبیسی کی چہار طرفہ ناکہ بندی کی تو نصلٹ کو میمورنڈم دیا۔

ٹیابرج کی مجموعی آبادی اردو اور بنگلہ بولنے والے مسلمانوں پر مشتمل زبان کی بنیاد پر دونوں طبقات میں بے حد بے گانگی اور خلیج پائی جاتی تھی، لیکن جلوس محمدی کے انعقاد کے بعد آپس میں خلیج اور بیگانگی کی جگہ محبت اور قربت نے لی، اور آج دونوں طبقے بہت حد تک ایک دوسرے سے قریب آ گئے ہیں اس سے انکار نہیں کہ جلوس محمدی کے فیوض و برکات سے آج ان کے بچے اور بچیاں رشتۂ ازدواج سے منسلک ہو کر خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں جو ملت اسلامیہ کے اتحاد و اخوت کی علامت ہے۔ توقع ہے کہ مستقبل قریب میں یہ اتحاد ملت کے لئے ایک زبردشت طاقت بن کر ابھرے گا جو ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کا سرچشمہ ہوگا۔ اس کا سہرا بلا شک وشبہ قائد ملت اور بانی جلوس محمدی حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب کے سر ہوگا، یہ جلوس محمدی ٹیابرج کے دولسانی طبقات کے لئے یکجہتی کی تحریک بن گیا ہے، میرا یہ مضمون مولانا محمد قاسم علوی کی زندگی کا مختصر خاکہ ہے اور ان کی زندگی کے بہت سارے گوشے ایسے ہیں جنہیں اجاگر کرنا باقی ہے۔

عالم کی سند حاصل کرنے کے بعد مولانا علوی صاحب قبلہ اپنے آبائی وطن سے ایک ماہنامہ ''التفات'' کے نام سے ایک مذہبی رسالہ جاری کیا تھا، جس میں قوم وملت کے مسائل پر اصلاحی مضامین شائع ہوتے رہے، برسوں اس رسالے کی ذمہ داری کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کی خدمات عالیہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے (آمین)

☆☆☆

قاسم ہے مرا نام علی سے مجھے نسبت

فہیم انور (ہوڑہ)

فخرِ موجودات، حاصلِ کائنات، محبوبِ داور، شاہِ جن و بشر، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ شہرِ علم وکمال ہیں جبکہ آپ کے عم زاد، دامادِ محترم، مولائے کائنات، خیبر شکن، شیرِ خدا، سرمۂ اہلِ بصیرت، نہج البلاغت کے مقری حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ بابِ العلم ہیں اور مولانا محمد قاسم علوی کو اسی قد آور شخصیت سے نسبتِ خاص ہے لہٰذا! انہیں بھی علم وفضل میں کمال حاصل ہونا فطری ہے۔ مولانا قاسم علوی اگر شگفتہ رواں دواں اور شاعری سے قریب تر نثر لکھتے ہیں تو اس میں تحیر زدا ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر یہ صفت ان کے اندر موجود نہیں ہوتی تب ہمیں حیرت کا اظہار کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ یہ الگ بات ہے کہ کہیں کہیں حروفِ عطف کا بے محابا استعمال اور جملوں کی طوالت قارئین کو بے طرح کھلتی ہے۔ مولانا اگر مختصر جملے تشکیل دیتے ہوئے اپنا مافی الضمیر بیان کرتے جاتے تو ان کا نثری اُسلوب مزید خوبصورت ہو جاتا۔

جہاں آپ کے اندر قائدانہ صلاحیتیں ہیں وہیں ادیبانہ صلاحیتیں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔ شعر گوئی کا ملکہ بھی خدائے واحد نے انہیں خوب عطا کیا ہے۔ لشکری زبان کے علاوہ زبانِ پہلوی میں بھی شعر کہتے ہیں۔ نثر لکھتے ہوئے موقع محل کے اعتبار سے اشعار ایسے چسپاں کرتے ہیں جیسے کسی ماہر مرصع ساز نے انگشتری میں نگینہ جڑ دیا ہو۔ اشعار بھرتی کے معلوم نہیں ہوتے۔ انکی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جاتی ہے۔ اگر انہیں بین السطور سے نکال دیا جائے تو نثری اقتباس کے متاثر ہونے کا احتمال پیدا ہو جائے۔ فارسی کے علاوہ اردو ادب کا ان کا مطالعہ بھی وسیع و عمیق ہے۔ ان کی ادبی مذہبی اور نثری تصانیف انسانیت کیا ہے؟ آواز، آئینہ، پکار، بہنوں کی نماز اور مقالات علوی میں جا بجا برمحل اشعار کی کمی نہیں۔ ساحر لدھیانوی اور فراق

گورکھپوری کے اشعار بھی انہوں نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔جو اردو ادب سے ان کا گہرے شغف اور وابستگی کے بین ثبوت ہیں۔

مقالاتِ علوی کے تعلق سے اپنے گراں قدر خیالا ت وتاثرات کا اظہار کرتے ہوئے دانش گاہِ عالیہ کلکتہ میں تدریسی خدمات پر مامور بنگال کی معروف ادبی شخصیت، جدید لب ولہجے کے بانکے، طرحدار اور غزل کے مزاج داں شاعر نیز شعری مجموعہ اجنبی خدا کے تخلیق کار ڈاکٹر شمیم انور نے ''مولانا قاسم علوی مقالاتِ علوی کے آئینے میں'' کے عنوان سے ایک اچھا مضمون سپردِ قرطاس کیا ہے۔ان کا یہ قابلِ قدر مضمون مقالاتِ علوی کے قیمتی صفحات کی زینت ہے۔جس میں انہوں نے مولانا کی دقتِ نگاہ، فکری بصیرت تحریری صلاحیت اور موضوع سے گہرے سروکار کا بجا طور اعتراف کیا ہے۔

مولانا قاسم علوی کے مقالات تحقیقی، معلوماتی، بصیرت افروز اور موضوع سے متعلق قارئین کو جھنجھوڑنے والے ہوتے ہیں۔ان کے مضامین پڑھنے کے بعد قارئین کرام کو موضوع کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔وہ کسی بھی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑتے ۔بلکہ اطلاعات کا ایک انمول دفینہ لئے قارئین کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔امام احمد رضا خان کا تجرِ علمی ہو کہ نا خدا مسجد کی حرمت یا پھر بابری مسجد کا نازک مسئلہ حسبِ عادت مولانا صاف گوئی اور حقیقت بیانی سے باز نہیں آتے۔مسلم پرسنل لاء کے معاملے میں وہ اپنے موقف پر اٹل رہتے ہیں۔اگر سنیت پر کہیں سے کوئی ضرب پڑتی ہے تو ان کے اندر کا سنی جری سپاہی لیس نظر آتا ہے۔

(۲)

دشمن کے دانت کھٹے کرنے اور اسے دھول چٹانے کی تگ و دو کرنے لگتا ہے۔مسلم پرسنل لاء میں حکومت کی بیجا مداخلت کی جب پرنس انجم قدر صاحب نے تائید و حمایت کرنے کی کوشش کی تو مولانا علوی سے نہ رہا گیا اور پرنس انجم قدر صاحب کی دبنگ شخصیت سے مرعوب ہوئے بغیر انہوں نے پرنس کے بھی لتے لئے۔

بابری مسجد مسئلے پر لب کشائی کرتے ہوئے اس مسجد کی ایسی مختصر تاریخ پیش کی کہ تمام حقائق قارئین کے سامنے آئینہ ہوگئے۔مولانا قاسم ایک ایسے سلجھے ہوئے ادیب ہیں یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔بوجوہ مقالاتِ علوی کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے دوران یہ حقیقت مجھ پر آشکار ہوئی جس کے لئے میں محترم قاری حیدر صاحب کا رہینِ احسان ہوں۔قاری صاحب ہوڑہ عیدگاہ میں نمازِ عیدین کی امامت کرتے ہیں۔اچھے عالمِ دین، قرائت میں ماہر اور شاعرِ مشرق علامہ اقبال سے متاثر ہیں نیز انہی کے رنگ میں شاعری کرتے ہیں اور اچھے شعر بھی نکال لیتے ہیں۔انہی کے توسط سے مقالاتِ علوی کا ایک نسخہ مولانا قاسم علوی نے ایک بالمشافہ ملاقات میں بقلمِ خود برائے مطالعہ میری نذر کی اور بنگلہ زبان سے آشنا مسلم حلقوں کے لئے اسے بنگلہ زبان میں منتقل کرنے کی ذمہ داری بھی میرے دوشِ ناتواں پر رکھ دی۔اب آپ لوگوں سے دعا کی خصوصی گزارش ہے کہ اللہ جلِ شانہ مجھے اس پلِ صراط سے سلامت گزار دے۔(فہیم انور صاحب نے بہت ہی اچھوتے انداز میں بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے اہل زبان سے داد و دہش قبول کرچکے ہیں۔مرتب)مولانا قاسم علوی کے مستند ادیب ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کا آبائی وطن اتر پردیش ہے اور وہاں کے لوگ اہلِ زبان ہوتے ہیں۔اس پر طرہ یہ کہ ان کا تعلق یو۔پی۔کے مردم خیز ضلع فیض آباد سے ہے جس کا ایک شہر لکھنؤ عالم میں انتخاب اور اردو زبان وادب کا ایک اہم دبستان نیز ریاست کا دارالخلافہ بھی ہے جہاں نیاز فتح پوری اور یگانہ چنگیزی جیسی نادرِ روزگار ہستیوں نے نہ صرف اپنے علم وکمال کے جوہر دکھائے بلکہ اپنی نوکِ خامہ سے ایسے گل بوٹے کھلائے جو ادب کا لازوال سرمایہ ہے۔

قاسم ہے مرا نام علی سے مجھے نسبت — سرمایہ ہستی ہے شہِ دیں کی محبت

☆☆☆

مولانا محمد قاسم علوی کی نعت گوئی

﴿محمد صابر نظر.........ھیڈ ماسٹر مٹیابرج ہائی اسکول، کلکتہ:۲۴﴾

نعت گوئی علیحدہ صنف سخن نہیں، بلکہ مدح رسول ﷺ کے حامل خیالات وجذبات کو کسی بھی مروجہ صنف شاعری میں نظم کرنے کا فن ہے۔ لہٰذا اس کی کوئی مستقل ہیئت نہیں، اگر قصیدے، کی صنف میں نعتیہ کلام کہا جائے تو وہ نعتیہ قصیدہ کہلاتا ہے، جیسے کہ محسن کاکوری کے نعتیہ قصائد اور ربیع الاول کے موقع پر مٹیابرج کی منعقدہ محافل میں پڑھے جانے والے قصائد۔ اسی طرح مثنوی کے صنف میں منظوم نعتیہ کلام مثنوی کہلائے گا، مثلاً محسن کاکوری کی مثنوی چراغ کعبہ اور صبح تجلی وغیرہ۔ عام طور پر نعت گوئی کے لئے غزل کی ہیئت زیادہ مستعمل ہے، اس کے علاوہ نظم کی مختلف ہیئتیں مثلث، مربع، مخمس اور مسدس میں میں بھی نعتیہ کلام لکھے جاتے ہیں۔

نعتیہ کلام کا مرکز ومحور ذات رسول اقدس ﷺ اور اس کا مقصد اسی ذات پاک ﷺ کی مدح سرائی ہے، عموماً اسے فن کی حیثیت سے کم اور سرکار ﷺ سے اظہار عقیدت ومحبت اور حصول ثواب وبرکت کی نیت سے زیادہ برتا گیا۔ اس میں موضوع کے تنوع اور اظہار خیال کی آزادی کی گنجائش کم ہے، اس میں حضور اقدس ﷺ کی ذات وحیات سے متعلق معاملات ہی نظم کئے جاتے ہیں، اس کے علاوہ حضور ﷺ کی شان ومرتبہ کو ملحوظ رکھنا بھی اہم ہے، ذرا سی لغزش گستاخی رسول تو دوسری جانب کفر وشرک کے ارتکاب کا سبب بن سکتی ہے۔ بقول سالک لکھنوی: نعت گوئی شاعری کی آسان شکل نہیں، پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے، یہ شاعری ایک ایسی ہستی کے احترام وعقیدت لئے وسیلۂ اظہار ہوتی ہے، جس سے بڑی اور عظیم ہستی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مندرجہ بالا حقائق کے باوجود عصر حاضر میں اردو نعت گوشعراء کی قابل قدر تعداد نظر آتی ہے، اور نعتیہ ادب کے سرمایہ کو مختصر نہیں کہا جا سکتا ہے، بیسویں صدی کے اوائل

میں فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نعتیہ ادب کے سرمایہ میں نہ صرف گرانقدر اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ اردو شاعری میں نعتیہ ادب کا مقام ومرتبہ متعین کرنے میں خاصا اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "حدائق بخشش دو جلدیں" قبولیت کے اس مقام پر فائز ہے جو کسی بھی مستند وقابل ذکر شاعر کے شعری مجموعہ کو حاصل ہوتا ہے، یہ مجموعہ نعتیہ ادب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، اس عقیدت مندانہ تحریک کو پاکر نعت گوشعراء کی ایک بڑی تعداد منظر ادب پر نمودار ہوئی اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، حضرت مولانا محمد قاسم علوی کی نعت گوئی بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

ایک سرکردہ عالم اور قائد قوم وملت ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا محمد قاسم علوی ایک مایہ ناز ادیب وشاعر کی حیثیت سے بھی اپنی شناخت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں، اپنی نمایاں دینی، ملی، قومی وسماجی خدمات کے متوازی وہ گیسوئے ادب کو بھی سنوارنے میں بھی پیش پیش رہے بلکہ یوں کہا جائے تو بجا ہوگا کہ دین وملت اور قوم وسماج کی جو خدمات وہ میدان عمل میں رہ کر کرتے رہے ہیں، ان ہی خدمات کے جذبے کی سرشاری نے انہیں ادیب وشاعر بھی بنا ڈالا۔ بحیثیت ادیب ان کی جو تخلیقات معرض وجود سے منصۂ شہود تک آئی ہیں وہ خود اس حقیقت کی شاہد ہیں، آئینہ، آواز، انسانیت کیا ہے؟ اور پکار جیسی نثری تصانیف کی تخلیق کو محض ذوق ادب کی تسکین کا ذریعہ نہیں کہا جا سکتا ہے بلکہ اس کے پس پردہ اصل محرکات مولانا موصوف کی شب وروز کی سرگرمیاں اور ان سے حاصل شدہ تجربات ومشاہدات ہیں۔

مولانا محمد قاسم علوی صاحب کو نثری ادب کے ساتھ ساتھ شعر وسخن سے بھی شغف رہا، اور اس کے لئے انہوں نے فن نعت گوئی میں گو شاعر کے لئے جو دو خصوصیات لازمی عناصر کی حیثیت رکھتی ہے، وہ مولانا میں بدرجہ اتم موجود ہیں، ایک یہ کہ شاعر رسول پاک ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت پاک سے کما حقہ واقفیت رکھتا ہو، اور دوسری یہ کہ اس کا دل سرکار ﷺ کے عشق ومحبت اور عظمت وتقدس کے جذبے سے معمور وسرشار ہو، مولانا محمد قاسم

علوی بنیادی طور پر ایک عالم دین ہیں اوران کی بیشتر سرگرمیاں دین سے ہی متعلق ہے، لہذا ان کے اندر نعت گوئی کے جذبے کی بیداری اور رجحان کا ہونا ایک فطری عمل ہے، یہ مشغلہ بیک وقت ان کے ادبی ذوق اور دینی جذبے دونوں کی تسکین کا باعث ہے۔

مولانا محمد قاسم علوی کی نعت گوئی بھی دیگر نعت گو شعراء کی طرح حب رسول اکرم ﷺ کا مظہر ہے، ہرایک ایک نعت وشعر نبی ﷺ سے دلی وابستگی کا آئینہ دار ہے، کہیں عشق ومحبت کی سرشاری، تو کہیں عقیدت کا اظہار کہیں ہجر وفراق کی کیفیت، تو کہیں روضہ اطہر پہ حاضری کی تڑپ، کہیں دیدار کی تمنا کا عرض حال، تو کہیں جانثاری کا جوش، کہیں رسول اکرم ﷺ کے مبارک آمد کا ذکر، تو کہیں آپ ﷺ کے فیضان و برکات کا تذکرہ، تو کہیں معجزات کا بیان تو کہیں اوصاف وشان نبوت کے بیان سے تقدیس رسالت کا اعتراف۔ کہیں تصور کا پرکیف خاکہ، تو کہیں حقیقت کی منظر نگاری، غرض کہ ان کے نعتیہ کلام میں موضوعات کا تنوع ملتا ہے اور خیالات کی فراوانی وجذبات کی روانی نظر آتی ہے۔ مگر جذبہ عشق رسول کی ایک والہانہ کیفیت کہیں بھی محسوس ہوئے بغیر نہیں رہتی، جو متنوع موضوعات اور مختلف خیالات کے پیکر میں روح کی مانند جاری و ساری ہے اور یہ خوبی ان کے کلام میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بشری زبان یا کوئی قلم نبی پاک ﷺ کی توصیف کے متحمل ہونے اور اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے، اس سلسلے میں مولانا کہتے ہیں:

مری فکر سے تو بلندتر، مری عقل سے تو ہے ماوریٰ
ترا وصف رب ہی بیاں کرے، تری مدح مجھ سے محال ہے

بعثت نبی ﷺ کے تعلق سے اور دنیا میں آپ ﷺ کی آمد سے قبل وبعد کے حالات کا بیان یوں کرتے ہیں:۔

اداس اداس تھا ہرایک ذرہ ایک رستے پہ تھا اندھیرا
خدا کا کتنا کرم ہے علوی مٹانے ظلمت وہ نور آئے

اندھیرے کفر کے ڈستے سب کو ناگ بن بن کر
اجالوں کا عصا لے کر اماموں کا امام آیا

اس موضوع سے متعلق استفہامیہ انداز ملاحظہ کیجئے:

تیرگی کا مٹ گیا نام ونشاں کیوں دھرے
خود مجسم روشنی بن کر جو چمکا کون ہے؟

مدینہ شریف کا دیدار کس مؤمن کے دل کی آرزو نہیں ہوتی، بلکہ مدینے میں زندگی بسر کرنے اور وہیں مرجانے کی سعادت کی تمنا ہر مؤمن کے دل معمور ہوتا ہے۔

مولانا نے جابجا اس کا اظہار کیا ہے۔

مدینہ کے پر کیف منظر کے صدقے — تصور نے جلووں کی جنت بسائی
میں ہوں یہاں اور ہے دور طیبہ — سہ نہ پاؤں یہ درد جدائی

مایوس نہ ہوا تنا علوی بس ہاتھ اٹھا کر اور کر لے دعا
ممکن ہے مدینہ مدفن ہو بخشش کا سہرا ہو جائے

حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے باعث مولانا کو زیارت مدینہ طیبہ کی سعادت بھی نصیب ہو چکی ہے، لہذا وہ متمنی ہیں کہ:

یہ گزارش ہے آقا خدارا — اپنا روضہ دکھانا دوبارا
ہو گیا آپ کا جو اشارا — آکے دیکھو گا پھر وہ نظارا

نعت گوئی کی عام روش کے مطابق مولانا بھوجپوری زبان میں بھی نعتیہ کلام کہنے کی کامیاب کوشش کی ہے، جس سے اس زبان میں بھی ان کی دلچسپی اور قدرت کا پتہ چلتا ہے۔ ایک بھوجپوری کلام کے درج ذیل اشعار اس کے غماز ہیں:

چاروں اور اندھیا را پھیلل تکونا اجیار نبی جی
پاپ کی ندیا گہری ندیا کیسے بے پار نبی جی

آشاؤں کے دیپ ڈھونڈھوں نگر میں توری
علوی تہنہ سے بنتی کرت ہے درشن دیا ایک بار نبی جی

مولانا موصوف کی عربی، فارسی آمیز اردو بھی ان کے زبان و بیان کا ایک خاص وصف ہے، جو ان کے نثری و شعری ادب میں دلکشی و جاذبیت کا باعث ہے، حصول علم اور اشاعت علم کے سلسلے میں مدارس سے منسلک رہنے کے سبب اس وصف کا پایا جانا لازمی امر ہے۔ اردو کے ساتھ عربی و فارسی کی تعلیم دینی مدارس کے نصاب کا جز ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آج مدارس ہی اسلاف کی زبان کے حقیقی امین و پاسدار ہیں، فارسی زبان سے ان کی واقفیت اور رغبت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ انہوں نے فارسی میں بھی نعت گوئی پر طبع آزمائی کا شرف حاصل کیا ہے، دور حاضر میں یہ خوبی ایک خاصا اہمیت کی حامل ہے اور ساتھ ہی فارسی سے شغف رکھنے والوں کے لئے ہمت افزا اور اردو زبان وا ں سے متعلق طبقہ کے لئے ایک تحریک ہے۔ ان کی ایک فارسی نعت شریف کے درج ذیل اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

سیہ کارم خطاکارم اغثنی یارسول اللہ   حبیبم جز نہ تو دارم اغثنی یارسول اللہ
توئی ملجائے من ہستی توئی ماوائے من ہستی   توبس ساز وسامانم اغثنی یارسول اللہ

مجموعی اعتبار سے مولانا قاسم علوی کی نعت گوئی اپنی سادگی و سلاست، زبان کی دلکشی، بیان کی جاذبیت، موضوع کے تنوع، عجز کی کیفیت، جذبات کی روانی اور بالخصوص عشق رسول کی صلابت وجذبے کے خلوص سے سرشاری کے باعث نعتیہ ادب میں ایک خاص اہمیت وقدر و منزلت کی حامل قرار دی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد قاسم علوی کی شاعری کے مختلف النوع پہلو

امان اللہ ساغر (مٹیا برج، کلکتہ:۲۴)

علماء اسلام جہاں تبلیغ دین کا فریضہ مساجد کے منبروں اور مجالس میں تقریروں کے حوالے سے انجام دیا ہے وہیں تحریروں کے ذریعہ بھی فروغ دین متین کی ذمہ داری بڑے ہی احسن طریقے سے نبھائی ہے، یہ الگ بات ہے کہ کچھ نے صرف نثری تحریروں کے ذریعہ ہی یہ کام کیا ہے، اور کچھ نے شعری کاوشوں کے حوالے سے اپنے مطمح نظر کا اظہار کیا ہے۔ لیکن کچھ علماء ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے نثری اور شعری دونوں تخلیقات سے دینی اور علمی خدمات انجام دئے ہیں، ایسے ہی علماء میں ایک بڑا نام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز کا ہے، آپ نے جہاں نثری میدان میں اپنی بے پناہ علمیت کا سکہ جمایا ہے وہیں شعری حوالوں سے بھی ایک مستند و معتبر مقام بنایا ہے۔

ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد قاسم علوی حضور سرور کائنات ﷺ سے حد درجہ عشق رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بارگاہ رسالت مآب میں آپ بشکل نعت ہمیشہ خراج عقیدت پیش کرتے رہتے ہیں، حضور سرور کائنات ﷺ کو اللہ نے تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی شان اقدس میں صرف مسلمانوں نے ہی خراج عقیدت پیش نہیں کیا ہے بلکہ غیر مسلمین نے بھی اپنی عقیدت کی جبیں جھکائی ہیں، مولانا قاسم علوی ایک سچے عاشق رسول ہیں، لہذا نعت گوئی کو آپ نے اپنا مستقل فن بنالیا ہے، مولانا موصوف کی نعت گوئی میں جہاں حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ نیز ان کی سیرت کے مختلف گوشوں کا بیان ملتا ہے وہیں حضور ﷺ کے سراپا کی تعریف و توصیف ملتی ہے۔ مولانا محمد قاسم علی علوی حضور سرور کائنات ﷺ کے حسن کی توصیف کرتے ہوئے درج ذیل شعر تحریر فرماتے ہیں:۔

حسن اور اتنا مکمل عالم تمثیل میں
خود مصور نے کیا یہ حسن کا اتمام ہے

ذیل میں مولانا موصوف کی لکھی ہوئی نعت کے کئی اشعار نقل کر رہا ہوں جن سے ان کی شگفتہ بیانی اور شائستہ نوئی کا اظہار ہوتا ہے، آپ قاری کو الفاظ کی بھول بھلیوں میں نہیں الجھاتے ہیں بلکہ نعت گوئی کے لئے آسان اور روزمرہ استعمال ہونے والے الفاظ کے سہارے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، تاکہ قاری سیدھے سادھے ان کے تخیلات تک پہنچ جائے اور ترسیل وابلاغ کا کوئی مسئلہ درمیان میں حائل نہ ہو، جیسا کہ درج ذیل اشعار سے صاف ظاہر ہے۔

مبارک ہو جہاں والوں کہ وہ ماہ تمام آیا
لئے اپنے جلو میں عام رحمت کا پیام آیا
اندھیرے کفر کے ڈستے تھے سب کو ناگ بن بن کر
اجالوں کا عصا لے کر اماموں کا امام آیا
اے شاہ عرب کملی والے تیرا جو اشارہ ہو جائے
ڈوبی ہوئی کشتی پار لگے ہر موج کنارہ ہو جائے
واللہ ہمارے دل میں بھی مدت سے تمنا بستی ہے
اور سنہری جالی کا اک بار نظارہ ہو جائے

درج بالا اشعار میں حضور سرور کائنات ﷺ سے حد درجہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے وہیں زبان وبیان کی شگفتگی کے ساتھ شعری محاسن بھی نظر آتے ہیں۔

مولانا محمد قاسم علوی کے دو نعتیہ شعر پیش خدمت ہیں، جن میں مولانا نے کس انوکھے اسلوب سے اپنی بات کہی ہے وہ دیکھنے کے لائق ہے، پہلے شعر کا مطالعہ کیجئے:۔

کس کی آواز سے تھرا گئے سب دشت وجبل
کس کی آواز سے سجدے میں گرے لات وہبل
شور ماتم کا اٹھا ظلم کے ایوانوں میں
کانپ کر گر پڑے کیوں سارے اعزازیلی محل

پہلے شعر میں مولانا فرماتے ہیں کہ دشت وجبل کس کی آواز سے تھرا گئے اور کس کی آواز سے لات وہبل سجدے میں گر پڑے، یوں تو شعر بہت بلیغ نہیں ہے لیکن اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ کس طرح سوالیہ انداز میں اپنی بات کہہ رہے ہیں اور سوال بھی ایسا جس کا جواب بھی اسی شعر میں موجود ہے۔ موصوف کو معلوم ہے کہ دشت وجبل کا تھرانا اور لات وہبل کا سجدے میں گرنا ان کے پیچھے کون سی آواز کارفرما تھی یہ یقیناً موصوف کو معلوم ہے کہ وہ صدائے کفر وضلالت شکن حضور ﷺ کی تھی لیکن شعر میں حسن پیدا کرنے کے لئے مولانا موصوف نے یہ سوالیہ انداز اپنایا ہے جو ایک قسم کی ہمہ گیریت پیدا کر رہا ہے۔ دوسرا شعر بھی الفاظ کے دوبست کے حساب سے نہایت شگفتہ اور دلپذیر ہے۔ اس طرح کے متعدد اشعار مولانا نے لکھے ہیں جو شعری تقاضوں پر کھرے اترتے ہیں، مضمون کی طوالت کا خیال کرتے ہوئے اشعار نقل کرنے سے گریز کرتا ہوں، ویسے بھی ہانڈی کا ایک چاول ہی اپنے دیگر چاولوں کے پکے ہونے کا اعلان کرتا ہے، اس کے لئے مزید چاولوں کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مولانا موصوف نے نعتیہ قصائد بھی لکھے ہیں، فن قصیدہ ایک جاں شکن صنف سخن ہے، اس کے تمام لوازمات کو برتنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے، مولانا موصوف نے قصیدہ لکھا ہے، اور بہت لکھا ہے، موصوف کی قصیدہ گوئی کے معیار کا اندازہ ہو سکے، قصیدے میں تشبیب کا حصہ ہوتا ہے، جس میں شاعر ممدوح کی تعریف وتوصیف سے پہلے تمہید یا اشعار کہہ کر مدح کے لئے زمین ہموار کرتا ہے، موصوف کے قصیدے کے چند تمہیدی اشعار آپ بھی دیکھ لیں:۔

دنیا میں ہر عروج کو اک دن زوال ہے — حیرت ہے تو عروج پہ اپنے نہال ہے
اپنی شکستہ حالی کی پرواہ کیا تجھے — دل دولت خودی سے اگر مالا مال ہے
رنگینیٔ جہاں میں کہاں دائمی سکوں — اس میں تیری تباہی کا بھی احتمال ہے

دنیائے انسانیت کو سبق آموز باتیں بتانے کے بعد جب مدح کی طرف رخ

کرتے ہیں تو اس شعر سے گریز کا کام لیتے ہیں:۔

اے مبتلائے رنج تو ہوتا ہے کیوں اداس | جب تیرے ساتھ دافع رنج وملال ہے

آیئے اسی قصیدے کے مدح کے چند اشعار کا مطالعہ کرلیا جائے:۔

مشفق ہے مہرباں ہے بڑا خوش خصال ہے
اس کو ہر ایک شیشۂ دل کا خیال ہے
فرمایا دیا ہے صاف یہ قرآن میں خدا
اس کی نہیں مثال کہ وہ بے مثال ہے
حکمت سے اس نے سنگ کو شیشہ بنادیا
اللہ کا حبیب بڑا باکمال ہے
سورج نہیں وہ چاند نہیں کہکشاں نہیں
وہ نازنین خود آپ ہی اپنی مثال ہے

حضرت مولانا محمد قاسم علوی نے غزلیں بھی تحریر کی ہیں، ان کی غزلوں میں داستان ذات بھی ہے اور روداد کائنات بھی، کہیں زمانے کی ستم ظریفیوں کا تذکرہ ہے تو کہیں معاشرے میں پھیلی ہوئی بے اعتدالیوں کا بیان، آج دنیا کی ناانصافیوں کا یہ عالم ہے کہ صاحبان ثروت جو بھی کہہ گزریں انہیں بہر حال پذیرائی ملتی ہے مگر کمزور طبقہ پر ناکردہ گناہوں کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔مولانا موصوف اپنی ذات کے حوالے سے کائنات کا اس طرح نقشہ کھینچتے ہیں:۔

احتجاج اس کا پذیرائی کا پائے گا شرف | میری خاموشی کو بھی کہرام لکھا جائے گا
تشنگی بس ایک میرے نام لکھی جائے گی | اور تیرے نام ہر اک جام لکھا جائے گا

ذیل میں مولانا موصوف کی مختلف غزلوں کے چند اشعار دیکھتے چلے کہ ان کی سوچ کا رخ ذہن میں متعین ہوسکے۔

ملے گی بجلیوں کو پاسبانی جب بھی گلشن کی | نشیمن جل رہا ہوگا فضاؤں میں دھواں ہوگا

دل کے ہزاروں ارماں کچھ یوں سسک رہے ہیں:

ساز نفس پہ جیسے دم توڑتا ترانہ | مجھ کو چمن کے کانٹوں سے کوئی گلہ نہیں
پھولوں نے کردیا مرے دامن کو تار تار | مدتیں گزریں کہ رسم وراہ بھی تجھ سے نہیں

اور ایسا بھی نہیں ہو سلسلہ ٹوٹا ہو۔

حضرت مولانا قاسم علوی نے حب الوطنی کے نغمے بھی گائے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اپنے ملک سے محبت عین ایمان ہے، تاریخ شاہد ہے کہ اکابرین ملت نے جہاں اپنے مذہب سے بے پناہ محبت کی ہے وہیں اپنے ملک سے حد درجہ وفاداری نبھائی ہے شاعروں میں سب سے پہلے جس نے انگریز کی صعوبتیں برداشت کیں، وہ مولانا حسرت موہانی کی ذات ہے جنہوں نے کہا تھا کہ:۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی | کیا طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبعیت بھی

مولانا محمد قاسم علوی نے جنگ آزادی کی صعوبتیں تو برداشت نہیں کیں، لیکن ان کا دل جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ہے، لہذا کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے ملک کی شان میں نغمہ سرا نہ ہوتے، ذیل میں مولانا موصوف کے چند اشعار حب الوطنی سے متعلق نقل کرتا ہوں تاکہ آپ بھی ان سے محظوظ ہوں:۔

یہ وطن میرا وطن تیرا وطن سب کا وطن | اس چمن کے گوشے گوشے میں ہے کتنا بانکپن
یہ سلامت ہے تو باقی ہے ہماری جان وتن | ایسا گلشن ہے کہ کھلتے ہیں گلاب ویاسمین
سبزہ زاروں آبشاروں سے بھرا ہے یہ چمن | ہر طرف بہتے ہیں دیکھو پیار کے گنگ وجمن

الغرض مولانا قاسم علوی ایک بہترین شاعر ہیں، ان کی زندگی کے ایام عوام الناس کی فلاح وبہبود ہی میں گزر رہے ہیں، کسی بھی شخص کا کوئی مسئلہ ہو وہاں سے مسئلہ سمجھ کر سلجھانے کی کوئی کوشش کرتے ہیں اور اللہ کے فضل وکرم سے سلجھا بھی لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے کارنامے کو قبول فرمائے (آمین)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا محمد قاسم علوی کی شاعری کا عروضی جائزہ

﴿ڈاکٹر زاہد نظر۔G23 بنگلہ بستی، گارڈن ریچ مٹیابرج کلکتہ:۲۴﴾

مولانا محمد قاسم علوی صاحب قبلہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، سرزمین مٹیابرج کی یہ ایک ایسی فعال شخصیت ہے جن کی پہچان دور دور تک دکھائی دیتی ہے، ان کی عبقری شخصیت سے صرف علماء طبقہ ہی نہیں بلکہ سیاسی، سماجی، ادیب و شاعر بھی متاثر ہیں، چونکہ موصوف ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں، اس لئے مختلف تنظیموں سے منسلک ہونا ایک فطری امر ہے، مثلاً جنرل سکریٹری مجلس علما اسلام مغربی بنگال۔ صدر بزم رضائے مصطفیٰ مغربی بنگال، ڈپٹی متولی سیک لین مسجد، کلکتہ، نائب صدر مولانا آزاد ایجوکیشنل ٹرسٹ خضر پور، سجادہ نشین خانقاہ رحمتیہ (مٹیابرج) سربراہ اعلیٰ دار العلوم رضائے مصطفیٰ (مٹیابرج) وغیرہ وغیرہ۔ اتنی مصروف ترین شخصیت کے ہونے کے باوجود موصوف کا علم وادب کے لئے وقت نکال لینا ورطہ حیرت کی بات ہے، ادبی دنیا میں آپ نے ایک مقام بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی پہچان ایک ادیب وشاعر کی حیثیت سے بھی ہے۔

مولانا محمد شاہد القادری صاحب ان کی ذات اور شخصیت سے متاثر ہو کر ایک کتاب ترتیب دے رہے ہیں، مولانا صاحب کا حکم ہوا کہ میں بھی ایک مضمون لکھوں، میں نے رضا مندی کا اظہار کر دیا، مگر عنوان مولانا موصوف نے پسند فرمایا، اس عنوان کا نام ہے ''مولانا قاسم علوی کی شاعری کا عروضی جائزہ'' انہوں نے اس عنوان کا انتخاب میرے لئے کیوں فرمایا، میری سمجھ میں بات آ گئی، کیونکہ آج سے آٹھ سال قبل حضرت تاج الشریعہ مرشد اعظم علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی (بریلی شریف) کی عالمگیر شخصیت پر مولانا قادری نے ایک ضخیم نمبر بنام ''تجلیات تاج

الشریعہ'' ترتیب دی تھی، اس کے لئے بھی اسی طرح کا عنوان میرے لئے مختص تھا۔ ارباب علم وفن یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس خشک فن یعنی فن عروض پر کہنے اور لکھنے کی جسارت سرزمین مٹیابرج پر استاذ الشعراء جناب کیف الاثر صاحب مرحوم اور برادرم خالد قمر مرحوم کے علاوہ بطور تحدیث نعمت راقم الحروف ہی کر سکتا ہے اور یہ سب میرے استاذ مکرم جناب کیف صاحب سے شرف تلمذ کا ثمرہ ہے۔

مولانا محمد قاسم علوی صاحب ہمارے بزرگ ہیں، رہبر قوم وملت ہیں، آپ نے بحیثیت ایک شاعر فن نعت گوئی اور نعتیہ قصیدہ کے فن کو اپنایا، مولانا محمد شاہد القادری کے ذریعہ چند نعت شریف اور دو نعتیہ قصیدے مجھے ملے، انہیں کی روشنی میں چند باتیں کرنی ہیں، فن عروض کی روشنی میں وہ کتنے کامیاب ہیں اس کا جائزہ نذر قارئین ہیں۔

کمال احمد صدیقی نے اپنی کتاب ''آہنگ اور عروض'' میں ایک جگہ فن عروض کے متعلق لکھا ہے:

''اک معما ہے، سمجھنے کا، نہ سمجھانے کا   زندگی کاہے کو ہے، خواب ہے دیوانے کا

زندگی کی جگہ عروض کر دیجئے تو مصرعہ بحر سے ساقط ہو جائے گا، لیکن مفہوم واضح ہو جائے گا کہ عام شاعری کے دلدادہ لوگوں کے لئے ہی نہیں، خود شاعروں کی اکثریت کے لئے عروض کچھ نا قابل فہم قسم کا موضوع تھا''۔

آگے لکھتے ہیں:

''عروض علم بھی ہے، اور فن بھی، لیکن عروض کا نام سن کر لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اور اگر کسی رسالے میں اس موضوع پر کوئی مضمون چھپا ہو تو تیزی سے اس وقت تک ورق الٹے جاتے ہیں، جب تک دوسرے مضمون کی سرخی نہیں آ جاتی''۔

میں ابتداء ہی میں عرض کیا تھا کہ یہ ایک خشک موضوع ہے، لہذا شعراء حضرات اس موضوع پر سے دور رہنے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ جو شاعر ہو وہ علم عروض سے بھی کما حقہ واقف ہو، چند مروجہ اور عام بحور پر دھن بنا کر ساری زندگی اسی

پر قناعت کر لیتے ہیں، وہ جدول، آہنگ، رکن، زحاف دائرے اور بحور کے چکر میں نہیں
پڑتے ہیں، باقی مسئلہ استاذ حل کر دیتے ہیں، اس سے شعراء کا کام نکل جاتا ہے، اور انہیں
فن عروض کے صحراء میں بھٹکنے سے نجات مل جایا کرتی ہے۔

مولانا محمد قاسم علوی صاحب قبلہ کے جو کلام دستیاب ہوئے ہیں، ان کی روشنی
میں بحور کی نشاندہی کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

(۱) بحر رمل مثمن غیر سالم محذوف رمکفوف
(۲) بحر کامل مثمن سالم
(۳) بحر متقارب مثمن سالم
(۴) بحر متدارک مثمن محذوذ
(۵) بحر متقارب مثمن مقبوض اثلم دو چند
(۶) بحر متدارک مثمن مخبون مسکن مضاعف
(۷) بحر ہزج مثمن سالم

یہ عام بحور ہیں، شعراء حضرات کثرت سے ان بحور پر طبع آزمائی کرتے ہیں،
ان بحور میں بحر کامل مثمن سالم ذرا سخت ہے، کیونکہ یہ عربی زبان کے لئے مخصوص ہے، عربی
میں لفظوں کے حرکات مین اتنی وسعت ہے کہ عربی شعراء اس بحر میں آسانی سے شعر کہہ
لیتے ہیں، مگر اردو اور فارسی میں یہ آسانیاں نہیں، مثلاً لفظ ''حرکت'' اور ''برکت'' کو ہی لے
لیجئے، ح، ر، ک، تینوں حروف متحرک ہیں، جب کہ ''ت'' ساکن ہے، اردو میں ایسی
آسانیاں نہیں، ہمارے بزرگوں نے آسانی کے لئے حرکت اور برکت میں دو حروف
''ح'' اور ''ک'' کو متحرک ر اور ت کو ساکن کرنے کی اجازت دی ہے۔ اردو شعراء کثرت
سے اس بحر کو استعمال نہیں کرتے ہیں، ، یہ بہت مترنم بحر ہے، مگر استعمال میں سخت ہے، میں
نے اکثر شعراء کو دیکھا ہے کہ اس بحر کے استعمال کرنے مین بہت لفظوں کو دبا دیتے ہیں،
جس سے لفظ اور بحر دونوں کا حسن زائل جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے جن بحور پر طبع آزمائی کی ہے ان
کا جائزہ اشعار میں لیتے ہیں۔

(۱) بحر رمل مثمن غیر سالم مخذوف رمکفوف

وزن: فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن رفاعلات

اشعار:۔

(الف) اضطراب وکرب کا عالم میں تجھ سے کیا کہوں
موت ہاتھوں میں تڑپے جس طرح نبض حیات

(ب) صبح کے قدموں پہ شب نے رکھ دیا پھر تھک کے سر
مل سکے شاید اسے تاریکیوں سے اب نجات

(ت) ماہ وانجم کی صدا میں قدسیوں کے بزم میں
عرش سے تحت الثریٰ تک ان کا چرچا ان کی بات

(ث) ہفت اقلیم محبت ان کے قدموں پر نثار
دل کی ہر دھڑکن میں شامل ہو گئی ہے ان کی ذات

(ج) تیرگی کا مٹ گیا نام ونشاں کیوں دہر سے
نور مجسم روشنی بن کر جو چمکا ان کی ذات

(ح) جن کی آمد پر خوشی سے چہچہاتے ہیں طیور
سج رہا ہے سارا عالم آج ہے ان کا ظہور

سارے اشعار اپنی صحت لفظی کے ساتھ سجے ہوئے ہیں، کہیں بھی کوئی لفظ یا
حرف دبا نہیں ہے، سارے اشعار بحر میں ہیں۔

(۲) بحر کامل مثمن سالم:۔

وزن: متفاعلن، متفاعلن، متفاعلن، متفاعلن (دوبار)

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا یہ بحر عربی شاعری کے لئے مخصوص ہے، اردو شعراء

اسے بہت کم استعمال کیا ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت مترنم ضرور ہے مگر سخت بھی ہے، لہذا! اس کی راہ سخت راہ گزر ہونے کی وجہ سے شعراء حضرات نے برائے نام استعمال کرتے ہیں،حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے بھی اس بحر میں طبع آزمائی کی ہے ،چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

(۱)نہ ہی شاعری کی ہوس مجھے نہ ہی شہرتوں کا خیال ہے
میری موت ہو تیرے شہر میں مرا دل اسی میں نہال ہے
(۲)تو سراپا سطوت وعافیت،میں سراپا مائل معصیت
تو رحیم ہے تو کریم ہے،تری رحمتوں کا سوال ہے
(۳)دم آخریں تو رہے اگر مرے سامنے مرے چارہ گر
تو بڑے نصیب کی موت ہے نہیں موت بلکہ وصال ہے
(۴)مجھے بحر غم سے نکال دے کہ غموں سے علوی نڈھال ہے
تری رہبری نہ ملے اگر، ملے راستہ یہ محال ہے

میں نے ابتداء میں کہا تھا کہ یہ بہت مترنم بحر ہے مگر سخت بھی ہے،سخت کی وجہ بیان کر چکا ہوں،اب ثبوت کے لئے مولانا موصوف کے دو اشعار پیش کرتا ہوں۔
شعر نمبر دو میں ''سراپا'' دو بار استعمال ہوا ہے،اور دونوں بار لفظ''سرپا'' آخری حرف الف کو دبا دیا گیا ہے،اسی طرح شعر نمبر چار میں تخلص ''علوی'' میں لفظ''ی'' کو دبا دیا گیا ہے، کیونکہ یہ دونوں لفظ عربی اور فارسی کے ہیں،اس لئے ان لفظوں کو دبانا درست نہیں،لہذا اس طرح کی غلطی اکثر شعراء سے ہو جاتی ہے، جب وہ اس بحر میں طبع آزمائی کرتے ہیں، میں نے دانستہ طور پر ان اشعار کو کوٹ کیا ہے تا کہ شعراء حضرات شعر کہتے وقت اس بات کا خاص دھیان رکھیں۔

(۳)بحر متقارب مثمن سالم:۔
وزن:فعولن،فعولن،فعولن،فعولن،(دوبار)

اشعار:۔

(۱)سلامت رہے تیرا دربار عالی — تو منگتا کا دامن رہے گا نہ خالی
(۲)مدینہ کے پرکیف منظر کے صدقے — تصور نے جلووں کی جنت بسا لی
(۳)ملک پیش کرتے ہیں روضے پہ آکر — سلاموں کا تحفہ درودوں کی ڈالی
(۴)تمنا ہے علوی اگر موت آئے — مرے سامنے ہو وہ پر نور جالی

بطور چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں، ویسے تمام اشعار جو اس زمین پر کہے گئے ہیں، سب کے سب اپنی صحت کے ساتھ درست ہیں۔

(۴)بحر متدارک مثمن محذوف:۔
وزن:فاعلن،فاعلن،فاعلن،فع

(۱) یہ گزارش ہے آقا خدارا — اپنا روضہ دکھا نا دوبارا
(۲)وہ تو کوئی آپ نے ناخدائی — ورنہ ملتا نہ مجھکو کنارا
(۳)ان کے در کی غلامی سے علوی — تیری قسمت کا چمکا ستارا
(۴)میں یہاں اور ہے دور طیبہ — سہہ نہ پاؤں یہ درد جدائی
(۵)چاند ٹکڑے ہوا پلٹا سورج — دیکھو آقا کی معجز نمائی

بحر متقارب مثمن سالم کی طرح یہ بھی بہت آسان بحر ہے،مولانا موصوف نے کامیابی کے ساتھ اس بحر میں اشعار نظم کئے ہیں۔

(۵)بحر متدارک مثمن مخبون مسکن مضاعف:
وزن:فعلن،فعلن،فعلن،فعلن۔فعلن،فعلن،فعلن،فعلن (دوبار)

اس بحر میں مولانا محمد قاسم علوی صاحب کے اشعار کوٹ کرنے سے قبل اس بحر سے جڑی ہوئی چند باتیں صفحہ قرطاس پہ لانا چاہتا ہوں،سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حاسب علم بیان وعلم عروض ڈاکٹر مجیب الرحمٰن نے صفحہ ۱۷۳ میں اس بحر کا نام بحر متقارب مثمن اثلم لکھا ہے چونکہ فعلن آٹھ بار اور پورے اشعار میں سولہ بار استعمال ہوا ہے،اس

لئے اس میں دو چند کا اضافہ کر دیا گیا ہے، مگر حاصب آہنگ اور عروض کمال احمد صدیقی نے صفحہ ۱۶۳ پر اس بحر کا نام بحر متدارک مثمن مخبون مسکن مضاعف لکھا ہے اور اسے میں نے قبول ھی کیا ہے، وجہ صاف ہے کہ یہ خالص فن عروض کی کتاب ہے جب کہ مجیب الرحمٰن صاحب کی کتاب خالص عروض کی نہیں ہے اور ڈاکٹر مجیب الرحمٰن عروضی بھی نہیں ہے۔

بہر حال اس بحر میں تسکین اوسط کی کافی گنجائش ہے، اور شعراء نے اس کا فائدہ بھی اٹھایا ہے، وزن فعلنِ فعلن، فعلن، فعلن، میں آپ فعل فعولن فعلن فعلن کر سکتے ہیں، یا فعلن فُعلن فعل فعولن بھی کر سکتے ہیں، یا مفعول، فعولن، مفعولن کر سکتے ہیں، یا فعل، فعل، فعلن مفعولن، بھی کر سکتے ہیں، یا فعل، فعل، فع، فعو، فعولن یا اسے فعوفعولن فعلن فعلن بھی کر سکتے ہیں۔

کسی غزل یا نعت شریف کے کسی بھی شعر میں کسی بھی مقام پر تسکین اوسط کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، اس میں کوئی خامی نہیں، اور نہ ہی آہنگ میں کوئی فرق پڑ سکتا ہے، سب سے پہلے اس بات کا احساس میر تقی میر کو ہوا، لہذا تسکین اوسط کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی مشہور غزل جس کا مطلع ہے:

پتا پتا بوٹا بوٹا ہمارا حال جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

فعلن فعلن فعلن فعل فعولن مفعولن   فعل فعولن فعل فعولن فعل فعولن مفعولن

استاذ ابراہیم ذوق نے بھی کچھ اسی طرح کا کامیاب تجربہ کیا ہے، بطور ثبوت شعر دیکھئے:

جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے گر اس میں زلف سرکش
پھر زلف بنے وہ دست موسیٰ جس میں اخگر آتش ہو
مفعول فعولن فعل فعو   فعلن فعلن فعلن فعلن

مفعول فعولن فعلن فع   فعلن فعلن فعلن فعلن

کمال احمد صدیقی نے اپنی کتاب آہنگ اور عروض کے صفحہ ۳۵۶ پر پروفیسر نادم بلخی کا تقطیع کیا ہوا علامہ اقبال صاحب کا وہ شعر کوڈ کیا ہے جسے یہاں نقل کرنا لطف سے خالی نہیں۔

کمال احمد صدیقی لکھتے ہیں: مئی ۱۹۸۸ء کے ''کتاب نما'' میں ایک عروضی بحث چلی تھی، اس علامہ اقبال کی ایک محرف مصرع ''گفتار کا غازی بن تو گیا کردار کا غازی بن نہ سکا'' پروفیسر نادم بلخی نے ہزج سے اس وزن کا استخراج یوں کیا ہے۔

مفعول فعولن مفعولن   مفعول فعولن مفعولن۔

قطع نظر اس کہ انہوں نے تقطیع یہ کی:

گفتار (مفعول) ک غازی (فعولن) بن تگ یا (مفعولن) کردار (مفعول) ک غازی (فعولن) بن نہ سکا (مفعولن)

آگے لکھتے ہیں اردو الفاظ میں ہر جگہ تسکین اوسط اس طرح رائج نہیں، جس طرح فارسی الفاظ میں تھوڑی دیر کے لئے ''بن تگ یا'' اور ''بن نس کا'' کو قبول کر لیں تو یہ غیر حقیقی تقطیع ہے،، کیوں کہ ہزج میں فعولن مخذوف ہے اور مخذوف مزاحف عروض رضرب کے لئے خاص ہے، حشوین میں نہیں آ سکتا ہے۔

بہر حال اس تقطیع شدہ شعر کو غیر حقیقی تقطیع قرار دے کر اسے منسوخ کر دیا، مگر کمال احمد صدیقی نے اس مصرع کا صحیح تقطیع کیا ہوگا کر کے نہیں دکھایا۔ اگر اجازت ہو تو ناچیز اس مصرع کی صحیح تقطیع کر کے دکھا سکتا ہے، دوبار شعر لکھتے ہیں، پھر تقطیع کرتے ہیں۔

گفتار کا غازی بن تو گیا   کردار کا غازی بن نہ سکا

تقطیع:۔

گفتا (فعلن) رک غا (فعلن) زی بن (فعلن) تگ یا (فعلن)
کردا (فعلن) رک غا (فعلن) زی بن (فعلن) ن س کا (فعلن)۔۔۔۔ یہ ایک

حقیقی تقطیع ہے اور قابل قبول بھی۔

تسکین اوسط کا استعمال کسی بحر میں ہو یا نہ مگر اس بحر میں کافی گنجائش ہے،، میں کمال احمد صدیقی کے خیال سے متفق نہیں ہوں، آیئے چند مشہور شعراء مشہور شعر یا مصرع بطور نمونہ پیش کرتے ہیں، جس میں تسکین اوسط کا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

نظیر اکبر آبادی:

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا
مفعول فعول مفعولن مفعول فعولن مفعولن

"یا" سب ٹھاٹھ دھرا رہ جائیگا جب لاد چلے گا بنجارہ
مفعول فعولن مفعولن مفعول فعولن مفعولن

پرویز شاہدی:

ان پڑھ آندھی گھس پڑتی ہے توڑ کے پھاٹک محلوں کے
فعلن فعلن فعلن فعل فعولن مفعولن

"یا" اندر آنا منع ہے لکھ کر لنکا نے سے حاصل کیا
فعلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فع

کیف الاثر:

جس روز میں کروٹ بدلوں گا دنیا کو پلٹ کر رکھ دوں گا
مفعول فعولن مفعولن مفعول فعولن مفعولن

"یا" ٹھراؤ ہے گر فطرت میں مری رگ رگ میں مگر طغیانی ہے
مفعول فعولن فعل فعو مفعول فعولن مفعولن

اس طرح مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے بھی اس بحر میں کثرت سے تسکین اوسط کا فائدہ اٹھایا ہے۔ بطور نمونہ چند اشعار نذر قارئین ہیں۔

(۱) اے شاہ عرب کملی والے تیرا جو اشارہ ہو جائے

ڈوبی ہوئی کشتی پار لگے ہر موج کنارا ہو جائے

(۲) واللہ ہمارے دل میں بھی مدت سے تمنا بستی ہے
پر نور سنہری جالی کا اک بار نظارا ہو جائے

(۳) چاروں اور اندھیارا پھیلل تنکوا جیا رنبی جی
پاپ کی ندیا گہری نہ پا کیسے ہوئی ئے پار نبی جی

(۴) دیش دیش میں نگر نگر میں گلی گلی میں دیکھے لیں
بگیا بگیا، گل بلبل میں کلی کلی میں دیکھے لیں

(۵) نظر اٹھاوے جونی اوریاں ٹھری جے جے کار نبی جی

شعر میں نے پیش کر دیا ہے تقطیع صاحب ذوق کر لیں۔

بحر جمیل مثمن سالم:۔

وزن: مفاعلاتن، مفاعلاتن، مفاعلاتن، مفاعلاتن (دوبار)

حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے اس بحر میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اس بحر میں اکثر شعراء بحر کامل ہی کی طرح لفظوں کے صحت کا خیال نہیں کر پاتے اور دانستہ یا غیر دانستہ طور پر فارسی اور عربی کے الفاظ کو دبا دیتے ہیں، یا پھر مجبوری کہیئے کہ ان لفظوں کے صحت کا علم نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بحر، بحر کامل کی طرح سخت نہیں، لیکن مترنم ضرور ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

(۱) بہار آئی، پیام لائی، شفیع یوم النشور آئے
تو ہنس کے کلیاں گلوں سے بولیں کہ آنے والا ضرور آئے

(۲) نئی یقیں سے سجا کے کعبہ سنور کے نکھرا نکھر کے سنورا
چمن چمن کی ہر ایک ڈالی خوشی سے جھومے حضور آئے

(۳) اداس اداس تھا ہر ایک ذرہ ہر ایک رستے پہ تھا اندھیرا
خدا کا کتنا کرم ہے علوی مٹانے ظلمت وہ نور آئے

اسطرح کے بحور میں حسن پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ شعر کے مصرع اولیٰ میں قوافی کی تکرار ہو جیسا کہ مولانا موصوف نے شعر نمبر ''دو'' اور ''چار'' میں کیا ہے، شعر نمبر ''دو'' میں قافیہ کعبہ کی تکرار سنوار سے کیا اور شعر نمبر ''چار'' میں ذرہ کا تکرار اندھیرا سے کیا ہے، جب کہ شعر نمبر ''تین'' میں قوافی کی تکرار نہ ہونے کیوجہ سے شعر بے ذائقہ سا معلوم ہوتا ہے۔ شعر نمبر ''چار'' میں لفظ اداس دوبار ایک ساتھ استعمال ہوا ہے، دوسرے اداس کا پہلا الف دب گیا ہے، جس سے لفظ اداس کی صحت خراب ہوگئی، میں نے دانستہ اس شعر کو کوڈ کیا ہے، تاکہ عام شعراء جب اسے دیکھیں تو صحت لفظی کا خیال رکھیں۔

بہر حال علم بیان و علم عروض ڈاکٹر مجیب الرحمٰن نے اس بحر کا نام بحر متقارب مثمن مقبوض اثلم و چند صفحہ نمبر ۱۷۵ میں تحریر فرمایا ہے۔ اور اسکا وزن فعول فعلن ۔فعول فعلن ۔فعول فعلن ۔فعول فعلن لکھا جاچکا ہے۔

جبکہ صاحب آہنگ اور عروض کمال صدیقی نے صفحہ ۲۴۳ میں اس بحر کا نام بحر جمیل مثمن سالم تحریر فرمایا ہے، اور وزن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن لکھا ہے۔

میری نظر میں بحر اور وزن بھلے ہی الگ الگ ہوں مگر آہنگ دونوں بحور کے ایک ہی ہوتے ہیں، لہذا نام کی تبدیلی سے آہنگ میں کوئی تبدیلی نہ ہونے کے سبب دونوں اوزان قابل قبول ہیں۔

مولانا محمد قاسم علوی صاحب کو اللہ رب العزت اپنے پیارے محبوب ﷺ کے طفیل انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)

☆☆☆

علامہ محمد قاسم علوی اور مجلس علماء اسلام مغربی بنگال

مولانا جاوید اختر رضوی (ناظم مالیات مجلس علماء اسلام مغربی بنگال)

مغربی بنگال کا خطہ جنہیں ہم عقیدت مند مخدوم بنگال حضرت شاہ علاء الحق چشتی پنڈوی علیہ الرحمہ (م ۸۰۰ھ) کا بنگال کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس کی راجدھانی کلکتہ اپنی گوناگوں حیثیت کی وجہ سے عالمی سطح پر نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس سرزمین پر محقق بے نظیر حضرت علامہ خیر الدین قادری دہلوی کلکتوی (م ۱۳۲۶ھ) خلیفہ محدث بریلوی حضرت علامہ الشاہ الحاج محمد لعل خاں قادری رضوی مدراسی کلکتوی (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) محو استراحت ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کی ذات ستودہ صفات ہی کی دم خم کا ثمرہ ہے کہ شہر نشاط کلکتہ میں جماعت اہلسنت کا پرچم لہراتا ہوا نظر آرہا ہے۔ چودھویں صدی کے نصف آخر میں حضرت مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری رضوی بھدرکی علیہ الرحمہ (م ۱۴۰۱ھ) اور قائد اہلسنت رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (م ۲۰۰۲ء) نے بھی جماعت اہلسنت کی آبیاری کے لئے کلیدی کردار ادا کیا ہے جو ماضی قریب کے علما اور دانشوران سے مخفی نہیں ہے۔ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے ماہنامہ جام نور اور ماہنامہ جام کوثر کا اجراء کلکتہ ہی سے کیا، ان دونوں رسالوں نے مسلک حق مسلک اہلسنت مسلک اعلیٰ حضرت کی اپنے زمانہ اشاعت میں بھرپور ترجمانی کی اور قرآن و حدیث کے پیغام کو امت مسلمہ تک پہنچایا۔

حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی شخصیت اس اعتبار سے جماعت اہلسنت کے علما اور فقہا اور مشائخ میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے، جہاں آپ قدم رنجہ فرماتے جماعت اہلسنت کا کوئی نہ کوئی ادارہ کا وجود ہوتا ہوا ضرور نظر آتا۔ آپ نے علوم اسلامیہ کے فروغ کے لئے ہوڑہ ضلع میں ''دار العلوم ضیاء الاسلام'' کو قائم کیا اور اس کی عمارت کی سنگ بنیاد میں جماعت اہلسنت کے دلوں کی ڈھڑکنوں کو جمع فرمادیا یعنی حضرت

مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضاخاں قادری نوری رضوی علیہ الرحمہ، حضرت سید العلماعلامہ سید الشاہ آل مصطفیٰ برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ، مجاہد ملت حضرت علامہ الشاہ حبیب الرحمٰن قادری رضوی بھدرکی علیہ الرحمہ، حافظ ملت حضرت علامہ الشاہ عبدالعزیز قادری رضوی امجدی مرادآبادی علیہ الرحمہ، حضرت مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ، حضرت محدث کبیر شہزادۂ صدرالشریعہ علامہ ضیاءالمصطفیٰ قادری رضوی امجدی مدظلہ العالی بنفس نفیس جلوہ گر تھے۔ بنگال میں آج یہ دارالعلوم مرکزی ادراہ کی حیثیت رکھتا ہے اور الحمد للہ! راقم اسی دارالعلوم کا فیض یافتہ ہے۔

حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے شدت سے یہ محسوس کی کہ کلکتہ کے علما کرام کو بالخصوص منظّم اور متحرک کرنے کے لئے ایک ایسے فعال تنظیم کی بناء ڈالی جائے جس کے پرچم تلے علما اہلسنت دل جمعی اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اپنے مسلک ومشرب کو پروان چڑہائے، وہ وقت مسعود آیا ۱۹۹۸ء میں ''مجلس علماء اسلام بنگال'' کے نام سے جماعت اہلسنت کی ایک باوقار اور متحرک تنظیم معرض وجود میں آئی۔ ابتداء آفرینش سے تاحال کسی نہ کسی طور پر مجلس اپنے بانی کے ترتیب دئے ہوئے منصوبے پر عمل پیرا ہے، چونکہ میرا موضوع مجلس کا ارتقائی سفر نہیں ہے ورنہ اس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔

بنگال کی ایک عظیم متحرک اور فعال شخصیت یا یوں کہہ لیا جائے چلتی پھرتی انجمن، جن کے دم اور قوت فیصلہ سے نا جانے کتنے لاینحل مسائل حل ہوئے اور جماعت کو مخالفت کی گھن اور بدعقیدگی کی سازش سے بچایا گیا۔ اس جامع الصفات شخص کو ہم اور آپ ''ممتاز العلما حضرت علامہ مولانا محمد قاسم علوی'' کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ میرا موضوع یہی ہے کہ ''علامہ محمد قاسم علوی اور مجلس علما اسلام بنگال'' حضرت علامہ موصوف کی سکریٹری شپ میں مجلس کو کس قدر ترقی ملی اور بنائے گئے منصوبے پر کس حد تک کام کاز ہوا۔

مجلس کے پہلے سرپرست بانی مجلس حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ تاحیات رہے، ان کے بعد حضرت رفیق ملت الحاج الشاہ سید نجیب حیدر برکاتی صاحب قبلہ

سرپرست بنائے گئے تنظیمی کام منجمد ہوجانے کے بعد سرپرستی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، مجلس کی نشاۃ ثالثہ کی ضرورت محسوس کی گئی، چاندنی جامع مسجد کلکتہ میں مجلس کے کام کاز کو پروان چڑھانے کیلئے ایک نئی مجلس عاملہ کی تشکیل عمل میں آئی اور ممتاز الاساتذہ خلیفہ تاج الشریعہ استاذ گرامی حضرت علامہ ابوالکلام احسن القادری مدظلہ العالی اور صوفی باصفا خلیفہ تاج الشریعہ حضرت صوفی عبدالرحمٰن قادری رضوی علیہ الرحمہ سرپرست بنائے گئے تادم تحریر حضرت ممتاز الاساتذہ مدظلہ العالی مجلس کے سرپرست ہیں، اس کے صدور میں حضرت علامہ عزیز اللہ مظہری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ محمد انیس القادری علیہ الرحمہ، حضرت قاری فرحت حسین زبیری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا حنیف آروی منتخب ہوئے اور تادم تحریر خلیفہ تاج الشریعہ حضرت مفتی مختار عالم رضوی مدظلہ العالی صدر مجلس ہیں۔ سکریٹری شپ پر حضرت علامہ انیس القادری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا نعمت حسین حبیبی فائز رہے اور تاحال ممتاز العلما علامہ محمد قاسم علوی علیہ الرحمہ تھے۔

حضرت علامہ محمد قاسم علوی صاحب قبلہ کی زندگی کا ایک حصہ مسلک وملت کی ترویج اشاعت کیلئے وقف تھا، آپ نے اپنی سکریٹری شپ میں مجلس کے بینر تلے جو خدمات انجام دی ہیں انہیں کوئی بھی انصاف پسند فراموش نہیں کرسکتا ہے۔ ملاحظہ کریں:۔

☆ آپ کی سرپرستی میں سونامی لہر کی تباہی سے نبرد آزماء لوگوں کے لئے وزیر اعلیٰ بنگال کے فنڈ میں ۹۲۔۵۷۸۶ ؍روپے جمع کرائے گئے۔

☆ مرشدآباد میں سیلابی صورتحال سے تباہ افراد کے لئے دوٹرک امدادی سامان لے کر مجلس کی ٹیم کے ساتھ تقسیم کروایا تھا۔

☆ آسام فساد کے موقع پر ۱۵؍لاکھ کی رقم سے ضرورت کے سامان مجلس کی ٹیم نے آپ کی سربراہی میں مصیبت زدوں کے درمیان تقسیم کیا۔

☆ سندربن میں آئیلا طوفان سے متاثرین کے درمیان ایک بڑے پانی جہاز میں علماء کرام کے ساتھ امدادی سامان لے کر تقسیم کیا گیا۔

☆ فلسطینی بھائیوں کی امداد کے لئے ترکی کا روانہ کردہ جہاز کو اسرائیل کا اغوا کرنے کے خلاف مولانا موصوف کی قیادت میں احتجاجاً کلکتہ کے امریکی کونسل خانے میں میمورنڈم دیا گیا۔

☆ سیدی اعلیٰ حضرت کے خلاف مشہور گستاخ رسول مولوی طاہر گیاوی کے ہفوات کے خلاف بنگال کے وزیر اعلیٰ بدھا دیپ بھٹا چاریہ کو تفصیلی رپورٹ سی۔ڈی کی شکل میں پیش کیا گیا اور امن وشانتی برقرار رکھنے کے لئے کلکتہ سے کچھ دنوں کے لئے دور رکھنے کا مطالبہ کیا گیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ دو سال تک طاہر گیاوی کا کلکتہ میں داخلہ ممنوع رہا۔

☆ آپ کی نگرانی میں ہر سال بابری مسجد کی شہادت کی تاریخ ۶/ دسمبر کو اذان دے کر علاماتی احتجاج کا آغاز کیا گیا جو ہنوز جاری ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس میں کارٹون بنا کر گستاخ کے خلاف ۳۱۳/ علما کرام کا جلوس اور امریکی سنٹر کو میمورنڈم۔

☆ دلی میں مولانا بخاری کی دعوت پر نیشنل رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل کے لئے شرکت، اس میٹنگ میں مولانا موصوف کے علاوہ مولانا سیف اللہ علیمی بھی مجلس کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے اور حکمت عملی سے میٹنگ کے منصوبہ کو خاک میں ملایا ورنہ دیوبندیت اس کمیٹی پر حاوی ہو جاتی۔

☆ کشمیر میں سیلاب سے تباہ حال افراد کی امداد کے لئے مجلس کے وفود کی روانگی۔

☆ آپ کے دستخط کے ساتھ سیدی اعلیٰ حضرت کے پوتے حضرت مولانا توقیر رضا بریلوی کی گرفتاری کے خلاف وزیر اعلیٰ اتر پردیش، گورنر اتر پردیش اور داخلہ سکریٹری کو مجلس کا میمورنڈم بھیجا گیا۔

☆ دھن واڑی کلکتہ میں چند دہشت گردوں کی گائے کی قربانی کرنے پر دادہ گری کے سبب امام مسجد کی آواز بلند کرنے کی وجہ سے مسلکی منافرت کے پیش نظر چلا چلی

گروپ نے اخبار کو سہارا بنا کر جو واویلا مچایا اس پر اخبار کے دفتر میں آپ کی قیادت میں پہنچ کر قدغن لگایا گیا۔

☆ رمضان المبارک کے پر بہار موقع پر کلکتہ کے بیل گچھیا علاقہ کے شرپسند مولویوں نے جماعت اہلسنت پر ظلم ستم ڈھانا شروع کیا اور یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوا کہ عین شب عید گھروں میں گھس کر دہشت گرد مولویوں کے افراد نے سنیوں کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو زدوکوب کیا، اس دہشت گردی کے خلاف ایک منظم تحریک مولانا موصوف کی قیادت میں چلی اور ظالم کو دندان شکن جواب دیا گیا۔

اس طرح بہت سے ذریں کارنامے ہیں، جن سے آپ کی بے لوث خدمت دین کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔اللہ تعالی آپ کے ان کارنامے کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور دونوں جہاں کی دولت سے مالا مال فرمائے (آمین)

☆☆☆

مقالات علوی میری نظر میں

ڈاکٹر شمیم انور (پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی)

آئینہ حیرتی ہوتا ہے، آئینہ جھوٹ نہیں بولتا، آئینہ ہر اس شئے کو منعکس کر دیتا ہے، جو اس کے سامنے ہو، آئینہ خیر وشر کی نشاندہی کرتا ہے، آئینہ نیک وبد کا فرق بتاتا ہے، آئینہ پتھر کا سل بھی ہوتا ہے اور انسانی بھی جب ہی تو اقبال نے کہا:

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز ہے نگاہ آئینہ ساز میں

یہی آئینہ لے کر مولانا محمد قاسم علوی صاحب آپ کے روبرو آئے ہیں، مولانا محمد قاسم علوی صاحب امام محراب، عالم دین، مفکر اسلام، سیرت حبیب خدا کے مفسر، مذہبی پیشوا، سماجی خدمت گار، جلوس محمدی کے بانی، سکریٹری مجلس علماء اسلام، صدر بزم رضائے مصطفیٰ، غرض اپنی ذات میں بذات خود ایک انجمن ہیں، انہوں اپنے تاثراتی مقالوں کا یہ مجموعہ ترتیب دیا ہے، یہ مقالات کا مجموعہ درحقیقت عصری ہندوستان خاص کر مسلمانوں کے کرب ناک پہلوؤں کو منعکس کرنے والا آئینہ ہے۔

بقول غالب:

لکھتے رہے جنوں کے حکایات خونچکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

پوری دنیا اور خاص کر مشرقی ایشیا میں ایک عجیب سیاسی اور معاشرتی افراتفری کی فضا قائم ہے، فاشسٹ قوتوں نے اقدار اور جمہوری قدروں کے ہی نہیں انسانیت کے خاتمے کی قسم کھا رکھی ہے۔ ان تاریک اثرات سے ظاہر ہے کہ ہندوستان اور پڑوسی ممالک بھی اثر میں آچکے ہیں، آج سیاسی اور سماجی انارکی کو اس منظر میں دیکھنا ہوگا جس کے شکار خاص طور پر بے قصور اور معصوم مسلمان اپنی ناکردہ گناہی کی سزا پا رہے ہیں۔ اس لئے

ہمیں حالات کو صحیح تناظر میں پرکھنا اور سمجھنا ہوگا۔ سماجی ذمہ دار کو محسوس کرنا ہوگا یہ وقت ہر اس مثبت قوت سے رشتہ جوڑنے کا ہے جو ہماری تہذیب اور مذہب کی علامت ہیں، وگرنہ ہمارے مذہب، فن اور تہذیب پر حملے ہوتے رہیں گے۔ انسانیت موت کا شکار بنتی رہے گی، مثبت انداز فکر کی راہیں ہموار کرنا آج کے ادیب کا فرض اولین ہے۔ یہی کام بحسن وخوبی مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے کیا ہے۔ سچ بولنے والوں کی کمی نہیں، ہمارے درمیان مسلکی، فکری اور نظری اختلافات ممکن ہیں، مگر سچائی کے متلاشی کو روشنی کی کرن جہاں نظر آئے گی، وہ حرف وصورت دوسروں تک اپنے خیالات منتقل کرنے کا فریضہ انجام دیتا رہے گا۔ مولانا بڑے جرأت مندانہ اقدام اٹھاتے ہوئے بہت سارے مسائل کو سامنے لاکر ہمیں آئینہ دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کیونکہ

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر — سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے
(امیر مینائی)

مولانا علوی لکھتے ہیں:

"دراصل مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مہم چلانے کے پس پردہ اسی حقیقت کی کارفرمائی تھی اور ہے کہ فرقہ پرست لوگ اپنے آپ کو ملک کا وفادار ثابت کریں، لیکن جنگ آزادی کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ اس مقدس جدوجہد میں فرقہ پرستوں کا دور دور تک کہیں نام ونشان نہیں ملتا برخلاف اس کے جس مسلمان کو سارے ہندوستان میں غداری کا الزام لگا کر قتل عام کی سزا دی جا رہی ہے اسی جرأت مند قوم کے جیالے فرزندوں نے جنگ آزادی کی ابتداء کی اور زندگی کی آخری سانس تک آزادی کا پرچم بلند کئے رکھا (تمہید)

اس مجموعہ کے تین مضامین بڑی اہمیت کے حامل ہیں جو ہمارے آخری نبی ﷺ پر ہیں، رہبر انسانیت، عالم انسانیت پر ان کے احسانات اور روشن راہیں کے عنوانات سے حضور ﷺ کی سیرت، شریعت اور ان کی تعلیمات پر مشتمل ہیں، جنہیں

بھلا کر آج ہم ذلیل ہو رہے ہیں، آج کے عہد میں خاص کر ہندوستانی مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی سخت ضرورت ہے۔ یہ تینوں مضامین اس ذات اقدس پر ہیں جو تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں جن کو گنہگاروں کی شفاعت کا اعزاز رب عظیم نے عنایت کیا ہے۔ جن کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا اور جن کو بندوں تک اپنا پیغام پہنچانے کا اللہ نے شرف عطا کیا۔ ان کا انتخاب اللہ نے اس لئے کیا ہے کہ وہ قدرت کے لامحدود خزانوں میں جو نعمتیں مخفی ہیں ان کی نشاندہی کریں، یہی نہیں اللہ نے ان (ﷺ) پر اپنی اعلیٰ اور مخفی علوم و معرفت عیاں کئے جواب تک کوئی نہیں جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعہ انسان سے ہر لمحہ صادر ہونے والے اعمال کی درستگی کے طریقوں کا علم دیا کیونکہ آخرت کی کامیابی کا انحصار اعمال پر ہی ہے اور اعمال کی کجروی دونوں جہاں میں محرومی اور خسارہ کا باعث ہے۔ احیاء دین کے لئے جد جہد اسی وقت مقبول اور مؤثر ہوگی۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونگے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لئے ان کی سیرت اور سوانح سے واقفیت لازمی ہے، صحت ایمانی اور ظاہری عمل صالح کے ساتھ مسلمانوں کے باطنی احوال بھی منہاج نبوت پر ہوں۔ جاہ و منصب، مال و زر، عزت و شہرت، آرام و آسائش حد تو یہ کہ جان بھی اس راہ میں مانع نہ ہو۔ مولانا محمد قاسم علوی کے یہ تینوں مضامین اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اللہ اور اس کے نبی ﷺ سے دوری آج کے مسلمانوں کی ذلت کا باعث بن رہی ہے، بابری مسجد کی تاریخ اور اس کی شہادت پر مولانا محمد قاسم علوی صاحب کی نظر بڑی گہری ہے، اس موضوع پر مولانا نے تین مقالے لکھے ہیں اور ان مقالوں کو اجتماعی شکل دیتے ہوئے اس کا انتساب بھی "۶ دسمبر کو شہید ہونے والی بابری مسجد" کے نام کیا ہے۔ ان مقالوں میں مولانا مسلمانوں کی تابناک تاریخ بیان کرتے ہوئے بابری مسجد کی شہادت سے ہندوستان ہی کے نہیں سارے عالم کے مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی ہے اس کے کرب کی عکاسی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"جنگ آزادی کے آخری دنوں تک ہندوستان میں مسلمان ایک نمبر شہری

تسلیم کیا جاتا تھا، لیکن ہندوستان کو آزاد کرانے کے بعد خود مسلمانوں کی آزادی ہندوستان میں ختم ہوگئی" (آئینہ)

حقیقت یہ ہے کہ بابری مسجد کی شہادت اینٹ اور گارے سے بنی کسی عمارت کی شہادت نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی قربانیوں کی شہادت ہے۔

راکھ کے ڈھیر پر اب رات بسر کرنی ہے
جل چکے ہیں مرے خیمے مرے خوابوں کی طرح
(پروین شاکر)

مولانا آگے لکھتے ہیں:

"ہر انصاف پسند آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ اسی ہندوستان کو ہمارے بزرگوں نے آنے والی نسلوں کے لئے "جنت نشاں" بنانے کا وعدہ کیا تھا؟ کیا گاندھی جی نے اسی دیش میں دودھ کی نہریں بہانے کا تصور پیش کیا تھا؟ کیا اسی ملک میں گھی کے چراغ جلنے کی بات کہی تھی؟ لیکن ہماری نگاہوں کے سامنے نہ تو گھی کا کوئی چراغ جل رہا ہے اور نہ ہی دودھ کی نہریں ہیں، البتہ خون کی نہریں ضرور بہہ رہی ہیں۔ نفرت کے چراغ ضرور جل رہے ہیں" (دل کی زبان)

یہی نہیں مولانا نے ہندوستانی مسلمانوں کی جانب سے مطالبات بھی پیش کئے ہیں، جن کی پہلی سرخی یہ ہے کہ "وعدہ کے مطابق بابری مسجد اس جگہ بنایا جائے جہاں پہلے موجود تھی" (آخری بات)

اس مجموعہ میں ایک مقالہ "امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عالم گیر ہمہ جہت شخصیت" کے عنوان سے ہے۔ ہم آپ ان کو ایک جید عالم دین اور ایک عظیم شاعر کی حیثیت سے جانتے تھے، مگر بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہونگے کہ اعلیٰ حضرت روشن ضمیر، روشن خیال اور علوم دینیہ کے ساتھ دنیاوی علوم کے بھی بحر بیکراں تھے۔ مولانا نے ان کے علم دانی کے دونوں پہلوؤں پر مثالوں کے ساتھ نظر ڈالی ہے۔

اس کتاب میں ''ناخدا مسجد کی عظمت ومرکزیت کو پامال نہ ہونے دیجئے۔ اتحاد واتفاق وقت کا تقاضا ہے'' نامی مقالہ بھی شامل ہے۔اس مقالہ میں مولانا نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ کسی مذہبی یا عوامی ادارے کی ورکنگ کمیٹی میں اختلاف کا پیدا ہونا بری بات نہیں بلکہ اس سے کارکناں کی صلاحیتوں اور ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے،لیکن اختلاف کو بلاوجہ طول دے کر ادارے کی حرمت پامال نہ ہونے دیا جائے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ چھان بین کے بعد یہ پتہ چلایا جائے کہ عوامی مفاد اور ذاتی مفاد کس حد تک ہیں اور عوامی مفاد کو ہی قابل قبول ہونا چاہیے۔

ان مضامین کے علاوہ دفعہ ۱۲۵ پر سیر حاصل بحث، اسلام میں بدعت کا تصور اور تین عدد مکتوبات بھی ہیں، جو مولانا محمد قاسم علوی صاحب نے مختلف اسلامی مسائل پر تحریر کئے ہیں،الغرض مقالات کا یہ مجموعہ درحقیقت موجودہ تناظر میں مسلمانوں کے مذہبی، اقتصادی، معاشی، تمدنی، لسانی اور تہذیبی مسائل پر روشنی ڈالتا ہے۔

آج کے ہندوستان میں اور خاص کر مسلمانوں پر عجیب وقت آن پڑا ہے، بہت سخت اور پیچیدہ آزمائش کا دور ہے، حکومت کی کمزوری، نااہلی اور بے اصولی کی بدولت ملک انتشار میں مبتلا ہے، ملک کے خلفشار پسند عناصر نے ہر شعبۂ حیات کو تعصب کے شعلوں میں اس طرح لپیٹ لیا ہے کہ دامن بچانا دشوار ہو گیا ہے۔مولانا قاسم علوی صاحب کے مضامین کا یہ مجموعہ درحقیقت آج کے تناظر میں مسلمانوں کے مذہبی اور تہذیبی مسائل کو اجاگر کرتا ہے۔مولانا نے جگہ جگہ برمحل چبھتے ہوئے اشعار دے کر اپنے خیال کو تقویت پہنچائی ہے، یہ کتاب لائق تحسین ومطالعہ ہے اور دعوت فکر دیتی ہے، میں مولانا کی کاوشوں اور محنتوں کو سراہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ بھی اس عبرت آمیز باتوں پر غور فرمائیں گے کیونکہ مولانا شاید قوم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ

سوچا ہے کبھی اے مری دنیا کے فرشتو!
سوکھے ہوئے پیڑوں سے صدا کیوں نہیں آتی

☆☆☆

مقالات علوی میں ذات رضا کی ترجمانی

مولانا محمد شاہد القادری (چیئر مین امام احمد رضا سوسائٹی، کلکتہ)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

اللہ تعالیٰ نے قلم کی تخلیق فرمائی، قلم نے حکم خداوند قدوس سے لکھنا شروع کیا، وہ سب کچھ لکھا جو کچھ حکم ارشاد باری تعالیٰ ہوا، قلم کے وجود میں آتے ہی شاہکار خالق کائنات اوراق میں محفوظ ہونے لگے، قدرت خدائے قدیر پر سبوح قدوس کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

قلم حقیقت کو اجاگر کرتا ہے، تحقیقات کو منظر نامے پر لاتا ہے، گمشدگی کو پردۂ خفا سے اجالوں کی دنیا میں لاتا ہے، قلم جو کچھ لکھ رہا ہے، لوگ پڑھ رہے ہیں، اصحاب قلم کے افکار ونظریات سے واقفیت ہو رہی ہے، فکری اذہان سے عقائد ونظریات کا تعین کیا جا رہا ہے۔

الحاصل! رب قدیر نے قلم کو وجود دے کر بندے کو اپنے خیالات کے اظہار کا خوبصورت سا آلہ دیا ہے، یہ وہ آلہ ہے جس سے انسانی جسم لہولہان نہیں ہوتا ہے، بلکہ فاسد سوچ وفکر کا قلعہ قمع کیا جاتا ہے اور غلط تحریرات کا انسداد کیا جاتا ہے۔

تحریروں سے محررین کے خیالات، نظریات، افکار، تمنائیں، جذبات اور احساسات کی عکاسی ہوتی ہے اور ایک قاری بغیر کسی پس وپیش کے صاحب قلم کے بارے میں اپنی رائے قائم کر کے ان کے خیالات کی ترجمانی بآسانی کر سکتا ہے۔

آج مقالہ نگار حضرات مقالات علوی کے مطالعہ کی روشنی میں کسی ایک موضوع کا تعین کر کے اپنے تأثرات پیش کریں گے، تحریر اور صاحب تحریر کو داد تحسین پیش کریں گے، کوئی اسلوب تحریر پر اظہار مسرت کریں گے، کوئی ادبی محاسن کو اجاگر کریں گے، کوئی تنقیدی پہلو پر قلم فرسائی کئے ہونگے، کوئی طرز تحریر پر اپنے قلم کو جنبش دیئے ہوں گے اور کوئی

ان کی تحریر سے ان کی محبوب ترین شخصیت کا تذکرہ کریں گے۔

راقم کو بھی مقالات علوی کی روشنی میں خامہ فرسائی کا حکم ہوا، راقم نے صاحب مقالہ کے ایک محبوب عبقریت کو اپنی نگارش کا موضوع بنایا ہے جو اپنی ذات میں انجمن، جن کا تذکرہ باعث برکت، جن کا وجود مسعود باعث رحمت، جن کی بولی قرآن و حدیث کی تفسیر، جن کی پاکیزہ تحریرات شاتمان رسول کے لئے شمشیر براں اور جن کی تصنیفات و تالیفات معترضین اسلام کے لئے براہین ودلائل۔

جنہیں زمانہ نے بیضاوی وجلالین کا مفسر کہا، جنہیں ارباب فکروفن نے صحاح ستہ و کتب احادیث کا شارح کہا، جنہیں ارباب فقہ وفتاویٰ نے سلطان الفقہاء اور فقہ امام اعظم کا پاسبان کہا۔ جو بیک وقت علوم معقولات ومنقولات جیسے بھاری بھرکم فنون کا کوہ ہمالہ اور علوم اسلامیہ اور عصریہ کا بحر بیکراں تھا۔

انہیں عالم اسلام مفسر بے بدل، قانون شریعت کا محافظ، احادیث رسول کا شارح، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، کنزالکرامت، امام احمد رضا محقق لاثانی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کہتا ہے اور ان کا ذکر خیر کرنا باعث ثواب سمجھتا ہے۔

صاحب مقالات علوی ممتاز العلما، نباض قوم وملت حضرت علامہ الحاج محمد قاسم علوی صاحب قبلہ نے بہت ہی عرق ریزی اور محنت شاقہ کے بعد سمندر کو کوزہ میں سمویا ہے اور ایک عظیم آفاقی شخصیت پر خامہ فرسائی کر کے ان کی عبقریت کو صفحات قرطاس کی زینت بنایا ہے۔

علامہ علوی کی طرز تحریر سنجیدگی ومتانت سے بھرپور، تنقیدی پہلو میں احساس تعمیر، زبان وبیان میں ندرت وشائستگی اور اپنے اندر ادبی محاسن لئے ہوئے ہے۔ اگر ذہن پر ثقل محسوس نہ ہو تو یہ برملا کہا جاسکتا ہے کہ مقالات علوی ''اردو ادب کا شگفتہ پھول اور ایک علمی مرقع'' ہے۔

علامہ علوی کی مثالی شخصیت محتاج تعارف نہیں، علما اور مشائخ کے درمیان ممتاز العلماء ہیں، اہل سیاست وسماجیت کے درمیان مدبر ومفکر ہیں، سماجی فیصلہ میں نشست

ہو جائے تو بہترین منصف اور عدیم المثال فیصل ہیں، ادباء اور شعراء کی جھرمٹ میں یکتائے روزگار ادبی تخلیق کار اور صنف شاعری کا عظیم سخنور ہیں، طلبا کے درمیان ایک باکمال ناصح اور مشفق مربی ہیں اور اہل علم وفن کی محفل میں میر مجلس ہیں۔ گویا کہ اللہ رب العزت نے آپ کو ہمہ جہت شخصیت کا مالک بنایا ہے، **ھٰذا من فضل ربی۔**

مقالات علوی میں ذات رضا کی ترجمانی حضرت علامہ محمد قاسم علوی صاحب قبلہ نے جس قدر روالہانہ انداز میں کی ہے، یہ عشق رضا کی عملی تفسیر ہے۔

سیدنا امام احمد رضا کی علمی طنطنہ کے بارے میں علامہ قاسم علوی یوں رقمطراز ہیں:۔

''اعلیٰ حضرت کے علمی گوشوں کا احاطہ کرنا ناممکن سا نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ جس نے تقریباً پچاس سے زیادہ علوم وفنون پر کتابیں لکھیں ہوں تو نہ جانے کتنے ایسے علوم وفنون ہوں گے جن پر آپ نے نہ لب کشائی کی اور نہ ہی قلم اٹھایا، کسی علم وفن کی جانکاری ہونا اور بات ہے نیز ماہر ہونا بھی اور بات ہے لیکن کسی فن میں مہارت تامہ حاصل ہونا سب سے بڑی بات ہے۔ اعلیٰ حضرت کتنے علوم وفنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے اس کا اظہار کرنا میرے دائرہ علم وقلم سے باہر ہے لیکن کچھ ایسے علوم وفنون ضرور تھے جن میں ید طولیٰ آپ کو حاصل تھا اور ایسے علوم وفنون میں ان کے ہم عصر علما میں کوئی ان کا ثانی نہیں تھا، اسی طرح علم فقہ میں پورے عالم اسلام میں کوئی ان کا ثانی نظر نہیں آتا۔''(۱)

امام احمد رضا کا علم سائنس پر کس قدر عبور تھا اس پر تحریر فرماتے ہیں:۔

''اعلیٰ حضرت نے اپنے خداداد علم کے ذریعہ ایف پورٹا کے نظریئے کو باطل قرار دیا ہے لیکن یہ ایک سائنس داں کی بات نہیں بلکہ اور بھی بہت سے سائنس داں ہیں جیسے ''آنسٹائن'' جنہوں نے حرکت زمین کے سلسلے میں ۵۷/دلیلوں سے ثابت کیا کہ زمین حرکت کرتی ہے مگر اعلیٰ حضرت نے جب قلم اٹھایا تو قرآن وحدیث کے ذریعہ ثابت کیا کہ زمین ساکن ہے مگر سب سے تعجب کی بات کہ اعلیٰ حضرت نے کسی اسکول ،کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کئے بغیر بھی سائنس قدیم اور سائنس جدید کے ذریعہ بھر

پورا انداز میں ثابت کیا کہ زمین ساکن ہے" (۲)

سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ اپنی شان جلالت کی بنیاد پر اپنے ہم عصروں جس قدر ممتاز تھے علامہ علوی کی تحریر شاہد عدل ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"اعلیٰ حضرت کے ہم عصروں میں ان کا کوئی ہم پلہ تھا اور نہ ہی کوئی ان کا ثانی بلکہ ان کے علمی کارناموں کو دیکھ کر آج دنیا یہ کہنے پر مجبور ہے کہ کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جو تاریخیں رقم کرتے ہیں اور کچھ افراد ایسے ہو رہے ہیں کہ جو نہ صرف تاریخ رقم کرتے ہیں بلکہ خود بھی تاریخ بن جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا انہیں افراد میں شامل ہیں جنہوں نے نہ صرف تاریخ رقم کی بلکہ خود ایک تاریخ بن گئے اور اب دنیا جب تک سلامت ہے امام احمد رضا کی علمی وجاہت کے سامنے لوگ سر تسلیم خم کرتے رہیں گے" (۳)

امام احمد رضا پر کسی زمانے میں کسی نے رقیق حملہ کیا تھا، لیکن حملہ کس فرد نے کیا تھا اور تاریخ سنشی کیا تھی مقالات علوی میں نہ ہی اس کی کوئی وضاحت ہے اور نہ ہی کوئی پس منظر، ہاں! یہ ایک خط ہے جو کسی اخبار کے ایڈیٹر کے نام ہے۔ اس رقیق حملہ کا جواب علامہ علوی نے بہت متانت وسنجیدگی سے دیا ہے، جسے انصاف پسند صاحب قلم قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس تحریر سے عشق رضا کی خوشبو کا بھی احساس کر سکتے ہیں، جواب سماعت کریں:۔

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت وصال چند نصیحتیں اپنے خاندان والوں اور بچوں کو لکھوائی تھیں اور اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر عمل کرنا ہر فرض سے اہم ہے اس پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی، اس جملہ میں نہ جانے وہ کون سی بات پوشیدہ ہے جس سے پوری وہابی برادری کا جینا حرام ہو گیا ہے، حالانکہ یہ سلیس وشستہ جملہ صاف وصریح وضاحت کر رہا ہے کہ جس دین اور مذہب کا میں ماننے والا ہوں اسی پر تم لوگوں کو بھی عمل کرنا چاہئے۔ اس جملہ کو کسی بھی انصاف پسند اور صاف ذہین دانشور کے سامنے رکھ دیا جائے تو وہ اس کے سوا اور کوئی وضاحت نہیں کرے گا جو اس جملہ سے ظاہر و باہر ہے۔ تو آپ بھی حیران ہونگے

کہ آخر اس جملہ میں وہ کون سا راز پوشیدہ ہے جس کے لئے یہ اتنے چراغ پا ہو رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً سہارنپور کے ایک کونے سے شور ماتم کی آواز اٹھا کرتی ہے جیسے کسی جنازے پر بین ہو رہا ہو" (۴)

اسی خط میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے مذہب ومسلک کی ترجمانی یوں کرتے ہیں:۔

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دین ومذہب وہی ہے جو تابعین وصالحین اور اولیاء کاملین وغیرہ کا تھا چنانچہ انہوں نے اسی مذہب پر اپنے خاندان والوں کو چلنے کی تلقین بھی کی" (۵)

اسی خط میں ایڈیٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے عالم جلال میں لکھتے ہیں:۔

"جناب والا! غلط عقیدے اور باطل نظریات رکھنے والے لوگ رسول کی آمد کے وقت سے ہی پریشان وحیران ہیں، اس لئے آپ کا حیران وپریشان ہونا بھی کچھ بے جا نہیں ہے۔ "بریلی کا پٹھان" واقعی قصر باطل میں زلزلہ ڈال رہا ہے اس کی خارشگاف تلوار سے آپ کے بڑے بڑے بوڑھے بھی دہائی دیتے رہے ہیں اور آپ تو ابھی کسی شمار وقطار میں بھی نہیں ہیں کہ اس کی بھر پور چبھن محسوس نہ کر سکیں" (۶)

علامہ علوی صاحب نے اپنی پاکیزہ تحریر سے مثبت انداز میں امام عشق ومحبت کا تعارف کرایا ہے اس سے متاثر ہو کر کلکتہ یونیورسٹی کے پروفیسر جناب ڈاکٹر شمیم انور صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس مجموعہ میں ایک مقالہ "امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ عالم گیر ہمہ جہت شخصیت" کے عنوان سے ہے، ہم آپ کو ایک جید عالم دین اور ایک عظیم شاعر کی حیثیت سے جانتے ہیں مگر بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہونگے کہ اعلیٰ حضرت روشن ضمیر، روشن خیال اور علوم دینیہ کے ساتھ دنیاوی علوم کے بحر بیکراں تھے۔ مولانا نے ان کے علم دانی کے دونوں پہلوؤں پر مثالوں کیساتھ نظر ڈالی ہے" (۷)

مذکورہ محولہ عبارات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علامہ علوی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے ذات رضا کی ترجمانی جس والہانہ انداز میں کیا ہے، فن رضویات میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔

مراجع ومصاد

(۱) مقالات علوی.......	مولانا محمد قاسم علوی..............		ص:۲۶
(۲)	//	//	ص:۳۰
(۳)	//	//	ص:۳۰
(۴)	//	//	ص:۱۱۴
(۵)	//	//	ص:۱۱۶
(۶)	//	//	ص:۱۱۸
(۷)	//	//	ص:۱۰

☆☆☆

علامہ محمد قاسم علوی بحیثیت ممتاز المعاصرین

مولانا محمد شاہد القادری (چیئرمین امام احمد رضا سوسائٹی کلکتہ)

اس خاکدان گیتی پر بہت سے لوگ آئے اور چلے گئے، لیکن ان میں سے اس روئے زمین پر کچھ ایسے لوگ بھی پرجلوہ گر ہوئے، جنہوں نے اپنے نقوش حیات سے اس جہاں کو روشن کیا اور ایک ایسی تاریخ رقم کی جنہیں تاریخ کے اوراق میں آب زر سے جگہ دی گئی اور زمانے نے ان کی تابندگی کو مشعل راہ بنایا۔

انہیں اوصاف حمیدہ کے مالک ہمارے ممدوح ممتاز العلما نباض قوم وملت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قاسم علوی صاحب قبلہ کی ہے، اگر اس توصیف نامہ کو مبالغہ آرائی کا نام نہ دیا جائے بلکہ حقیقت حال سے تعبیر کی جائے تو یہ کہنا برحق ہوگا کہ اپنے معاصرین میں مولانا موصوف نے مسلک وملت کے لئے جو گرانمایہ خدمات انجام دی ہیں انہیں کوئی حرف غلط کا نام نہیں دے سکتا ہے۔

ایک داعی میں جن خوبیوں کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے ان میں سے اکثر خوبیاں ہمارے ممدوح میں اتم پائی جاتی ہیں، براہو عناد، سرکشی، بغض، عداوت، حرص، طمع اور عصری چپقلش کا کہ سچائی کی قبولیت میں مانع ہے اور ماتھے کی نگاہوں پر عصبیت کا ایسا عینک چڑھا ہوا ہے کہ حقائق سے چشم پوشی کی جارہی ہے۔

راقم نے اپنے ممدوح کے لئے عنوان "علامہ محمد قاسم علوی بحیثیت ممتاز المعاصرین" منتخب کیا ہے، اس زمینی حقیقت کو کسی حد تک اجاگر کرنے کی سعی پیہم اپنے مقالہ میں کی ہے، میں ذکر کردہ موضوع سے کہاں انصاف کرسکتا ہوں، یہ فیصلہ منصف قارئین پر ہے۔

میں نے اپنے ممدوح کو ممتاز المعاصرین میں اولیت کا درجہ دینے کے لئے جن نقطے کو بحث نظر رکھا ہے وہ یہ ہیں:۔

تدبر وتفکر۔ بروقت قوت فیصلہ۔ معاملہ فہمی۔ مرعوبیت سے عاری۔ سنجیدگی ومتانت۔ جرأت وعالی ہمتی ۔

اسی دائرے میں اپنی تحریر کو جاری رکھنے کی حتی الامکان کوشش کروں اور قارئین کے ذوق مطالعہ میں قوس وقزح کا رنگ بھرنے میں جہد مسلسل جاری رکھوں گا، وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ۔

☆ **تدبر و تفکر**: اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ یہ وہ وصف ہے جس پر ہزار ہا ہزار سجدۂ شکر، یہ نعمت وہبی ہوتی ہے نا کہ کسبی، قابل مبارکباد ہیں وہ شخصیات جنہیں یہ نعمت عظمیٰ رب کائنات عطا فرماتا ہے، ان خوش نصیبوں میں ہمارے ممدوح علیہ الرحمہ بھی شامل ہیں، اپنوں کے علاوہ مخالفین چاہے وہ حاسدین کی جمات ہو یا اعداء دین کی جماعت، ہر ایک کو یہ کہنا پڑا کہ رب ذوالجلال نے علامہ قاسم علوی کو فکر وتدبر پر کامل دسترس اور ملکہ عطا فرمایا تھا۔

قوم کی سربراہی ایسی ہی شخصیت کو زیب دیتا ہے جو اس کا اہل ہو نا کہ خاندانی بنیاد پر یہ منصب عطا کیا جاتا ہے اور نہ ہی پدرم سلطان بود کی وجہ سے قیادت کسی کو سونپی جاسکتی ہے، اسی تناظر میں اپنے ممدوح علیہ الرحمہ فکر وتدبر کا جائزہ لیتے ہیں:

"بابری مسجد کی شہادت کا اندوہناک اور خونی منظر آج تک مسلمان نہ بھول سکے ہیں، ۶ر دسمبر ۱۹۹۴ء جس وقت یہ ہولناک اور وحشتناک واقعہ وقوع پذیر ہوا ہوگا اس کا کیا عالم ہوگا اور اس کے بعد "جلوس محمدی" کی شان وشوکت کے ساتھ تیاریاں اور اہل ایمان کا جذبۂ محبت کو سرد نہ کرسکا، علامہ علوی صاحب قبلہ نے ایسے سلگتے ہوئے ماحول میں بھی اپنی فکری تدبر کو بروئے کار لا کر جلوس محمدی کو بھی بہت ہی شان شوکت کے ساتھ نکالا اور مٹیابرج کا وہ علاقہ جہاں برادران وطن کی اکثریت تھی بہت ہی حسن تدبر سے جلوس محمدی کو گزارا اور کسی انہونی واقعات کو وقوع پذیر ہونے سے روکے رکھا، آپ کے اس حسن

تدبر کی گونج نہ صرف مسلم حلقوں میں بنظر احسن دیکھا گیا بلکہ ایوان حکومت میں بھی اس کارکردگی کو تعریف وتوصیف کا جامہ پہنایا گیا۔

قوت فیصلہ: ایک اچھے قائد کی یہ پہچان بتائی گئی ہے کہ قوم پر اچانک کوئی مصیبت آن پڑے اور اس وقت مشورہ اور میٹنگ کی مہلت نہ ملے اور رائے عامہ ہموار نہ کرسکے تو ایسے نازک موڑ پر خود ہی ایک ایسے نتیجہ پر پہنچے کہ قوم وملت کو کسی ذلت اور خسارے کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اپنی قیادت کو تضحیک اور تذلیل سے محفوظ رکھ سکے، اسی تناظر میں اپنے ممدوح کو پیش کرتے ہیں:۔

﴿الف﴾ مٹیابرج کلکتہ میں برادران وطن نے اپنے کسی پوجا کے موقع پر مورتی کو دریا برد کرنے کے لئے ایک بھیڑ لے کر چلے اور شور ہنگامہ اور پٹاخے اور رقص وسرور شباب پر تھا چلتے چلتے ٹھیک مسجد تالاب مسجد کے سامنے یہ ازدھام پہنچا اور نماز عشاء باجماعت ادا کی جارہی تھی، علاقہ کے چند نوجوان نے نماز کا حوالے دیتے ہوئے کہا تھوڑی دیر کے لئے یہ شور روک دیا جائے، لیکن چند مفسد عناصر نے انکار کردیا اور تو تو میں میں سے یہ بات گروہی شکل اختیار کرگئی اور رخ ایک عظیم فساد کا پتہ دے رہا تھا اور فریقین کسی کی بھی بات سننے کو تیار نہیں تھے، سیاسی اور سماجی لیڈران اور پولس انتظامیہ کی کوششیں رائیگاں گئیں، آخر میں خود پولس انتظامیہ نے ہمارے ممدوح علامہ علوی کو جائے واردات پر بلایا، انہوں نے جب یہ منظر دیکھا تو اندازہ لگایا کہ حالات ناگفتہ بہ ہیں اگر فوری طور پر حالات قابو میں نہیں کیا گیا تو رخ فساد کا ہوجائے گا بروقت فیصلہ لیتے ہوئے فوراً کسی طرح سے مورتی کو مسجد سے ۱۰۰ر میٹر دور کرتے ہوئے برادران وطن کی بھیڑ کو آگے کیا تاکہ مسجد کا سامنے کا علاقہ ان لوگوں سے خالی ہوجائے، اس کے بعد مشتعل مسلم نوجوانوں کو سمجھا کر اپنے اپنے گھروں میں جانے کی جہد مسلسل کیے اور مٹیابرج ایک عظیم فتنہ سے محفوظ رہا ورنہ کس قدر اہل مٹیابرج کو نقصان کا سامنا کرنا پڑتا وہ اہل دانش وبینش سے مخفی نہیں۔

﴿ب﴾ مغربی بنگال میں آواز پر قابو پانے کے لئے حکومت وقت نے قانون بنایا اور اس قانون کے زد میں اذان بھی تھی کہ مائک سے اذان نہ پکاری جائے، اس سلسلہ میں مختلف تنظیموں نے احتجاجا میٹنگیں کیں اور بہتی گنگا میں جمیعۃ العلما نے ایک مشترکہ میٹنگ اپنے دفتر میں کی اور مطمح نظر یہ تھا کہ اس سلگتے ہوئے مسئلہ سے فائدہ اٹھا کر جمیعت کے بینر تلے ایک جلوس نکال لیا جائے مشترکہ مسئلہ ہونے کی وجہ سے تمام مسالک کے افراد کو اکٹھا کر لیا جائے اور اسی بہانے جمیعت کی واہ واہی ہو جائے، اس میٹنگ میں راقم بھی علامہ قاسم علوی کے ساتھ حاضر ہوا جماعت اہلسنت بنگال کے چند مقتدر حضرات بھی موجود تھے اور میٹنگ اپنے آخری مرحلے میں تھی، جمیعت کے ایک کارکن نے کہا کہ حضرت بالاتفاق یہ فیصلہ ہوا کہ جمیعت کی قیادت میں ایک مشترکہ جلوس نکالا جائے تاکہ حکومت بھی متاثر ہو سکے، اور علماء اہلسنت نے بھی حامی بھر دی ہے، ہمارے ممدوح خاموش رہے اور یہ سوچنے لگے کہ افراد ہمارے ہونگے اور قیادت گستاخانِ رسول کی ہوگی، یہ تو ہمارے لئے مر مٹنے کی بات ہے اور جماعت اہلسنت کے افراد منتشر بیٹھے ہوئے تھے کہ فوری طور پر مشورہ کرنا بھی مشکل تھا، ایسے موقع پر بروقت خود ہی فیصلہ لینا ہے، اس لئے میٹنگ میں تجویز کا مطالبہ شدت سے کیا جا رہا تھا، ایسے موقع پر میرے ممدوح نے جن نکات پر گفتگو کی اہل جمیعت کے تمام منصوبے پر پانی پھیر دیا اور میٹنگ ہی بھنگ ہوئی، آپ نے سوال کیا کہ جلوس کی کیا صورت ہوگی؟ جواب ملا کہ تمام شرکاء اپنے اپنے علاقوں سے ایک کثیر تعداد میں افراد لے کر دھرمتلہ میدان میں فلاں مقام پر جمع ہونگے، آپ کتنے لوگ لے کر آئیں گے ، علامہ علوی نے فرمایا: میں تنہا آؤں گا اس لئے کہ جلوس میں اگر سماج عناصر دشمن داخل ہو کر کسی قسم کی گڑبڑی پیدا کر دی یہ جلوس انتشار کا شکار ہو گیا تو زمانہ یہی کہے گا کہ جمیعت کی قیادت میں جلوس نکلا اور اتنے لوگ ہنگامہ کے شکار ہو گئے اور یہ نصف صدی پرانی تنظیم خواہ مخواہ بدنامی کا تمغہ لئے پھرتی رہے گی، اگر جمیعت کے ذمہ داران قوم کو جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں، تو آگے بڑھے اور جلوس نکلا تو میں تنہا حاضر رہوں گا، ان نکات پر

گھنٹوں بحث ومباحثہ ہوا اور بالاتفاق جلوس نکالنے کا پلان خاک میں مل گیا۔

☆**معاملہ فہمی**:۔اس صفت سے متصف کم ہی افراد دیکھنے کو ملتے ہیں کہ وہ کسی پیچیدہ مسئلہ کو آسانی کے ساتھ حل کر سکے، اس کے لئے عقل ودانش اور دوراندیشی کی دولت سے نہاں ہونا لازم ہے ورنہ معاملہ فہمی کے بجائے انتشار کا سبب نہ بن جائے اور دونوں فریق کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائے، الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہمارے ممدوح کو اس وصف عالی سے بھی متصف فرمایا ہے اور اگر یوں کہا جائے تو مبنی بر حقیقت ہے کہ اس فن پر ملکہ حاصل تھا جیسا کہ صاحبان فکر اچھی طرح جانتے ہیں، دیکھتے ہیں اپنے ممدوح کی معاملہ فہمی۔

حضرت علامہ مولانا محمد قاسم علوی کی خدمت میں کچھ لوگ پہنچے کہ فلاں مدرسہ میں طلباء نے صاف صفائی کرتے وقت قرآنی اوراق کو جلا ڈالا، مدرسہ کے مخالفین نے علاقہ میں خوب واویلا مچایا۔ میٹنگ ہوئی، علما کے ساتھ علامہ موصوف بھی اس مدرسہ میں تشریف لے گئے اور پوری بات بغور سماعت کی اور فرمایا: کوئی جاہل سے بھی جاہل جان بجھ کر قرآن مقدس کے اوراق کو نذر آتش نہیں کر سکتا ہے چہ جائیکہ مدرسہ کے طلباء، ہاں! صفائی میں بدخیالی سے کچڑوں میں چند بوسیدہ ٹکڑے داخل ہو گئے ہونگے تو یہ اور بات ہے، اس وجہ کر مدرسہ کے خلاف ہنگامہ بپا کرنا یہ سراسر غلط ہے، آپ نے ان بچوں اور مدرسہ کی صفائی کے وقت موجود اساتذہ کو بلا کر فرمایا: بارگاہ الٰہی میں توبہ کرنا کوئی عار کی بات نہیں، بلکہ فخر کی بات ہے، اس لئے آپ تمامی حضرات استغفار پڑھیں اور بارہ گاہ رب العزت میں توبہ کریں، اس عمل سے یہ فائدہ ہوا کہ معاملہ رفع دفع ہوا۔

☆**مرعوبیت سے عاری**:۔ایک قائد کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ وہ حق کا ترجمان ہوتا ہے، کسی کے دباؤ اور لالچ میں آکر غلط فیصلہ کرنے کا مرتکب نہیں ہوتا ہے اور اپنی قائدانہ صلاحیت کو بروئے کار لا کر سچ کو سربلندی عطا کرتا ہے، اس کے سامنے ظالم، جابر، حکومت وقت کا رعب ودبدبہ، کسی جماعت کی کثرت یا کسی کی بالادستی کوئی حقیقت نہیں رکھتی، وہ اپنی بات کہنا ہی اپنی شان سمجھتا ہے اور اسی میں عزت ووقار پنہا رہتا ہے۔

﴿الف﴾ مغربی بنگال میں اس وقت کی حکومت نے آواز پر کنٹرول کرنے کے لئے ایک قانون بنایا، مائک سے اذان دینا بھی اس قانون کے زد میں تھا، اس سلسلے میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ جیوتی باسو نے رائٹرس بلڈنگ میں مسلم مذہبی رہنماؤں کی ایک میٹنگ طلب کی، جس میں علما اہلسنت کی جانب سے ہمارے ممدوح علامہ علوی صاحب قبلہ شریک تھے، وزیر اعلیٰ موصوف نے آواز پولیوشن کے حوالے سے گفتگو کی اور یہ کہا کہ چونکہ مائک سے اذان بھی ۲۴ر گھنٹے میں ۵ر مرتبہ دیجاتی ہے اس میں سے بھی پولیوشن میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے مائک سے اذان روک دیجائے، شرکاء میٹنگ نے اپنی اپنی باتیں سامنے رکھیں، علامہ علوی نے بھی وزیر اعلیٰ کو مخاطب ہوکر کہا کہ جناب! اذان مائک میں ۲۴ر گھنٹے میں صرف ۵ر مرتبہ ہوتی ہے وہ صرف اور صرف ۳ر منٹ سے ۴ر منٹ اور سڑکوں پر گاڑیاں ۲۴ر گھنٹے ہرن بجاتے ہوئے دوڑتی رہتی ہے اور بیک وقت کئی گاڑیوں کے ہرن ایک ساتھ بجنے لگتے ہیں، کیا اس آواز پر بریک لگانے کے لئے حکومت نوقت نے کوئی منصوبہ بنایا ہے؟ علامہ موصوف کی اس بیبا کی پر شرکاء حیرت زدہ تھے اور وزیر اعلیٰ موصوف تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور پھر کیا ہونا تھا، میٹنگ ختم ہوگی، لیکن الحمدللہ! آج بھی اذان مائک سے دیجا رہی ہے اور صدائے حق سے در و دیواریں گونج رہی ہیں۔

﴿ب﴾ مشترکہ ملی مسائل پر گفتگو کے لئے جمیعت العلماء ہند مغربی بنگال نے ایک میٹنگ بلائی، جماعت اہلسنت مغربی بنگال کی تنظیم "مجلس علماء اسلام بنگال" کے نام بھی دعوت نامہ آیا، اس وقت کے مجلس کے صدر حضرت علامہ مولانا انیس القادری علیہ الرحمہ اور سکریٹری جنرل علامہ محمد قاسم علوی صاحب قبلہ مسلم انسٹی ٹیوٹ کلکتہ کے ہال میں تشریف لے گئے، مختلف ملی مسائل پر گفتگو ہوئی اور شرکاء نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، ہمارے ممدوح علامہ علوی روبرو ہوئے اور فرمایا: حاضرین سے میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں کہ آج کی میٹنگ میں مختلف مذہبی نظریات رکھنے والے حضرات بھی موجود ہیں، جماعت اہلسنت کے نمائندہ کی حیثیت سے میں بھی حاضر ہوا ہوں صرف اور

صرف مشترکہ مسائل ہونے کے سبب، ورنہ تمام غیر سنی نظریات رکھنے والے کے ساتھ ہمارے بنیادی جو اختلاف کل تھے وہ آج بھی قائم ہیں، اور ان میں کسی بھی قسم کا کوئی سمجھوتہ نہیں۔ پورا ہال شیعہ، وہابی، غیر مقلدین، دیوبندی، مودودی اور صلح کلیت سے بھرا ہوا تھا، مگر اہلسنت کا شہزادہ دشمنان رسول کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا اسلامی موقف سامنے رکھتے ہوئے مشترکہ مسائل پر گفتگو کی اور زمانے والوں کو بتا دیا کہ اہل حق دشمنوں کے کچھار میں بھی اپنی بات کہہ ڈالتے ہیں۔

☆**سنجیدگی و متانت**:۔ ایک قائد کا سنجیدہ مزاج ہونا لازمی امر ہے ورنہ اپنے تو اپنے غیر بھی مرعوب نہیں ہوا کرتے ہیں، قائد جس قدر طمانیت و متانت لے ہوئے اپنی زندگی کا سفر کرتا ہے، وہ قوم میں اسی قدر باوقار اور صاحب عزت تصور کیا جاتا ہے اور لوگ اس کی گفتگو سے متاثرہ ہوتے ہیں اور مخالفین بھی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

الحمدللہ! ہمارے ممدوح میں یہ وصف اتم پائی جاتی ہے، اس کا مشاہدہ ان لوگوں کو ہے ہی کہ اپنا ہو یا بیگانہ، دوست ہو یا دشمن ان کے سنجیدہ لب و لہجہ اور متانت و سنجیدگی سے متاثر ہوئے بغیر ان کی مجلس سے کبھی بھی نہیں گیا ہے۔ ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اپنے ہو یا غیرہ، جب بھی کسی مسئلہ کے حل لئے کوئی حاضر ہوا، اس کی گفتگو کو بہت ہی سکون سے سنتے ہیں اور اس کا حل بہت ہی عام فہم انداز میں پیش کرتے ہیں تا کہ الجھنوں کا شکار شخص جب جائے تو مسکراتا ہوا جائے۔

ایک شخص حاضر خدمت ہوتا ہے، حضور! میں ایک مجبور شخص ہوں، کسی طرح مزدوری وغیر کر کے اہل خانہ کی زندگی بسر کرتا ہوں، میری ایک زمین ہے فلاں جگہ پر ہے اور ایک ظالم نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے، میرے پاس اتنی طاقت نہیں کہ اس زمین پر دخل کر سکوں، ہمارے ممدوح نے اس کی پوری گفتگو سماعت کی اور زمین کے تعلق سے جو قانونی کاغذات ہوتے ہیں اس بارے میں بھی تشفی بخش جانکاری حاصل کر لی اور حکم دیا کہ فلاں دن آنا، الحمدللہ! آج اس کی زمین اس کے قبضے میں ہے اور اطمینان سے رہ رہا ہے

☆**جرأت وعالی ہمتی** :۔اگر قائد کم ہمت اور بزدلانہ طرز عمل کا خوگر ہوگا تو وہ کسی قوم کی قیادت کیسے کرسکتا ہے،ظالم اور جابر لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دندان شکن جواب کیسے دے سکتا ہے،اس لئے ایک قائد کو جرأت منداور عالی ہمت کے وصف سے متصف ہونا ضروری ہے ورنہ قائد تو بن جائے گا مگر قوم کو تباہی کے راستہ پر لاکر کھڑا کر دے گا،دیکھئے ہمارے ممدوح کس قدر عالی ہمت ہیں:۔

عالمی گستاخ رسول بنگلہ،دیش نژاد خبیثہ نے جب اہانت رسول کی تو حکومت بنگلہ دیش نے ملک نکالا کیا اور وہ ہندوستان کے شہر نشاط میں سرکاری پناہ میں آ چھپی،کلکتہ میں رہنے دوران اس پر مقدمہ کسی سبب دائر کیا گیا،اخبارات نے سرخیوں میں اس کو جگہ دیں اور ہائی کورٹ میں پیشی کا عدالت نے حکم صادر کیا،ایک بڑی تعداد متعین تاریخ اور وقت پر ہائی کورٹ پہنچ گئی،ہمارے ممدوح حضرت علامہ محمد قاسم علوی صاحب کے دل میں بھی اس خبیثہ کے خلاف نفرت کی آگ جل رہی تھی،جب آپ نے اخبارات میں یہ اعلان پڑھا کہ تسلیمہ نسرین کو ایک مقدمہ کے سبب کلکتہ ہائی کورٹ نے فلاں دن،تاریخ اور وقت پر پیشی ہونے کا آڈر دیا تو ایک پلان کے تحت تقریباً پچاس نوجوانوں کو لے کر ہائی کورٹ پہنچے اور گھات میں لگے رہے کہ کب یہ خبیثہ کورٹ کے احاطے میں داخل ہوتی ہے جوں ہی پولس وین اسے لے کر کورٹ کے احاطے میں داخل ہوئی،تمام نوجوانوں کو لے نعرۂ تکبیر کہتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا میرے نوجوانوں اس خبیثہ کو پکڑ واور ہاتھ سے جانے نہ دو جو ہوگا دیکھا جائے گا،تمام نوجوان آواز سنتے ہی لبیک کہتے ہیں اور اس خبیثہ کو پکڑنے کے بے تحاشہ دوڑ پڑتے ہیں،پولس والوں نے یہ دیکھا کہ اگر ان نوجوانوں کے ہاتھ تسلیمہ لگ گئی تو معاملہ خراب ہوجائے گا،فوراً ہی کثیر تعداد میں پولیس جمع ہوکر وین میں بیٹھا کر کسی محفوظ مقام پر لے جاتی ہے،دوسرے دن اخبارات نے ہمارے ممدوح کی جرأت مندی کو سراہا اور دادو تحسین پیش کیں۔یہ تھی ہمارے ممدوح کی اعلیٰ ہمتی،جن کے سبب معاصرین ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

☆☆☆

علامہ محمد قاسم علوی کے ممتاز معاصرین

مولانا محمد یوسف رضوی (محاسب مجلس علما اسلام بنگال)

☆مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی:۔

ولادت باسعادت: شہزادۂ صدر الشریعہ مفتی اعظم مغربی بنگال حضرت علامہ مفتی ثناء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی اعظمی کی ولادت باسعادت ۱۵ رجون ۱۹۴۲ء قادری منزل محلّہ کریم الدین گنج،قصبہ گھوسی،ضلع مئو(یوپی) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت : جب آپ کی عمر شریف ۷؍سال کی ہوئی تو والد گرامی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے داعی اجل کو لبیک کہا،والدہ ماجدہ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ کو تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ کیا۔آپ کا گھرانہ چونکہ علمی گھرانہ تھا اس لیے ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔پھر اپنے بڑے ماموں حضور فیض العارفین علامہ غلام سی پیا علیہ الرحمہ سے اکتساب علم کیا۔اور چھوٹے ماموں حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے ہمراہ ناگپور تشریف لیے گئے اور وہاں کئی سال علوم نبویہ کے حصول میں منہمک رہے۔منتہی کتب پڑھنے کے لئے جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے لئے رخت سفر باندھا اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کرکے مختلف کتب اسلامیہ اور بخاری شریف پڑھنے کا شرف حاصل کیے،لیکن علمی پیاس ابھی تک نہیں بجھی تھی۔اس تشنگی کو دور کرنے کے لئے مرکز علم وفن بریلی شریف تشریف لے گئے اور سرکار مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں رہ کر تفسیر،حدیث،فقہ اور سلوک کی اہم کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔آپ کو تفقہ فی الدین ورثے ملی تھی یہ فیضان حضور صدر الشریعہ اور فیضان مفتی اعظم ہند تھا۔

تدریسی خدمات: آپ نے درس وتدریس کے لئے بنارس کا سفر کیا۔جامعہ رضویہ بجرڈیہہ میں دوسال رہنے کے بعد کینڈراپاڑہ (اڑیسہ) تشریف لے آئے،تقریباً

ایک سال تدریسی سلسلہ برقرار رہا۔کچھ دنوں تک دار العلوم فیض العلوم (جمشید پور) میں بھی طالبان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھائے اور پھر مستقل طور پر دار العلوم ضیاء الاسلام (ہوڑہ) میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔صرف چھ ماہ کے لئے کچھ نامساعد حالات کی بناء پر مدرسہ معراج العلوم، کھسری (ہوڑہ) جانا پڑا۔پھر تادم حیات دار العلوم ضیاء الاسلام ہی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔عمر کے آخری حصہ تک شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز رہے۔

فتویٰ نویسی: حضرت مفتی اعظم مغربی بنگال علامہ شاہ ثناء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ کو اس فن میں ید طولیٰ حاصل تھا۔علم فقہ میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل تھا اور حضور صدر الشریعہ کا ان پر خصوصی فیضان تھا۔آپ سے بالخصوص بنگال، بہار، اڑیسہ، آسام، اور بنگلہ دیش وغیرہ سے کافی تعداد میں علما، مشائخ، مفکرین اور عوام نے کثرت سے استفتا کیا ہے۔دار العلوم ضیاء الاسلام ہوڑہ کے مسند افتاء پر بیٹھ کر ہزاروں لا ینحل مسائل شریعہ کا حل پیش کرکے مفتی اعظم مغربی بنگال کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔اگر کوئی محقق حضرت مفتی صاحب قبلہ کے تمام فتاویٰ کو یکجا کرکے ترتیب دے دیں تو اہلسنت کو ایک علمی سرمایہ مل جائے گا۔

مناظرہ: مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ کو اس فن میں ملکہ حاصل تھا۔سیدنا حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن ہاشمی عباسی حامدی علیہ الرحمہ اور ماموں جان حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سے اس فن میں خصوصی شرف تلمذ حاصل تھا۔آپ ان نفوس قدسیہ کے ساتھ بہت مناظروں میں ساتھ رہے۔ہندوستان کا تاریخ ساز مناظرہ جھریا میں آپ نے شرکت کی، جس میں دیوبندی حضرات کو ذلت و رسوائی حاصل ہوئی۔حضرت مفتی اعظم بنگال صدر مناظرہ کی حیثیت کئی مناظرہ میں شریک ہوئے۔

مولانا ابوالکلام احسن القادری (صدر المدرسین دار العلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ) تحریر فرماتے ہیں:۔

''بہت سے مناظروں میں مختلف حیثیت سے آپ نے شرکت فرمائی۔کہیں سنی مناظروں کا تعاون کیا، کہیں خود مناظرہ کیا۔کہیں مناظرہ کی صدارت فرمائی۔بنگال کے جن مناظروں میں آپ نے شرکت فرمائی ان میں سے تین مناظروں میں، میں بھی آپ کے ساتھ شریک تھا۔جن کی نامکمل فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔موضع موچی شاہ، ڈائمنڈ ہاربر ضلع ۲۴ ر پرگنہ (مغربی بنگال)

۲۔موضع چیتنا، ضلع اتر ۲۴ ر پرگنہ............(مغربی بنگال)

۳۔موضع باہر چڑا، ضلع ندیا.....................(مغربی بنگال)

بیعت و ارشاد: حضرت مفتی اعظم بنگال علامہ مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری رضی اللہ عنہ کے دامن کرم سے وابستہ تھے اور آپ ہی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ اور حضور احسن العلماء مارہروی علیہ الرحمہ نے بھی برکات سے سرفراز فرمایا تھا۔

قاضی شرع: حضرت قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تحریک پر ۱۹۷۵ء میں ادارۂ شرعیہ مغربی بنگال کا قیام عمل میں آیا، ادارۂ شرعیہ کے زیر اہتمام دار القضاء والافتاء قائم کیا گیا، ضرورت تھی ایک ایسے مفتی کی جو قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس پر عمیق مطالعہ رکھتا ہو اور دار الافتا کا کہنہ مشق مفتی ہو، یہ تمام کمالات سے مزین حضرت مفتی اعظم بنگال تھے، حضرت علامہ علیہ الرحمہ بحیثیت قاضی شرع آپ کا انتخاب فرمایا، آپ نے مکمل دانشمندی کے ساتھ دار القضاء کی ذمہ داریاں نبھائی اور ایک قاضی شرع ہونے کا حق ادا کیا۔

وصال: حضرت مفتی اعظم مغربی بنگال علامہ شاہ ثناء المصطفیٰ امجدی کا وصال ۲۰ ر مارچ ۱۹۹۹ء میں بعد نماز عصر ہوا، ۲۱ ر مارچ کو بعد نماز عشاء علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی اور بٹرا قبرستان تکیہ پاڑہ ہوڑہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

☆مولانا محمد انیس القادری:۔

ولادت باسعادت: جگدیش پور ضلع سلطان پور موجودہ ضلع امیٹھی یوپی کے مشہور قریہ "ماہے مئو" میں آپ کی ولادت ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔ اسم گرامی محمد انیس خان بن محمد باسط علی خان بن محمد امجد علی خان۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ پورہ گوہر کے اشرف العلوم میں حاصل کی اور پھر فارسی کی ابتدائی تعلیم جگدیش پور کے مشہور ومعروف ادارہ سراج العلوم لطیفیہ سے حاصل کی، اس کے بعد آپ نے پیلی بھیت کے اس مشہور زمانہ مدرسہ میں ایک سال تک زانوئے ادب تہہ کیا جہاں حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ پھر ایک سال کے لئے آپ ہندوستان کی مشہور علمی ودینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ تشریف لے گئے اور اس وقت کے جلیل القدر علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا پھر آپ نے مابقیہ تعلیم اپنے ہی ضلع سلطان پور کی معروف درسگاہ جامعہ عربیہ سے حاصل کی اور اسی جامعہ سے ۱۹۶۹ء میں اس وقت کے مقتدر علماء کے ہاتھوں آپ دستار فضیلت وسند سے نوازے گئے۔ آپ کے جامعہ عربیہ کے مشہور اساتذہ میں چند نام یہ ہیں: شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ، خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین پورنوی علیہ الرحمہ، اور حضرت مولانا مفتی زین العابدین علیہ الرحمہ۔

دینی وتدریسی خدمات: آپ بعد فراغت درس وتدریس کی طرف متوجہ ہوئے اور متعدد مدارس میں یہ خدمت انجام دی۔ آپ تو ایک ماہر استاذ تھے ہی مگر اس سے بھی زیادہ مہارت آپ کو مدارس کی نظامت میں حاصل تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نظامت کی ایسی خوبیاں ودیعت کی تھی جو بہت کم لوگو کے حصے میں آتی ہیں۔ بقول ممتاز العلماء "مولانا محمد انیس القادری رحمۃ اللہ علیہ کام کی بنیاد پر جانے جاتے تھے اور پورے مغربی بنگال میں ان کے جیسا مدرسوں کا منتظم کوئی دوسرا نظر نہیں آتا"۔ آپ کی اس خفیہ اور ٹھوس صلاحیت واستعداد کا اندازہ سب سے پہلے رئیس القلم قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان اور مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں

خان اعظمی دام ظلہ کو ہوا، ادار العلوم ضیاء الاسلام کے ایک ایک ذرے کو رشک آفتاب وماہتاب بناتی رہیں۔ آپ کی اسی خوبی اور کمال کا احساس تھا کہ دانائے قوم، رئیس القلم قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا "اگر میرے پاس دو انیس القادری ہوتے تو ایک کو بنگال اور دوسرے کو اپنے ساتھ رکھتا"۔ زمانہ دراز تک آپ نے اس دار العلوم کی نظامت بحسن وخوبی نبھائی۔

وصال: ۲۰۰۵ء میں اچانک دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے وصال ہوگیا تھا۔ مٹیا برج میں بعد نماز مغرب ناخدا مسجد کلکتہ کے خطیب وامام قاری نور عالم رضوی صاحب قبلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آبائی وطن میں سپرد خاک ہوئے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے (آمین یارب العلمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم)

☆علامہ ڈاکٹر حسن رضا خاں رضوی:۔

ولادت: مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر حسن رضا خاں قادری رضوی بن محمد تسلیم رضا خاں کی ولادت باسعادت ۳/ مارچ ۱۹۴۸ء بہار کا مشہور ومعروف اور بلدہ علما ضلع سیتا مڑھی کے باتھ اصلی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ۔آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں سے شروع کی، حضرت مولانا سلیمان رضوی اور حضرت مولانا مطیع الرحمن نوری علیہما الرحمہ کی نگرانی اور تربیت نے فکر وفن کا تاجور بنادیا، آپ نے درس نظامیہ کے علاوہ درجات عالیہ اور عصری علوم سے بھی خود کو مرصع کیا اور حضرت پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی علیہ الرحمہ کی نگاہ کیمیا اثر نے شہرت کی اس بلندی تک پہنچادیا کہ جس کا تصور مشکل ہے۔

اعلیٰ حضرت پر P.H.D: آپ بریلی سے بیحد محبت کرتے ہیں، یہاں چودہویں صدی کے مجدد آسودہ خاک ہیں، یہی زمین ہے جہاں آپ کے مرشد برحق سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ آرام فرما ہیں، اس خانوادہ سے لگاؤ فطرتا ہے، اسی محبت نے سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی فقہی خدمات پر بعنوان "امام احمد رضا بحیثیت فقیہ اسلام" پر

تحقیق انیق کے ساتھ پٹنہ یونیورسٹی میں ۱۹۷۹ء پر مغز مقالہ پیش کر کے P.H.D ڈگری حاصل کی۔اس عظیم کارنامہ پر پروفیسر مسعود احمد مجددی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"یہ وہ مقالہ ہے جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ایک اہم گوشے پر بہت حد تک کامیاب کوشش ہے، حضرت پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہماری جماعت پر یہ قرض تھا، جس کو حسن رضا نے اتاردیا"۔

تدریسی خدمات :۔آپ نے تدریس کا آغاز ۲۶/اپریل ۱۹۸۷ء سے ایک باوقار علمی "ادارہ تحقیقات عربی وفارسی" پٹنہ (بہار) سے کیا اور اپنی علمی صلاحیت ولیاقت کی بناء پر ترقی کی منزل طے کرتے ہوئے ۳۱/جنوری ۱۹۹۸ء اسی ادارہ کی صدارت کے منصب پر فائز ہوئے۔۱۹۵۵ء میں یہ ادارہ حکومت بہار کے ذریعہ عربی وفارسی زبان وادب کی ترویج واشاعت کے پیش نظر عمل میں آیا، آپ کی نگرانی میں اب تک ۳۲/اسکالرس کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی جاچکی ہے۔اور ۵۱/اساتذہ کے بیچ کی تربیت کا اہتمام ہوچکا ہے۔

قلمی خدمات: حضرت مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر حسن رضا خاں قادری رضوی مدظلہ العالی اگر ایک طرف سحر انگیز خطیب ہیں تو دوسری طرف کہنہ مشق نثر نگار بھی ہیں اور آپ کی قلمی جولانیت کا مشاہدہ کرنا ہو تو حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں:۔

﴿۱﴾ فقیہ اسلام ﴿۲﴾ سبیل الاذکار ﴿۳﴾ خورشید رسالت ﴿۴﴾ مہربان ﴿۵﴾ پاسبان ملت ﴿۶﴾ اعلیٰ حضرت کی عربی شاعری ﴿۷﴾ اعلیٰ حضرت اردو شاعری ﴿۸﴾ اعلیٰ حضرت کی فارسی شاعری ﴿۹﴾ بہار میں عربی اور فارسی کی نمائندہ شخصیتیں ﴿۱۰﴾ بہار میں عربی وفارسی زبان وادب ﴿۱۱﴾ منارۂ نور ﴿۱۲﴾ بیسویں صدی میں عربی وفارسی زبان وادب۔

☆ مولانا عزیز اللہ مظہری:۔

حضرت علامہ عزیز اللہ مظہری علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات سرزمین بنگال کے لئے سرمایہ کی حیثیت رکھتی تھی، آپ کی ولادت مبارکہ بہار کی مردم خیز ضلع بہار میں ہوئی، تعلیم وتربیت کی انتہا مرکز اہلسنت بریلی شریف دار العلوم مظہر اسلام میں کی اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دامن کرم سے وابستہ ہوکر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ سے اپنے آپ کو مشرف کیا اور سلسلہ تیغیہ آبادانیہ قادریہ میں شرف خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے، بہار اور بنگال میں آپ کے مریدین کی تعداد قابل قدر ہے، آپ نے سرزمین کلکتہ میں اچھی خاصی زندگی کے لمحات گزارے اور دین وسنیت کی خدمت کر کے نیک نام ہوئے، آپ ہی کی کوشش سے سرزمین کمرہٹی کلکتہ میں آل انڈیا مسلم پرسنلاء کانفرنس حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی صدارت میں ہوئی جس میں بنگال، بہار اور اڑیسہ کے مسلمانوں نے کافی تعداد میں شرکت کی اور اسی کے بعد کلکتہ میں ادارۂ شرعیہ کے تحت دار القضا و دار الافتا کا قیام عمل میں آیا۔آپ مجلس علما اسلام بنگال کے صدر بھی رہے اور ہمارے ممدوح کرم حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قاسم علوی صاحب علیہ الرحمہ کے ایک اچھے اور معتمد رفیق تھے، حضرت علامہ مظہری علیہ الرحمہ دین وسنیت کے کام میں انہیں اور علامہ انیس القادری علیہ الرحمہ کو اپنا دست بازو جانتے تھے، جماعت اہلسنت کا یہ عظیم سپاہی کئی دہائیوں تک کلکتہ کی سرزمین پر مسلک اہلسنت مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمات انجام دیتے ہوئے ایک دن بعد نماز فجر اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ گیا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم کی افشانی کرے۔

☆ مولانا ابوالکلام احسن القادری:

ولادت مبارکہ: استاذی الکریم سیاح بنگلہ دیش مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد ابوالکلام احسن قادری رضوی مظفرپوری مدظلہ العالی کی ولادت باسعادت ۱۹۴۷ء میں موضع مادھوپور، پوسٹ انگواں، وایا ججوارہ ضلع مظفرپور (بہار) کے

ایک متدین گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد گرامی جناب محمود حسین بن رمضان علی (م ۲۰/ آگست ۱۹۹۴ء۔ ۱۱/ ربیع النور ۱۴۱۳ھ بروز سنیچر) اور عم محترم جناب محمد یتیم الحق بن رمضان علی (م ۴/ دسمبر ۱۹۷۵ء۔ ۱۹/ ذوالقعدہ ۱۳۹۵ھ بروز جمعرات) دیندار اور صوم وصلاۃ کے پابند تھے، بزرگوں سے عقیدت بے انتہا تھی اور والدہ ماجدہ شفیقہ محترمہ فرمودن خاتون صاحبہ مرحومہ مغفورہ بنت محمد حبیب مرحوم (م ۳/ مئی ۱۹۸۵ء۔ ۱۲/ شعبان ۱۴۰۵ھ بروز جمعہ) ایک نیک سیرت خاتون تھی جن آغوش محبت میں علامہ موصوف نے تربیت پائی اور اس نیدل امی جان نے شہزادہ عالی وقار کی ایسی تربیت کی کہ وہ جماعت اہلسنت کا مقتدیٰ بن گیا اور سینکڑوں تشنگان علم آپ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوکر اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

آپ کے بھائی جان کا نام محمد انعام الحق (م ۱۰/ فروری ۱۹۸۶ء۔ ۳۰/ رجمادی الاولیٰ بروز دوشنبہ) تھا بہت ہی نیک دل اور سلیم الطبع شخص تھے۔

تعلیم و تربیت: حضرت استاذی الکریم مدظلہ العالی نے ابتدائی تعلیم مدرسہ الحسنہ (پورنیہ) مدرسہ امدایہ (دربھنگہ) مدرسہ قادریہ (سہرسہ) میں حاصل کی اور جھارکھنڈ کا مرکزی علمی قلعہ "جامعہ فیض العلوم" (بانی قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ) جمشید پور میں درس نظامیہ کی تکمیل کی، مدرسہ عالیہ بنگال بورڈ سے عالم، بہار بورڈ سے وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، کی سند حاصل کی۔

اساتذہ کرام: حضرت علامہ ارشد القادری، علامہ عبدالرشید چھپروی، علامہ محمد سمیع اللہ اعظمی اور علامہ ابواللیث اعظمی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

تدریسی زندگی: حضرت استاذی الکریم ۱۹۶۹ء میں مغربی بنگال کا معروف ضلع ہوڑہ کے علاقہ ٹکیہ پاڑہ میں تشریف لائے، جہاں پکی مسجد میں (جو آج جامع مسجد کے نام سے معروف ہے) پہلے سے مدرسہ منظر اسلام نامی ایک چھوٹا سا مکتب چل رہا تھا اس میں علامہ موصوف نے ابتدائی درجہ کے بچوں سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع

کیا۔ پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے اور اپنی متاع زندگی کو دارالعلوم ضیاءالاسلام کو وقف کردیا۔

تلامذہ کرام: آپ کے تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے، جن میں چند کے اسماء گرامی مولانا مشرف رضوی (توپسیا) مولانا اسلام الدین رضوی (برجونالہ) مولانا غلام ربانی فریدی (ہوڑہ) مولانا عمان رضا برکاتی (مٹیابرج) مولانا جاوید اختر رضوی (چاندنی) مولانا سخاوت برکاتی (ہوڑہ) مولانا اقبال رضوی ضیائی (مٹیابرج) مولانا راشد علوی (مٹیابرج) راقم محمد یوسف رضوی (مٹیابرج)

بیعت و خلافت: آپ کو سرکار مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھی اور حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی (بریلی شریف) فخر المشائخ حضرت علامہ الشاہ سید فخر الدین اشرف الجیلانی مدظلہ العالی (کچھوچھہ مقدسہ) غیاث ملت حضرت مولانا سید غیاث الدین ترمذی مدظلہ العالی (کالپی شریف) پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ فرید الحق عمادی علیہ الرحمہ (پٹنہ) خلافت واجازت حاصل تھی۔

حج و زیارت: آپ تین مرتبہ حج بیت اللہ و زیارت حرمین سے مشرف ہوئے (۱) ۱۹۷۷ء (۲) ۲۰۰۳ء (۳) ۲۰۰۸ء

تصانیف و تالیف: اسلامی قانون، اسلامی کہانیاں، میلاد مصطفیٰ، طریقہ فاتحہ، شب برات، تین نورانی راتیں، تحفہ دورد وسلام، تذکرہ مجاہد ملت، آسان تقریریں، آسان سچی نماز، حق و باطل کی پہچان، عرد کیا ہے؟، اسلامی قاعدہ، وظیفہ قادریہ، حج و زیارت کے آسان طریقے، مراسم اہلسنت، اسلامی زیور۔

☆ صوفی عبدالرحمٰن خاں رضوی:۔

ولادت: صوفی باصفا ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام حضرت صوفی شاہ عبدالرحمٰن قادری برکاتی رضوی صاحب کی پیدائش ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں قصبہ بلدی ضلع بلیا میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: حضرت صوفی صاحب نے ابتدائی تعلیم مدرسہ مصباح العلوم (بلیا) میں حاصل کی۔ آپ بلیا سے ہوڑہ تشریف لے آئے اور تعلیمی سلسلہ کو برقرار رکھتے ہوئے مدرسہ فیض الاسلام، ہوڑہ میں داخلہ لیا۔ گھریلو ذمہ داریاں مزید تعلیمی ذوق کو پروان چڑھانے میں مانع رہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ علمی سرمایہ ہے ، وہ سب کچھ حضرت امین ملت علامہ مفتی امین الحامدی رضوی بلیاوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ عالی کا فیضان ہے۔

علمی استفادہ: ۔آپ کے پاس جو کچھ علمی سرمایہ تھا، وہ حضرت امین ملت حامدی بلیاوی علیہ الرحمہ کی نگاہ کرم کا فیض تھا۔ ان کے علاوہ آپ نے حضور مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن حامدی رضوی ہاشمی (م ۱۴۰۱ھ) نائب حافظ ملت حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی حامدی (م ۱۳۹۱ھ) شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق رضوی امجدی گھوسوی (م ۱۴۲۱ھ) پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی جیبی الہ آبادی (م ۱۴۱۱ھ) رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری رضوی بلیاوی (م ۱۴۲۳ھ) شمس العلما حضرت علامہ مفتی نظام الدین حبیبی بلیاوی (م ۱۴۱۳ھ) اور بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان رضوی مبارکپوری (م ۱۴۳۴ھ) مفتی اعظم مغربی بنگال حضرت مفتی ثناء اللہ امجدی گھوسوی (م ۱۹۹۹ء) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ رضوی امجدی گھوسوی سے علمی استفادہ کیا اور تعلیمی ذوق کو پروان چڑھایا۔

تعلیمی خدمات: آپ نے بزرگوں سے جو حاصل کیا تھا کتمان علم کے خوف سے طلبا علوم اسلامیہ کی حتی الامکان علمی پیاس بجھانے کی کوششیں کیں۔ کئی چھوٹے چھوٹے مدارس اسلامیہ میں درس و تدریس کا کام انجام دیا۔ آپ کو تقریباً دو سال تک حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی کی نظامت میں مغربی بنگال کا مرکزی علمی ادارہ دار العلوم ضیاء الاسلام (ہوڑہ) میں تعلیمی خدمات کا شرف حاصل ہوا۔ کشنوپور، ہوڑہ میں کئی سال تک منصب امامت پر فائز رہے اور اسلام و سنیت کی

خدمات انجام دیتے رہے۔

شرف بیعت و خلافت: ۔آپ کو بیعت کا شرف حضرت مفسر اعظم ہند علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری رضوی علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۵ھ) سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں حاصل تھی ، شہزادۂ قطب مدینہ حضرت علامہ فضل الرحمٰن قادری رضوی مدنی سے طالب تھے۔ خلافت کئی بزرگوں سے حاصل تھی یعنی حضور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری رضوی بریلوی (م ۱۴۰۲ھ) حضور قطب مدینہ حضرت علامہ مفتی شاہ ضیاء الدین قادری رضوی مدنی (م ۱۴۰۱ھ) مفتی اعظم نیپال حضرت علامہ مفتی انیس عالم سیوانی (م) فیض العارفین حضرت شاہ غلام آسی پیا حسنی جہانگیری بلیاوی (م ۱۴۲۴ھ) حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری رضوی ازہری بریلوی مدظلہ العالی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔

حج و زیارت: ۔آپ نے حج فرض یعنی پہلا حج ۱۹۷۲ء میں کیا۔ اس مبارک سفر میں حضور مجاہد ملت، علامہ امین الحامدی رضوی بلیاوی، شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں کچھوچھوی تھے۔ آپ نے زندگی میں ۱۷ر حج اور متعدد بار عمرہ کیے۔

خانوادۂ رضا سے لگاؤ: راقم سے بارہا دوران گفتگو سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی، حضرت حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا محدث بریلوی، حضور مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی، مرشد گرامی حضرت مفتی محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی، حضرت علامہ حسنین رضا بریلوی، حضرت علامہ ریحان رضا خاں بریلوی ، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی کا ذکر جمیل بڑے والہانہ انداز میں کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ کہا کہ مرشد برحق حضرت مفسر اعظم ہند کی خدمت کا موقع فقیر رضوی کو کئی مرتبہ ملا، ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد ہوڑہ تشریف لائے ، آپ کے ساتھ بڑے شہزادے حضرت ریحان ملت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ او ر مخدومی تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی تھے ، یہ شہزادگان اس وقت

جوان تھے،اور چھوٹے شہزادے حضرت علامہ منانی میاں مدظلہ العالی چھ سال کے تھے۔ مجھے ان تینوں شہزادگان کو کلکتہ سیر کرانے کی حضرت مفسر اعظم ہند نے ذمہ داری دی تھی، یہ ہمارے لئے خوش نصیبی کی بات تھی کہ سیدی اعلیٰ حضرت کے پوتوں کی مجھے خدمت کا شرف حاصل ہوا۔آپ مسلک اعلیٰحضرت کے سچے ترجمان اور مسلک اہل سنت کے باوقار مبلغ تھے۔آپ نے مسلک کے بارے میں کبھی بھی کسی سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ ضرورت پڑی تو مسلک کی خاطر اپنی جیب خاص سے خرچ کرنے پر بھی دریغ بھی نہیں کیا۔زندگی بھر مسلک حق کی ترجمانی کرتے رہے۔

قائم کردہ ادارے: ۔آپ نے اپنے اسلاف کے طریقہ کار کو اپناتے ہوئے تعلیمی فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔اس لئے کہ یہ وہ کارنامہ ہے جس سے بچوں کی زندگی کی تعمیری تشکیل ہوتی ہے اور یہی بچے مستقبل میں قوم کے مسیحا بنتے ہیں۔قائم کردہ تعلیمی مراکز میں مدرسہ رضاء العلوم، لیچوبگان (ہوڑہ) اس مدرسہ کے قیام کے کچھ عرصہ کے بعد انتظامیہ سے حالات ناخوشگوار ہوگئے۔جب آپ مدرسہ سے الگ ہوئے تو انتظامیہ نے مدرسہ کا نام بھی بدل دیا، اب اس مدرسہ کا نام "مدرسہ رضویہ نور حبیب" ہے۔۲۔مدرسہ رضاء العلوم، شیب پور (ہوڑہ) ۳۔رضاء العلوم کمپیوٹر سینٹر، شیب پور (ہوڑہ) ۴۔مدرسہ رضائے مصطفیٰ (درگاہ پور) ۵۔مدرسہ رضاء العلوم (درگاہ پور) ہیں۔

وصال مبارک: مجلس علما اسلام بنگال کے سرپرست حضرت صوفی عبدالرحمٰن خاں قادری رضوی صاحب طویل علالت کے بعد ۲۵ رفروری ۲۰۱۳ء بروز دوشنبہ رب حقیقی سے جاملے۔۲۶ رفروری ۲۰۱۳ء بعد نماز ظہر شیب پور نماز جنازہ ہوئی، حسب وصیت جنازہ کی نماز حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب (سکریٹری جنرل مجلس) نے پڑھائی۔ہزاروں کی تعداد میں اہل عقیدت نے جنازہ کی نماز میں شرکت کی۔آندول قبرستان، قاضی پاڑہ، ہوڑہ میں استاذ محترم حضرت علامہ امین الحامدی علیہ الرحمہ کے جوار میں سپرد خاک کئے گئے۔

☆مفتی مختار عالم رضوی:۔

ولادت: فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد مختار عالم قادری رضوی مدظلہ العالی کی ولادت مبارکہ ۲۰ رجنوری ۱۹۶۴ء میں بھیلی، تحصیل کدوا ضلع کٹیہار (بہار) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی علم گاؤں کے مکتب سے کیا، عربی متوسطات کی تعلیم ضلع پورنیہ کے درسگاہوں میں حاصل کئے، مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے بنارس میں اہلسنت کا معروف درس گاہ "**جامعہ فاروقیہ**" میں داخلہ لیا اور منتہی کتب پڑھنے کے لئے "الجامعۃ الاشرفیہ" تشریف لے گئے اور اکابر اساتذہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر علم و فضل کے شہسوار بنے۔

تدریسی خدمات: استاذ مکرم قاضی شریعت حضرت علامہ مفتی محمد شفیع رضوی مبارکپوری (خلیفہ سرکار مفتی اعظم ہند) کے حکم پر اڑیسہ کے سمبل پور تشریف لے گئے، یہاں آپ نے تشنگان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھائی رہے تھے کہ کلکتہ کے مشہور معروف علمی قلعہ "**مدرسہ سلیمیہ**" جانا پڑا، پھر کیا تھا یہیں کے ہوکر رہ گئے۔

فتویٰ نویسی: ۱۹۸۶ء میں ادارہ شرعیہ کا قیام عمل میں آیا، جس کا دفتر کمرہٹی کلکتہ میں کھولا گیا، علما و مشائخ کی موجودگی میں قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے حضرت مفتی مختار عالم رضوی صاحب قبلہ کو ادارہ کا قلمدان افتاء حوالہ کیا۔اور آج بھی اسی ادارہ کے تحت افتا اور قضا کا کام انجام دے رہے ہیں اور ۱۹۸۷ء سے رضا جامع مسجد میں امامت و خطابت کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں۔

اساتذہ کرام:

☆زعیم العلما حضرت علامہ غلام یاسین رشیدی علیہ الرحمہ (پورنیہ) ☆محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی (گھوسی) ☆فقیہ ملت حضرت مفتی محمد عبیدالرحمٰن رشیدی مدظلہ العالی (خانقاہ رشیدیہ، جونپور) ☆شیخ طریقت حضرت علامہ سید اصغر امام قادری مدظلہ العالی (انجھر شریف) ☆استاذ العلما حضرت علامہ مفتی شیر محمد

جوان تھے،اور چھوٹے شہزادے حضرت علامہ منانی میاں مدظلہ العالی چھ سال کے تھے۔مجھے ان تینوں شہزادگان کو کلکتہ سیر کرانے کی حضرت مفسر اعظم ہند نے ذمہ داری دی تھی، یہ ہمارے لئے خوش نصیبی کی بات تھی کہ سیدی اعلیٰ حضرت کے پوتوں کی مجھے خدمت کا شرف حاصل ہوا۔آپ مسلک اعلیحضرت کے سچے ترجمان اور مسلک اہل سنت کے باوقار مبلغ تھے۔آپ نے مسلک کے بارے میں کبھی بھی کسی سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ ضرورت پڑی تو مسلک کی خاطر اپنی جیب خاص سے خرچ کرنے پر بھی دریغ بھی نہیں کیا۔زندگی بھر مسلک حق کی ترجمانی کرتے رہے۔

قائم کردہ ادارے: آپ نے اپنے اسلاف کے طریقۂ کار کو اپناتے ہوئے تعلیمی فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔اس لئے کہ یہ وہ کارنامہ ہے جس سے بچوں کی زندگی کی تعمیری تشکیل ہوتی ہے اور یہی بچے مستقبل میں قوم کے مسیحا بنتے ہیں۔قائم کردہ تعلیمی مراکز میں مدرسہ رضاء العلوم، لیچو بگان (ہوڑہ) اس مدرسہ کے قیام کے کچھ عرصہ کے بعد انتظامیہ سے حالات ناخوشگوار ہوگئے۔جب آپ مدرسہ سے الگ ہوئے تو انتظامیہ نے مدرسہ کا نام بھی بدل دیا، اب اس مدرسہ کا نام ''مدرسہ رضویہ نور حبیب'' ہے ۲۔مدرسہ رضاء العلوم، شیب پور (ہوڑہ) ۳۔رضاء العلوم کمپیوٹر سینٹر، شیب پور (ہوڑہ) ۴۔مدرسہ رضائے مصطفیٰ (درگاہ پور) ۵۔مدرسہ رضاء العلوم (درگاہ پور) ہیں۔

وصال مبارک: مجلس علما اسلام بنگال کے سرپرست حضرت صوفی عبدالرحمٰن خاں قادری رضوی صاحب طویل علالت کے بعد ۲۵ رفروری ۲۰۱۴ء بروز دوشنبہ رب حقیقی سے جاملے۔۲۶ رفروری ۲۰۱۴ء بعد نماز ظہر شیب پور نماز جنازہ ہوئی، حسب وصیت جنازہ کی نماز حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب (سکریٹری جنرل مجلس) نے پڑھائی۔ہزاروں کی تعداد میں اہل عقیدت نے جنازہ کی نماز میں شرکت کی۔آنڈول قبرستان، قاضی پاڑہ، ہوڑہ میں استاذ محترم حضرت علامہ امین الحامدی علیہ الرحمہ کے جوار میں سپرد خاک کئے گئے۔

☆مفتی مختار عالم رضوی:۔

ولادت: فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد مختار عالم قادری رضوی مدظلہ العالی کی ولادت مبارکہ ۲۰ رجنوری ۱۹۶۴ء میں بھیلی، تحصیل کدوا ضلع کٹیہار (بہار) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی علم گاؤں کے مکتب سے کیا، عربی متوسطات کی تعلیم ضلع پورنیہ کے درسگاہوں میں حاصل کئے، مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے بنارس میں اہلسنت کا معروف درس گاہ ''**جامعہ فاروقیہ**'' میں داخلہ لیا اور منتہی کتب پڑھنے کے لئے ''الجامعۃ الاشرفیہ'' تشریف لے گئے اور اکابر اساتذہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر علم وفضل کے شہسوار بنے۔

تدریسی خدمات: استاذ مکرم قاضی شریعت حضرت علامہ مفتی محمد شفیع رضوی مبارکپوری (خلیفہ سرکار مفتی اعظم ہند) کے حکم پر اڑیسہ کے سمبل پور تشریف لے گئے، یہاں آپ نے تشنگان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھائی رہے تھے کہ کلکتہ کے مشہور معروف علمی قلعہ ''**مدرسہ سلیمیہ**'' جانا پڑا، پھر کیا تھا یہیں کے ہوکر رہ گئے۔

فتویٰ نویسی: ۱۹۸۶ء میں ادارہ شرعیہ کا قیام عمل میں آیا، جس کا دفتر کمرہٹی کلکتہ میں کھولا گیا، علماو مشائخ کی موجودگی میں قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے حضرت مفتی مختار عالم رضوی صاحب قبلہ کو ادارہ کا قلمدان افتاء حوالہ کیا۔اور آج بھی اسی ادارہ کے تحت افتا اور قضا کا کام انجام دے رہے ہیں اور ۱۹۸۷ء سے رضا جامع مسجد میں امامت وخطابت کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں۔

اساتذہ کرام:

☆زعیم العلما حضرت علامہ غلام یاسین رشیدی علیہ الرحمہ (پورنیہ) ☆محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی (گھوسی) ☆فقیہ ملت حضرت مفتی محمد عبیدالرحمٰن رشیدی مدظلہ العالی (خانقاہ رشیدیہ، جونپور) ☆شیخ طریقت حضرت علامہ سید اصغر امام قادری مدظلہ العالی (انجھر شریف) ☆استاذ العلما حضرت علامہ مفتی شیر محمد

قادری صاحب قبلہ (بہرائچ)

بیعت وخلافت : آپ کو سرکار مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھی اور صدر العلما حضرت علامہ مفتی الشاہ تحسین رضا خاں قادری رضوی محدث بریلوی اور غیاث ملت حضرت علامہ مولانا سید غیاث الدین قادری ترمذی (کالپی شریف) سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

سرگرمیاں : آپ اس وقت مغربی بنگال کی سب سے بڑی تنظیم ''مجلس علما اسلام مغربی بنگال'' کے صدر کے عہدہ پر فائز ہیں، آپ کی صدارت میں اس تنظیم کے تحت بڑے سے بڑے کارنامے انجام دیے گئے جو اہل کلکتہ سے بالخصوص مخفی نہیں ہے اور تفصیلات اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔۲۰۰۹ء میں رضا اکیڈمی کلکتہ کا قیام عمل میں آیا اور کتابی اشاعت کا سلسلہ دراز ہوا۔

☆☆☆

ممتاز العلماء اور انیس العلماء کی ملاقات

مولانا محمد کفیل خاں (دار العلوم رضائے مصطفیٰ، مٹیا برج)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما

مصلح قوم وملت، معمار اہل سنت، مفکر اسلام، خطیب الہند، حضرت علامہ مولانا محمد انیس القادری علیہ الرحمۃ والرضوان اور ممتاز العلماء، نباض قوم وملت حضرت علامہ مولانا محمد قاسم علوی صاحب قبلہ دام ظلہ کے مابین ملاقات وتعلقات اور دونوں حضرات کی مشترکہ خدمات کو قلمبند کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے اپنے والد محترم حضور انیس العلماء رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر سوانحی خاکہ پیش کردوں تاکہ آپ کی ذات والا مرتبت کے صحیح خدوخال نذر قارئین ہوجائے۔

ولادت باسعادت: جگدیش پور ضلع سلطان پور موجودہ ضلع امیٹھی یوپی کے مشہور قریہ ماہے مئو میں آپ کی ولادت ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔ اسم گرامی محمد انیس خان بن محمد باسط علی خان بن محمد امجد علی خان۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم میرے والد گرامی نے اپنے علاقہ پورہ گوہر کے اشرف العلوم میں حاصل کی اور پھر فارسی کی ابتدائی تعلیم جگدیش پور کے مشہور ومعروف ادارہ سراج العلوم لطیفیہ سے حاصل کی، اس کے بعد آپ نے پیلی بھیت کے اس مشہور زمانہ مدرسہ میں ایک سال تک زانوئے ادب تہہ کیا جہاں حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ پھر ایک سال کے لئے آپ ہندوستان کی مشہور علمی ودینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ تشریف لے گئے اور اس وقت کے جلیل القدر علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا پھر آپ نے مابقیہ تعلیم اپنے ہی ضلع سلطان پور کی معروف درسگاہ جامعہ عربیہ سے حاصل کی اور اسی جامعہ سے ۱۹۶۹ء میں اس وقت کے مقتدر علماء کے

ہاتھوں آپ دستارِ فضیلت وسند سے نوازے گئے۔ آپ کے جامعہ عربیہ کے مشہور اساتذہ میں چند نام یہ ہیں: شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ، خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین پورنوی علیہ الرحمہ، اور حضرت مولانا مفتی زین العابدین علیہ الرحمہ۔

دینی وتدریسی خدمات: آپ بعد فراغت درس وتدریس کی طرف متوجہ ہوئے اور متعدد مدارس میں یہ خدمت انجام دی۔ آپ ایک باکمال اور ماہر استاذ تھے، انداز تدریس بہت عمدہ اور نرالا تھا، اپنی باتیں طلبہ کے اذہان میں اتارنے کا آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ آپ تو ایک ماہر استاذ تھے ہی مگر اس سے بھی زیادہ مہارت آپ کو مدارس کی نظامت میں حاصل تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نظامت کی ایسی خوبیاں ودیعت کی تھی جو بہت کم لوگو کے حصے میں آتی ہیں۔ بقول ممتاز العلماء ''مولانا محمد انیس القادری رحمۃ اللہ علیہ کام کی بنیاد پر جانے جاتے تھے اور پورے مغربی بنگال میں ان کے جیسا مدرسوں کا منتظم کوئی دوسرا نظر نہیں آتا''۔ آپ کی اس خفیہ اور ٹھوس صلاحیت واستعداد کا اندازہ سب سے پہلے رئیس القلم قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان اور مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی دام ظلہ کو ہوا، اور انہی حضرات کے اشارے سے آپ کا کلکتہ میں ورود مسعود ہوا، اور اس شہر کی علمی درسگاہ دارالعلوم ضیاء الاسلام تکیہ پاڑہ ہوڑہ کی نظامت آپ کے حوالے ہوئی۔ نظامت کیا ملی گویا آپ کو اپنی خفیہ صلاحیتوں کے اظہار کا موقع فراہم ہو گیا پھر زمانہ نے دیکھا کہ دارالعلوم ضیاء الاسلام آپ کے دور نظامت میں اپنے عروج کی منزلیں بڑی تیزی کے ساتھ طئے کرنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف مغربی بنگال بلکہ پورے ہندوستان میں علمی سطح پر اس کی ایک الگ پہچان اور شناخت قائم ہو گئی اور اس طرح آپ کی محنتیں اور کاوشیں دارالعلوم کے ایک ایک ذرے کو رشک آفتاب وماہتاب بناتی رہیں۔ آپ کی اسی خوبی اور کمال کا احساس تھا کہ دانائے قوم، رئیس القلم قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا ''اگر میرے پاس دو انیس القادری ہوتے تو ایک کو بنگال اور دوسرے کو اپنے ساتھ رکھتا''

۔ زمانہ دراز تک آپ نے اس دارالعلوم کی نظامت بحسن وخوبی نبھائی۔

قران السعدین: مغربی بنگال بالخصوص شہر نشاط کلکتہ کو بے شمار علماء نے اپنے اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز کیا اور سبھوں نے دینی، علمی، سیاسی وسماجی سطح پر اس شہر کی فضا کو خوشگوار بنانے کی لائق صد آفرین کوششیں کیں یہ سارے علماء اس لائق ہیں کہ ان کی بارگاہوں میں خراج عقیدت کے جتنے بھی پھول نچھاور کئے جائیں کم ہیں۔ لیکن ماضی قریب اور عصر حاضر میں کلکتہ میں دینی، علمی، ملی اور سماجی خدمات کے اعتبار سے اگر کوئی نام برسر فہرست آسکتا ہے تو وہ دو روشن نام ہیں، ایک نام ممتاز العلماء نباض قوم حضرت علامہ مولانا محمد قاسم علوی صاحب قبلہ دام ظلہ کا ہے اور دوسرا نام میرے والد محترم انیس العلماء حضرت علامہ مولانا محمد انیس القادری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ دونوں حضرات کام کی گویا مشین ہیں اور دونوں کام کو پسند کرتے ہیں یہ کوئی، ۱۹۷۱ء کی بات ہے جب یہ دونوں حضرات پہلی مرتبہ روبرو ہوئے اور ایک دوسرے سے متعارف ہوئے اور اس تعارف نے ایسا متاثر کن اثر چھوڑا کہ بہت جلد وہ تعارف محبت ودوستی میں بدل گیا، میل ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا، کام کے حوالے سے گفت وشنید ہونے لگی، شہر کے حالات پر تبادلۂ خیال کیا جانے لگا، آمد ورفت کا آغاز ہوا اور پھر دھیرے دھیرے یہ محبت اور دوستی گھریلو تعلقات کے رنگ میں رنگ گئی۔ اب گویا دو جان ایک قالب کے اصول میں ڈھل گئے۔ اب جشن وسرور کا سماں ہو یا رنج والم کا، راحت وآرام کی گھڑی ہو یا دکھ درد کی دونوں ہر موڑ پر ایک دوسرے کے شریک وسہیم رہے۔ لیکن یہ تعلقات محض یارانہ نہ تھے بلکہ ان دونوں کے ملن کا مقصد کام تھا چنانچہ ممتاز العلماء خود فرماتے ہیں۔ ''چونکہ مولانا انیس القادری رحمۃ اللہ علیہ کام کو پسند کرتے تھے اور میں بھی کام کرنے کو ہی ترجیح دیتا تھا تو اسی کام کی بنیاد پر ہم دونوں کے تعلقات آگے بڑھے اور اس میں پختگی پیدا ہوئی''۔ ان تعلقات کا خوبصورت رزلٹ ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم رضائے مصطفٰی مٹیا برج کولکاتا کے قیام وبنیاد کی شکل میں آیا۔ ان دونوں حضرات کی مساعی جمیلہ سے دارالعلوم منصۂ شہود پر آیا

اور ایک بار پھر نظامت کی باگ ڈور آپ نے سنبھالی، اب تو سونے پر سہاگہ ہو گیا کہ نظامت انیس العلماء کے ہاتھ اور صدارت وقیادت ممتاز العلماء کے ہاتھ پھر کیا تھا اب تو سالوں کے کام مہینوں میں اور مہینوں کے کام ہفتوں میں ہونے لگے اور صرف چار پانچ سال کی قلیل مدت میں دارالعلوم نے حیرت انگیز عروج حاصل کیا، تعلیم وتربیت کے عمدہ اصول وضوابط، اساتذہ کا حسن انتخاب، اوقات کی پابندی، طلبہ کی محنت ومشقت یہی وہ خوبیاں تھیں کہ چند سالوں میں یہ دارالعلوم نہ صرف کلکتہ بلکہ پورے مغربی بنگال میں مثل آفتاب ہو گیا۔ اب طلبہ دور دراز علاقوں سے اس کی شہرت، حسن انتظام اور تعلیم وتربیت کے منظّم اصول کا ذکر سن کر کھینچے چلے آتے ہیں۔ اس دارالعلوم کی ترقی کا اندازہ اس سے کریں کہ ایک دارالعلوم میں اعدادیہ سے لیکر فضیلت تک کی تعلیم کا بہتر آغاز کرنے کے لئے دسیوں سال لگ جاتے ہیں مگر الحمد للہ! اس دارالعلوم نے چند سالوں میں وہ مسافت طئے کرلیا اور آج حال یہ ہے کہ شعبۂ حفظ، شعبۂ قرأت، اور شعبۂ نظامیہ (اعدادیہ تا فضیلت) کی تعلیم کا معقول بندوبست ہے ساتھ ہی طلبہ کے قیام وطعام کا بھی عمدہ انتظام ہے۔ کوئی آکر اپنے چشم سر سے اس کا مشاہدہ ومعائنہ کرسکتا ہے۔

اوپر میں نے چار پانچ سال کا اس لئے ذکر کیا کہ میرے والد محترم کا ۲۰۰۵ء میں اچانک دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے وصال ہو گیا تھا۔ دارالعلوم رضائے مصطفیٰ اب بھی پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی کامیابی کی منزلیں ممتاز العلماء کی سرپرستی میں طئے کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ممتاز العلماء کی عمر وعلم وفضل میں برکتیں عطا فرمائے اور صحت وسلامتی کے ساتھ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر قائم رکھے۔ اور میرے والد محترم کو اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور درجات میں خوب بلندیاں عطا کرے۔ **آمین یا رب العلمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم۔**

☆☆☆

علامہ قاسم علوی خطابات اور تمغات کی جھرمٹ میں

مولانا غلام ربانی فریدی ضیائی (ممبر مجلس مشاورت مجلس علما اسلام بنگال)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزانہ اپنے متعین وقت کے ساتھ سورج طلوع ہوتا ہے اور شعاعوں کو اس دھرتی پر بکھیرتا ہوا ایک وقت کے بعد اپنے مستقر میں جا چھپتا ہے، پھر چاند نمودار ہوتا ہے اور اپنی چاندنی سے پورے عالم کو منور کرتا ہوا پر لطف اور خوشگوار ماحول پیدا کرتا ہوا نظر آتا ہے، یہ شمس وقمر اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام الاوقات کے تحت روزانہ طلوع اور غروب ہوتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی نسل انسانی کا آغاز ہو، حضرت آدم علیہ اسلام کی تخلیق ہوئی، ان کی بائیں پسلی سے ام البشر سیدہ حوا رضی اللہ تعالیٰ کی پیدائش فرمائی، رب کی مشیت ہوئی انسانوں سے دنیا کو آباد کی جائے، حضرت آدم وحوا شجر ممنوعہ سے قریب ہوئے، گندم کھالیا، حکم خداوند قدوس سے یہ دونوں انسان دنیا میں تشریف لائے اور نسل انسانی کا سلسلہ دراز ہونے لگا اور قیامت تک نسل کی افزائش ہوتے رہے گی۔ اسی نسل میں کچھ ایسے بندگان خدا کا وجود ہوا، جنہوں نے اس دھرتی پر تاریخ رقم کی، آنے والی نسلوں کے مشعل راہ بنے، اپنے اچھے خیالات، تفکرات، نظریات اور تدبرات کی بناء پر لوگوں کے دلوں کی ڈھڑکنیں بن گئے، ایسی ہستیوں کا شمار عبقریات میں ہونے لگا اور ان کے شب و روز اور لمحات زندگی کی ایک ایک ادا صفحات قرطاس کی زینت بننے لگی اور زمانہ نے احسان فراموشی سے دامن کو داغدار ہونے سے بچانے کے لئے ''اعتراف حقیقت'' کا ایک ایسا سنہرا باب کھولا، بس کیا تھا! تمغات، اعزازات، خطابات، القابات، انعامات کا سلسلہ چل پڑا اور جدت کے ساتھ نت نئے انداز میں نوازشات کی جانے لگیں۔

ہمارے کرم فرما! حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قاسم علوی مدظلہ العالی کی آفاقی شخصیت انہیں اوصاف حمیدہ سے عبارت ہے، آپ نے عقل وشعور، تفکر وتدبر، دانش و دینش، سوچ وفکر اور ذہنی بالیدگی وتازگی سے ایسی دینی وملی وسماجی وتعلیمی خدمات انجام دیں

ہیں کہ مذھب وملت، مسلک ومشرب، قوم وسماج کو وہ عروج اور سر بلندی ملی ہیں جن پر ارباب بصیرت نے داد و دہش اور تحسینات سے سرفراز فرمایا اور دل کھول کر اعتراف حقیقت کا اظہار کیا۔ آیئے نوازشات کا جائزہ لیتے ہیں:۔

خطابات: یوں ہی کوئی کسی کو نوازتا نہیں ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو اس لائق بنالیتا ہے تب جا کر قوم مجبور ہو جاتی ہے کہ یہ اس لائق ہے کہ انہیں نوازا جائے اور خطابات و تمغات سے سرفراز کیا جائے، ہمارے کرم فرما کو قوم نے ان کے خلوص وللّٰہیت اور بے لوث خدمات پر اچھے اچھے خطابات سے سرفراز کیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:۔

﴿۱﴾ قائد اہلسنت ﴿۲﴾ معمار قوم وملت ﴿۳﴾ قائد ملت ﴿۴﴾ نباض قوم و ملت ﴿۵﴾ مفکر اسلام ﴿۶﴾ مدبر اہل سنت ﴿۷﴾ ممتاز العلما۔

☆**خطاب ممتاز العلماء**: ہمارے کرم فرما حضرت علامہ مولانا محمد قاسم علوی صاحب قبلہ کو یہ تکریمی خطاب ایک ایسی تاریخ ساز "**تحفظ اسلام کانفرنس**" میں سرفراز کیا گیا، جس کی صدارت شہزادۂ صدر الشریعہ محدث کبیر سلطان الفقہا حضرت علامہ مفتی الشاہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ العالی (نائب قاضی القضاۃ فی الھند) نے کی تھی اور جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے حضرت علامہ مفتی محمد مکرم نقشبندی صاحب قبلہ (شاہی امام مسجد فتحپوری، دہلی) اور حبیب ملت حضرت علامہ سید غلام محمد قادری حبیبی صاحب قبلہ (سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ حبیبیہ، دھام نگر شریف، اڑیسہ) بنفس نفیس موجود تھے علماء اہلسنت اور عامۃ الناس کی موجودگی میں تکریمی خطاب "ممتاز العلما" سے سرفراز کیا گیا، اس عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد "**سنی علما کونسل مغربی بنگال**" نے ۲۴ / ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ / ۱۲ / مئی ۲۰۰۷ء گارڈن ریچ مٹیا برج کلکتہ: ۲۴ میں دیا گیا تھا۔

تمغات و اعزازات: اچھے اچھے خطابات والقابات کے ساتھ ساتھ معترفین، معتقدین، متوسلین، محبین اور عاشقین نے ان کے دینی، علمی، ملی، تصنیفی، تالیفی، سخنوری، نثری، تعلیمی، مسلکی، مشربی، قومی، سماجی اور تبلیغی خدمات پر انعامات، تمغات، اعزازات سے سرفراز فرمایا جو حسب ذیل ہیں:۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا ایوارڈ: بدست علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی
۱۲ / مئی ۲۰۰۷ سنی علما کونسل مٹیا برج کلکتہ

﴿۲﴾ صدر الشریعہ ایوارڈ: بدست مفتی رحمت علی مصباحی مدظلہ العالی
۲۰۰۹ء تلجلہ کلکتہ

﴿۳﴾ علامہ فضل حق خیرآبادی ایوارڈ: بدست علامہ مفتی عبد المنان اعظمی
۲۶ / نومبر ۲۰۱۱ء امام احمد رضا سوسائٹی کلکتہ

﴿۴﴾ برکات مصطفیٰ ایوارڈ: بدست علامہ سید شاہد حسین زیدی مارہروی
شب نور۔ ۲۰۱۳ء گارڈن ریچ کلکتہ

﴿۵﴾ شاہ عبد الحق محدث دہلوی ایوارڈ: بدست علامہ جمال رضا خاں نوری رضوی
۲۰۱۵ء برجونالہ کلکتہ

﴿۶﴾ سید نہال احمد شاہ ایوارڈ: بدست علماء اہلسنت
۲۳ / دسمبر ۲۰۱۵ بیلگچھیا کلکتہ

﴿۷﴾ امن ایوارڈ: ڈپٹی کمشنر پورٹ (کولکاتا پولس) ۱۲ / ربیع الاول ۱۴۳۷
(یوم عید میلاد النبی) ۲۴ / دسمبر ۲۰۱۵ء۔ مٹیا برج کلکتہ

﴿۸﴾ عید میلاد النبی ایوارڈ: بدست علماء اہلسنت
۳۰ / دسمبر ۲۰۱۵ راجہ بگان، کلکتہ

﴿۹﴾ آبروئے اہلسنت ایوارڈ: بدست علماء اہلسنت
ربیع النور ۱۴۳۷ھ بچ کل، مٹیا برج، کلکتہ

﴿۱۰﴾

﴿۱۱﴾ مجاہد اہلسنت ایوارڈ: بدست علامہ سید محمد حسینی ناگپوری
شب نور، ۱۴۳۸ھ رشیدی فاؤنڈیشن، مٹیا برج

☆☆☆

علامہ قاسم علوی مداحوں کی جھرمٹ میں

مولانا محمد اسلام الدین رضوی (نائب سکریٹری مجلس علماء اسلام بنگال زونل کمیٹی مٹیا برج)

نسل انسانی سے یہ سلسلہ جاری ہے کہ جس نے بھی اس دھرتی پہ آنکھیں کھولیں ،اسے ایک نہ ایک دن اس دنیا کو خیرباد کہنا ہے، کچھ ایسے بھی لوگ جنم لیتے ہیں جو خود کے لئے ہی جیتے ہیں، لیکن یہ جینا کوئی کمال کی بات نہیں۔لیکن بعض افراد اس زمین پر ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے خود کے لئے بھی جینا سیکھا اور دوسروں کے لئے مسیحا بننا سعادت مندی سمجھا، ایسے ہی لوگ نیک نام ہوتے ہیں اور زمانہ ایسوں کو اپنا آئیڈیل بناتا ہے ،زبانیں مدح وستائش سے تر بتر رہا کرتی ہیں، ایسے ہی قابل رشک اور جامع الصفات شخصیت ،جماعت اہلسنت کے ایک باوقار اور ہردلعزیز اسلامی رہنما، جنہیں مداحین ”ممتاز العلماء علامہ محمد قاسم علوی“ کے نام سے جانا کرتے ہیں، ان کے مدح سراؤں کی جھرمٹ میں چلتے ہیں کہ اپنے ممدوح کے بارے میں کیا اظہار خیال کرتے ہیں۔

☆**علامہ عبد القادر علوی** (جانشین خانقاہ شعیب الاولیاء، براؤن شریف) حضرت علامہ الحاج محمد قاسم علوی صاحب کا مقام ومرتبہ اہلسنت میں وہی ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ، بغیر نگینے کے انگوٹھی بے حسن، اسی طرح علامہ علوی کے تذکرے کے بغیر مغربی بنگال میں جماعت اہلسنت کی سرگرمیاں نامکمل۔

(خطاب: جلسہ دستاربندی دارالعلوم رضائے مصطفیٰ)

☆**علامہ ابو الکلام احسن القادری** (سربراہ اعلیٰ دارالعلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ) ممتاز العلما حضرت مولانا محمد قاسم علوی نور اللہ مرقدہ، مجلس علماء اسلام بنگال کے جنرل سکریٹری اور دارالعلوم رضائے مصطفیٰ مٹیابرج کے بانی اور سربراہ اعلیٰ تھے، جو اپنے دینی اور سماجی کارناموں کی وجہ سے رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے، حضرت

مولانا مرحوم کے مذکورہ کارناموں ایک قابل ذکر اور عظیم کارنامہ ”دار العلوم رضائے مصطفیٰ“ ہے، جو مسلک اعلیٰ حضرت کی بقا کا بہترین علمی مرکز اور سنیت کا روشن مینار ہے (مکتوب بنام مفتی رفیق الاسلام رضوی دیناجپوری)

☆**ڈاکٹر حسن رضا خاں** (صدر شعبہ عربی وفارسی پٹنہ یونیورسٹی) مجاہد جلیل مرد آہن حضرت علامہ محمد قاسم علوی کے نزدیک خدا کا دین متین اور امت محمدی کا مفاد ہر شئے سے زیادہ عزیز ہے، جس فرد نے بھی مسلک حقہ کے مفاد کو نقصان پہنچایا، جس جماعت نے اپنی خباثت کا اظہار کیا، اس کے خلاف مرد آہن بن کر سینہ سپر ہوجاتے ہیں اور اپنی حکمت عملی سے دین متین کی سرفرازی اور مسلک کا وقار بحال کرفوری اقدام کرتے ہیں، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ اسلامی کاز اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تقاضے میں چار چاند لگاتے ہیں (کتاب ھذا)

☆**مفتی مختار عالم رضوی** (صدر مجلس علما اسلام مغربی بنگال) ہمارے علامہ علوی کی ذات ستودہ صفات سے عزیز القدر مولانا محمد شاہد القادری نے صفحات قرطاس کو مزین ومرصع کیا ہے، میں تو یہی کہوں گا کہ علامہ علوی صاحب کی عبقری شخصیت سے آنے والی نسلیں اپنی زندگی کے اندر انقلاب پیدا کریں گی اور مسلک و ملت کے لئے بے لوث کام کرنے کا جذبہ پروان چڑھے گا (ایک ملاقات)

☆**مولانا فاروق خاں رضوی** (نائب صدر مجلس علماء اسلام مغربی بنگال) مولانا شاہد القادری لائق مبارکباد ہیں کہ انہوں مولانا محمد قاسم علوی صاحب کی خدمات اور ملی ومسلکی وسماجی سرگرمیاں کو احاطہ تحریر میں لاکر ایک نئی تاریخ رقم کی ہے، علامہ علوی کی ذات بابرکات اس لائق ہے کہ فرزندان اسلام انہیں اپنا آئیڈیل بنائیں (ایک ملاقات)

☆**مولانا محمد شاہد القادری** (چیئرمین امام احمد رضا سوسائٹی کلکتہ) اگر اس توصیف نامہ کو مبالغہ آرائی کا نام نہ دیا جائے بلکہ حقیقت حال سے تعبیر کی جائے

تو یہ کہنا برحق ہوگا کہ اپنے معاصرین میں مولانا موصوف نے مسلک وملت کے لئے جو گرانمایہ خدمات انجام دی ہیں انہیں کوئی حرف غلط کا نام نہیں دے سکتا ہے (کتاب ھذا)

☆**ڈاکٹر سجاد عالم رضوی مصباحی** (پروفیسر پریسڈنسی یونیورسٹی کولکاتا) علامہ محمد قاسم علوی ایک پرکشش شخصیت کا نام ہے جو اپنے اندر بے شمار تجربات رکھتے تھے۔جب ان سے ملاقات ہوئی تھی تو طرز گفتار سے متاثر ہوا تھا قوم کے حال زار پر روتے رہتے تھے اس کی اصلاح کے لئے تدبیریں سوچتے رہتے تھے اور مستقبل کے لئے بہت سے لائحہ عمل تیار بھی کیا تھا اب ضرورت ہے کہ ان کی تحریک کو آگے بڑھائی جائے۔اس کو عملی جامہ پہنایا جائے۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ ملاقات محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی۔

☆**مولانا غلام ربانی فریدی** (فاضل دارالعلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ) آپ نے عقل وشعور، تفکر وتدبر، دانش وبینش، سوچ وفکر اور ذہنی بالیدگی و تازگی سے ایسی دینی وملی وسماجی وتعلیمی خدمات انجام دیں ہیں کہ مذہب وملت، مسلک و مشرب، قوم وسماج کو وہ عروج اور سربلندی ملی ہیں جن پر ارباب بصیرت نے داد ودہش اور تحسینات سے سرفراز فرمایا (کتاب ھذا)

☆**مولانا جاوید اختر رضوی** (ناظم مالیات مجلس علماء اسلام) مغربی بنگال کی ایک عظیم متحرک اور فعال شخصیت یا یوں کہہ لیا جائے چلتی پھرتی انجمن، جن کے دم اور قوت فیصلہ سے نا جانے کتنے لاینحل مسائل حل ہوئے اور جماعت کو مخالفت کی گھن اور بدعقیدگی کی سازش سے بچایا۔اس جامع الصفات شخص کو ہم اور آپ ''ممتاز العلما حضرت علامہ مولانا محمد قاسم علوی'' کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں (کتاب ھذا)

☆**مولانا نثار احمد رضوی** (مدرس دارالعلوم رضائے مصطفیٰ) ممتاز العلماء کے حق میں یقیناً یہ کہنا بجا ہوگا کہ دنیا کی اس روز افزوں اور ترقی پذیر

آبادی میں سینکڑوں انسان کے بعد کوئی ایک ایسا فرد کامل پیدا ہوتا ہے کہ جن پہ مسلمان فخر اور زندگی کو ناز ہوتا ہے (کتاب ھذا)

☆ **محمد سلطان احمد** (سابق مرکزی وزیر حکومت ہند) ہمارے معزز اور قابل صد لائق احترام محمد قاسم علوی صاحب، جن سے دیرینہ تعلقات ہیں، آپ ہمیشہ ملت وسماج کے فلاح و بہبود کے لئے سرگرداں رہتے ہیں، میں تو یہی کہوں گا کہ نئی نسل کے علماء ان کے طریقہ کار کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور خوب خوب ملت وسماج کی خدمت کرکے اپنے ملک کو ترقی پہ پہنچائیں (خطاب: امام احمد رضا کوئز، مٹیابرج)

☆**فرہاد حکیم** (وزیر شہری ترقیاتی حکومت مغربی بنگال) مولانا قاسم علوی صاحب کی میں آج محنت دیکھ رہا ہوں کہ پورے مٹیابرج کے مسلمان اپنے نبی ﷺ کی محبت میں نعت اور درود وسلام پڑھ کر حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کا دن منانے رہے ہیں، اس کی مثال پورے مغربی بنگال میں نہیں ہے (خطاب: بموقع جلوس محسن انسانیت)

☆**محمد ندیم الحق** (ایم، پی راجیہ سبھا، دہلی) ہمارے بزرگ اور ہمارے والد گرامی کے بہترین دوست حضرت مولانا صاحب کو ایک عرصہ سے جانتا ہوں، آپ بہترین خطیب، اچھے قلمکار اور اردو کے باکمال ادیب ہیں، آپ نے کتاب ''پکار'' میں قومی یکجہتی کا سبق جس نرالے انداز میں دیا ہے، ہم ذاتی طور پر بہت متاثر ہیں (خطاب: موقع رسم اجراء ''پکار'')

☆**محمد شمس الزماں انصاری** (ایم، آئی، سی کولکاتا کارپوریشن) مولانا قاسم علوی صاحب نے اپنے کام اور اپنے کردار سے مٹیابرج کا جو نام روشن کیا ہے، ہم لوگ کبھی بھلا نہیں سکتے، آج ان کی کتاب ''پکار'' کا رسم اجراء ہے، آپ پورے بنگال کے مسلمانوں کی شان ہے، عزت وآبرو اور وقار ہے، ان کے اس کارنامے کو ہم سلام کہتے ہیں اور مبارکبادی پیش کرتے ہیں (خطاب: بموقع رسم اجراء ''پکار'')

☆**پروفیسر شاہد اختر حبیبی** (سابق صدر شعبہ اردو، ہگلی

کالج)مولانا محمد قاسم علوی صاحب سے ایک خوبی تو انہیں ان کے عہد کے بہت سارے لوگوں سے ممتاز کردیتی ہے وہ یہ کہ مولانا میں اقتدار کی بھوک یا لیڈر شپ کا ہوس نہیں، ایک عجب شان بے نیازی کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے رہے ہیں، زمانہ تو ایسا ہے کہ ملی رہنمائی کا سہرا سر باندھنے کے لئے لوگ کیا کیا جتن کرتے ہیں، طرح طرح کی کرتب بازیاں کرتے ہیں، ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں (کتاب ھذا)

☆**نثار احمد خان** (سابق اسسٹنٹ کمشنر کلکتہ پولیس) جب جب حالات نے غلط سمت انگڑائی لی جیسے ڈی سی پورٹ مہتہ کا قتل ہو یا بابری مسجد کی شہادت، مولانا کا پائے استقلال میں کبھی ارتعاش پیدا نہیں ہوا، بلکہ اس جوش اور حکیمانہ افعال سے انہوں نے قوم وملت کی رہنمائی کی جو آج بھی جاری ہے (کتاب ھذا)

☆**ڈاکٹر الف انصاری** (معروف نثر نگار، مٹیا برج) مولانا محمد قاسم علوی صاحب ایک خطیب شعلہ بیاں مقرر کے علاوہ شاعر و ادیب بھی ہیں، آپ کی نثری و شعری تخلیقات ملک کے معتبر اخبارات و رسائل کی زینت بنتی رہی، نیز پانچ کتابیں (۱) انسانیت کیا ہے؟ (۲) آئینہ (۳) آواز (۴) پکار (۵) اور حالیہ کتاب "مقالات علوی" منصۂ شہود پر آچکی ہیں، آپ کی تحریروں اور شاعری کے مطالعہ سے احساس ہوتا ہے کہ آپ اچھے نثر نگار ہی نہیں بلکہ ایک حساس اور بیدار ذہن شاعر بھی ہیں، آپ کی شاعری بظاہر سادہ اور سلیس ہے مگر وسعت اور فکری ابعاد سے مرصع ہے (کتاب ھذا)

☆**ماسٹر صابر نظر** (ہیڈ ماسٹر مٹیا برج ہائی اسکول) مولانا قاسم علوی کی نعت گوئی اپنی سادگی و سلاست، زبان کی دلکشی، بیان کی جاذبیت، موضوع کے تنوع، عجز کی کیفیت، جذبات کی روانی اور بالخصوص عشق رسول کی صلابت وجذبے کے خلوص سے سرشاری کے باعث نعتیہ ادب میں ایک خاص اہمیت و قدر و منزلت کی حامل قرار دیجا سکتی ہے (کتاب ھذا)

☆**ڈاکٹر زاہد نظر** (ماہر عروض، مٹیا برج) مولانا محمد قاسم علوی

صاحب قبلہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، سرزمین مٹیا برج کی یہ ایک ایسی فعال شخصیت ہے جن کی پہچان دور دور تک دیکھائی دیتی ہے، ان کی عبقری شخصیت سے صرف علماء طبقہ ہی نہیں بلکہ سیاسی، سماجی، ادیب وشاعر بھی متاثر ہیں، چونکہ موصوف ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں (کتاب ھذا)

☆☆☆

علامہ محمد قاسم علوی سے ایک تاریخی انٹرویو

علی اشرف چاپدانوی.........گارڈن ریچ مٹیا برج، کولکاتا

> علی اشرف چاپدانوی صاحب نے یہ انٹرویو ایک موقع پر لیا تھا، جسے اہلسنت کے مایہ ناز ترجمان "ماہانامہ کنزالایمان، دہلی" شمارہ "مارچ ۲۰۰۸ء" میں عوامی افادیت کے پیش نظر بڑے ہی طمطراق انداز میں شائع کیا گیا، جو نذر قارئین ہے۔ (مرتب)

سوال: آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

جواب: ۱۷ر فروری ۱۹۴۹ء میں فیض آباد (یو، پی) کے دیہی علاقہ ڈھل متو نامی گاؤں میں ہوئی، جو دریا گھاگھرا کے کنارے آباد ہے۔

سوال: آپ کے والدین اور آپ کا اسم گرامی؟

جواب: میرے والد کا نام صوفی رحمت علی عرف ماسٹر بابا ہے، والدہ ماجدہ کا نام ام صفیہ بانو ہے، بچپن میں میرے دو نام رکھے گئے، ایک شبیر حسن اور دوسرا نام محمد قاسم علوی۔ آج میں صرف محمد قاسم علوی کے نام سے معروف ہوں۔

سوال: آپ کی ابتدائی تعلیم کہاں ہوئی؟

جواب: ابتدائی تعلیم اسی گاؤں کے مدرسہ علویہ حنفیہ میں مدرسہ کے مدرس اعلیٰ منشی محمد طاہر کی سرپرستی میں حاصل کی۔

سوال: بقیہ تعلیم کہاں سے حاصل ہوئی اور فراغت کب ہوئی؟

جواب: ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بقیہ تعلیم دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف، مدرسہ منظر حق ٹانڈہ سے حاصل کی، جہاں اس وقت مدرسہ میں جماعت اہلسنت کے جید عالم شمس العلما علامہ مفتی الشاہ قاضی محمد شمس الدین رضوی جعفری جونپوری علیہ الرحمہ شیخ الحدیث تھے، ۱۹۶۹ء میں مدرسہ احسن المدارس کانپور سے سند عالمیت حاصل کی، بحضرت علامہ مفتی محبوب اشرفی علیہ الرحمہ کے دست مبارک سے دستار

بندی ہوئی، اس پر مسرت تقریب میں بحیثیت ممتحن جماعت اہلسنت کے معروف عالم دین حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ بھی جلوہ افروز تھے۔

سوال: تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کہاں کہاں رہے؟

جواب: ۱۹۷۱ء میں ممبئی چلا گیا جہاں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما سے منسلک رہا، ممبئی شہر کا آفس انچارج رہا، ۱۹۷۳ء تک اس عہدے پر فائض رہ کر جلوس غوثیہ کا منتظم بنا رہا جو سنی جمعیۃ العلما کے زیر انتظام آج بھی شان وشوکت کے ساتھ نکلتا رہتا ہے۔ اپنے آبائی وطن سے "التفات" نام کے ایک رسالے کا اجراء کیا، اور اس کی ادارت کی ذمہ داری کے فرائض انجام دیتا رہا، ۱۹۷۶ء میں سرزمین مٹیا برج میں ایک دلدوز سانحہ اس وقت پیش آیا جب لال مسجد کے امام مولوی پیار محمد صاحب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، امام صاحب کی تعزیت میں شریک ہونے کے لئے ممبئی کے پروگرام ملتوی کر کے کلکتہ لال مسجد آیا، امام صاحب کی تجہیز وتکفین کے چند دنوں کے بعد مسجد کی امامت کے لئے نئے امام کا مسئلہ درپیش آیا تو اکڑا روڈ کے معتبر حضرات اور مصلیان لال مسجد نے مجھ کو امامت کے لئے مجبور کیا، حالات کے پیش نظر امامت کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ میرے والد محترم حضرت صوفی الشاہ رحمت علی علوی علیہ الرحمہ (ماسٹر بابا) اس مسجد کے بانی ہیں۔

سوال: آپ کی کوئی تصنیف جو منظر عام پر آچکی ہو؟

جواب: آواز، انسانیت کیا ہے؟، آئینہ، پکار، بہنوں کی آسان نماز، بدعت کیا ہے؟ وغیرہ۔

سوال: مٹیا برج کلکتہ میں جلوس محمدی نکالنے کا خیال وفکر کیسے آیا؟

جواب: تعلیم مکمل کرنے کے بعد کچھ دن ممبئی جیسے مرکزی شہر میں گزرا، چونکہ پورے ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں ۱۲ر ربیع الاول شریف کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر مسلمان عقیدت واحترام کے ساتھ جلوس نکالا کرتے ہیں، لیکن کلکتہ آنے کے بعد اس قسم کے جلوس کا اہتمام نہیں دیکھا، اس لئے ۱۲ر ربیع الاول

شریف میں میں جلوس محمدی نکالنے کی کوشش کی اور الحمدللہ مجھے بھرپور کامیابی ملی۔

سوال: سب سے پہلا جلوس کب اور کس کی قیادت میں نکلا اور آج جلوس کی کیا صورت حال ہے؟

جواب: سب سے پہلے جلوس محمدی میری قیادت میں ۱۹۷۶ء میں کم وبیش ۴۰ر افراد پر مشتمل تھا، ۱۹۷۹ء تک ''انجمن جشن عید میلاد النبی ﷺ'' کے زیر اہتمام چلتا رہا، ۱۹۷۹ء میں ''بزم رضائے مصطفیٰ'' کے قیام کے بعد سے آج تک یہ جلوس محمدی اسی بزم کے زیر اہتمام پابندی کے ساتھ ہر سال لاکھوں فرزندان توحید کے اُمڈتے ہوئے سیلاب کا منظر ہر خاص وعام کے لئے اسلام کی شان وشوکت کا روح پرور نظارہ پیش کرتا ہے۔ اس میں نہ صرف مسلمان شریک ہوتے ہیں بلکہ ہندو بھائی بھی اس جلوس محمدی میں شریک ہوکر قومی یکجہتی کا نمونہ پیش کرتے ہیں اور مختلف مکتبہ ہائے فکر کے لوگ شامل ہوکر جشن عید میلاد النبی کی تحریک کو فروغ دے رہے ہیں۔

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جلوس محمدی بحکم شرعی جائز نہیں اور اس کو بدعت سمجھتے ہیں؟

جواب: جلوس محمدی کو خلاف شرع کہنے والے لوگ یا تو ناسمجھ ہیں یا کج فہمی کے شکار ہیں، یہ بات وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جنہیں شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، رہ گیا سوال بدعت کا تو جیسے کلام پاک پر زیر وزبر وپیش لگانا ہے کہ آج اس بدعت کے بغیر مسلمانوں کی اکثریت قرآن شریف کو صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتی، اس لئے ایسی بدعتیں جن سے محبت رسول ﷺ کا نہ صرف اظہار ہو بلکہ اللہ کے فرمان کے مطابق مسلمانوں کے دلوں میں محبت رسول ﷺ راسخ ہوجائے، الفت ومحبت نہ صرف شرع میں جائز بلکہ احسن وواجب ہے، جن سے قوم کو فائدہ ہوا سے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔

سوال: دارالعلوم رضائے مصطفیٰ کا قیام کب عمل میں آیا اور ابھی تک کس درجہ تک کی تعلیم دی جاتی ہے؟

جواب: ۱۳ر مئی ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم رضائے مصطفیٰ کا قیام عمل میں آیا، عالمیت

وفضیلت کی تعلیم مع انگریزی، حساب وکمپیوٹر کے ذریعہ، دورہ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے۔ دارالعلوم میں تقریباً ۱۰۰ طلباء زیر تعلیم ہیں، جن کے کھانے پینے کا انتظام مدرسہ کے مطبخ میں کیا جاتا ہے، ہمارے مدرسہ میں ناظرہ کے بعد داخلہ لیا جاتا ہے۔

سوال: آپ کے مزید کچھ ملی، دینی کارنامے؟

جواب: ۱۸ر مارچ ۱۹۸۴ء کو جب ڈی پورٹ اوران کے گارڈ مختار علی کا قتل کیا گیا تو اس وقت مٹیابرج کی فضا مسموم ہوگئی تھی اور ہر شخص خود کو غیر محفوظ سمجھنے لگا تھا، اس وقت میں بڑی جدوجہد کی تھی اور کلکتہ کی چند مسلم جماعت کے نمائندوں اور ممتاز شخصیتوں پر مشتمل ایک وفد وزیر مغربی بنگال سری جیوتی باسو اور اسپیکر ہاشم عبدالحلیم سے اسمبلی میں اور رائٹرس بلڈنگ میں ملاقات کر کے انہیں مٹیابرج کی صورت حال سے آگاہ کیا اور سری جیوتی باسو کو سات مطالبات پر مشتمل ایک میمورنڈم پیش کیا تھا، سری جیوتی باسو نے فوراً ہدایتیں جاری کیں جس کے بعد مٹیابرج کے حالات اعتدال پر آنا شروع ہوگئے اور عوام کا خوف وہراس ختم ہوگیا۔

مہتہ مختار قتل کے بعد جب محرم کا مہینہ آیا تو کھاڑہ کے خلیفاؤں نے محرم نہ نکالنے کا فیصلہ کیا، اس وقت ڈپٹی کمشنر پولس (پورٹ ڈویژن) مسٹر ہانڈا نے ایک مشاورتی جلسہ طلب کیا، اس موقع پر میں مہتہ مختار قتل میں گرفتار دو خلیفہ جناب محفوظ اور محمد حسین چودھری نیز تمام بے قصور لوگوں کی رہائی کے لئے پولس کمشنر سے درخواست کی۔

۵ر ستمبر ۱۹۸۵ء کو باندہ بڑتلہ مٹیابرج میں ایک قدیم تعزیہ کو روکنے پر سنسنی پھیل گئی اور یہ کہا گیا کہ تعزیہ کا روٹ تبدیل کردیا جائے تو میں نے سختی سے مخالفت کی، آخر کار ۶ر ستمبر کو پولس کی نگرانی میں تعزیہ روایتی راستے سے گزرا۔

۱۹۷۹ء میں جمشید پور، ملیانہ، کا خونی فساد ۱۹۷۹ء کے بھاگلپور میں قتل عام کے موقع پر متاثرہ افراد کے لئے ریلیف فنڈ کا انتظام کیا، قدرتی آفات مرشدآباد کے سیلاب اور سونامی لہر طوفان میں متاثرین کے لئے ۶۶ ہزار ۷۸۶ روپے کی امدادی رقوم وزیر اعلیٰ

ریلیف فنڈ میں دی گئی۔ ''بویا پیڑ ببول'' نامی کتاب جسے ایک کمیونسٹ لیڈر نے لکھا تھا، اس کے خلاف سخت احتجاج کیا۔

بنگلور کے انگریزی اخبار ''دکن ہیرالڈ'' نے حضور ﷺ کے خلاف لکھا تو سخت احتجاج کیا، بابری مسجد اور مسلم پرسنلاء کے تحفظ کے لئے ترین سو تیرہ افراد پر مشتمل جو دستہ لکھنؤ میں گرفتار ہوا، ان میں سے ایک میں بھی تھا۔

سعودی حکومت نے قرآن پاک کا ترجمہ ''کنزالایمان'' پر پابندی عائد کی تھی اور گنبد خضراء کو ڈھک دینے کی یا انہدام کی تجویز پیش کی تو احباب کے ساتھ گورنر ہاؤس مغربی بنگال کا گھیراؤ کیا، اور میمورنڈم پیش کیا، امریکہ نے جب افغانستان اور عراق پر حملہ کیا تو ۱۹۹۱ء مین امریکن ایمبیسی کا گھیراؤ کیا، اور محمد علی پارک میں جلسہ کیا، اذان کے سلسلے مین جیوتی باسو سے ملاقات کر کے مسئلہ حل کیا، اور اسی سلسلہ میں وفد کے ساتھ بنگال کے گورنر اخلاق الرحمن قدوائی سے بھی ملاقات کی، دس برس تک مسلسل مٹیابرج ہائی سکنڈری اسکول کی صدارات کے فرائض انجام دئے، اور سخاوت بلڈنگ کی بازیابی کے لئے جدجہد رنگ لائی اور عمارت اسکول کے قبضے میں آئی۔

انگریزی اخبار The statesman کلکتہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خلاف مضمون لکھا تھا تو ایڈیٹر، نیوز ایڈیٹر سے مل کر بغیر کسی شور شرابا اور خون خرابی کے معافی نامہ شائع کیا، روزنامہ اخبار مشرق کلکتہ نے اپنے ایڈیٹوریل میں یہ لکھا کہ ''یہ پہلی بار کسی تنظیم کے کہنے پر The statesman نے معافی مانگی ہے''۔

دارالعلوم رضائے مصطفیٰ کے وارث نگر مٹیابرج میں چھ کٹھے زمین کی خریداری عمل میں لائی گئی، جہاں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے کا ارادہ ہے، سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے خلاف بھی احتجاجی جلسہ کیا، دس برسوں سے علماء اہلسنت کی تنظیم ''مجلس علماء اسلام مغربی بنگال'' کا سکریٹری جنرل ہوں، ۱۲ر مئی ۲۰۰۷ء کو ''سنی علماء کونسل'' مغربی

بنگال کی جانب سے سماجی، دینی، وملی خدمات کے صلے میں ''امام احمد رضا ایوارڈ'' اور تکریمی خطاب ''ممتاز العلماء'' سراز کیا گیا۔

سوال: اس سلگتے ہوئے اور بگڑتے ہوئے دور میں معاشرہ کو راہ راست پر لانے کے کوئی آسان طریقہ؟

جواب: معاشرہ کو سدھارنے کا سب سے آسان طریقہ اور سب سے بہتر نسخہ ''خود احتسابی'' ہے، اگر آپ معاشرہ سدھارنا چاہتے ہیں تو لوگوں کہیئے کہ ہر فرد صرف اپنے سدھار کی کوشش کرے، معاشرہ سدھر جائے گا۔

سوال: مسلمانوں کے لئے کوئی پیغام؟

جواب: میں ہندوستان بالخصوص مغربی بنگال میں مسلمانوں میں اتحاد کا پیغام دیتا ہوں۔

☆☆☆

نعتیہ کلام

نتیجۂ فکر: علامہ محمد قاسم علوی علیہ الرحمہ

مبارک ہو جہاں والوں کہ وہ مبارک ماہ تمام آیا — لئے اپنے جلو میں عام رحمت کا پیام آیا
اندھیرے کفر کے ڈستے تھے سب کو ناگ بن کر — اجالوں کا عصا لے کر اماموں کا امام آیا
فروغ جذبہ رحم و مروت ہی کی خاطر تو — خدا کا برگزیدہ اور غمخوار انام آیا
ازل ہی سے سکوں کے واسطے بیتاب تھی دنیا — کوئی جان چمن لے کر بہاروں کا پیام آیا
ترانہ سنج ہے بلبل صبا لہراتی پھرتی ہے — بہاریں رقص کرتی ہیں کہ وہ خیر الانام آیا
تمنا ہے کہ دربار شہنشاہ مدینہ میں — پکارا جائے یوں علوی غلام آیا غلام آیا

فارسی نعت شریف (۲)

گنہگارم گنہگارم اغثنی یارسول اللہ — شرمسارم شرمسارم **اغثنی** یارسول
گناہاں دیدہ می نالم اغثنی یارسول اللہ — پشیمانم پشیمانم اغثنی یارسول اللہ
سیہ کارم خطا کارم اغثنی یارسول اللہ — حبیبم جز نہ تو دارم اغثنی یارسول اللہ
گدایت بر در دولت خمیدہ سر شدہ حاضر — پناہ و لطف می خواہم اغثنی یارسول اللہ
ہزاراں گنہ من کردہ ہزاراں جرم کردہ ام — و بر لطف نگہ دارم اغثنی یارسول اللہ
سکون دل کجا رفتہ بلا جوید زدانستہ — پریشانم و حیرانم اغثنی یارسول اللہ
توئی ملجائے من ہستی توئی ماوائے من ہستی — توئی بس ساز و ساما نم اغثنی یارسول اللہ
کسے را جز نہ تو دانم کسے ہمدردنی دارم — کریما رحم بر جانم اغثنی یارسول اللہ
ندیما تو کجا ہستی بخواند خستہ جاں علوی — بیا اے جان درما نم اغثنی یارسول اللہ

بھوج پوری نعت شریف (۳)

چاروں اور اندھیارا پھیلیل تنکو اجیار نبی جی
پاپ کی ندیاں گہری ندیا کیسے ہوئی بے پار نبی

پل پل تہری آس لگل با سب کے کام اویاً
بیچ بھنور میں کشتی موری ڈوبی ناؤ ترق
کہاں ہیں مگرے جگ کے متوا ڈھونڈت ہے سنسار نبی جی
رات بھر ہمرے کا دن غار حرا میں رو ولین
امت کے بخشا دے کرتن رب سے وعدہ لیہ لین
جگ کے پیارے جگ سے نیارے رب کے اک اپہار نبی جی
بلبل کی چہکار چلی گے گندھ نہ رہی گے پھولن میں
بھنورا روئے نیر بہائے رس نہ رہی گے کلین میں
تڑپ تڑپ کے گلشن روئے ہم پہ کرا اپکار نبی جی
دیش دیش میں نگر نگر میں گلی گلی میں دیکھلیں
بگیا بگیا، گل بلبل میں کلی کلی میں دیکھلیں
نظر اٹھلیں جونی اودریاں تہری جے جے کار نبی جی
آشاؤں کے دیپ جلائے ڈھونڈھوں نگر مین توری
راہن میں ٹھگہارے بست ہین لے لیا خراب موری
علوی تہہ سے بنتی کرت ہے درشن دیا اک بار نبی جی
ایسن سندر مکھڑا ان کا چندر ر ما شرمائے
سندرتا کو لجا آئے روپ بھی سیس نوائے
دھرتی اور آکاش کرے ہے تم سے انوکھا پیار نبی جی
درد کی پروا آگ اگائے، جل برسائے بجھوا
من مان مورے جوت جگائے تہرے پریم کا پیرا
جیون ہمرا سپھل ہوئے جاتی دیکھی کو تہرا دوار نبی جی

نعت شریف (۴)

سلامت رہے تیرا دربار عالی ترے در کے منگتا نے جھولی سنبھالی

تمنا ہے یارب کہ اس زندگی میں نظر آئے مجھ کو سنہری وہ جالی

ملک پیش کرتے ہیں روضے پہ آکر سلاموں کا تحفہ درودوں کی ڈالی

مدینہ کے پر کیف منظر کے صدقے تصور نے جلووں کی جنت بسائی

وہ گلیاں جہاں ان کے نقش قدم ہیں انہیں چوم کر زندگی میں پائی

گناہوں کے مارے پیارے ہین دامن نگاہ کرم ہو دوعالم کے والی

ہے جرم ان کی الفت تو بیشک ہیں مجرم کہ ان پہ فدا ہو کے قسمت بنالی

پھر اس بار مجھ پر کرم کیجئے گا غریبوں کے داتا غلاموں کے والی

جہاں نام سرکار آیا ہے علوی وہیں پر جبین عقیدت جھکالی

نظم... گجرات کے مودی کے نام

خون کے دھبے پڑے ہیں دیکھ لے اپنی قبا میں
کتنی لاشیں بے کفن تھی تجھ کو کوئی غم نہ تھا
گونجتی تھی ہرطرف ،ہرسخت جب آہ و بکا
پانی پانی ہورہی تھی ہائے جب شرم و حیا
جن کے دامن کی ہوا سے چین تجھ کو بھی ملا
آج ان کو بھول بیٹھا ہے ارے او بے وفا
گرکسی نے خون ناحق کا لیا تجھ سے حساب
اے امیر کارواں دے گا بھلا تو کیا جواب
(آنے والا دور لے گا تجھ سے ہر پل کا حساب)

جرم تو کرتا ہے لیکن ماری جاتی ہے عوام
دل میں جب آتا ہے کروادیتا ہے تو قتل عام
تیری کارستانیوں سے ہیں پریشان خاص و
عام تو مسلمانوں میں مسلم ہندوں میں رام شام
نہ ہیں تیرا نام اکرم نہ ہی شوبھا رام نام
زندگی کی ہربرائی پہ لکھا ہے تیرا نام
تو مسلمان سے کہتا ہے کہ ہندو ہیں عذاب
اور ہندو کو بتاتا ہے مسلمان ہیں خراب
(آنے والا دور لے گا تجھ سے ہر پل کا حساب)

قوم کی لاشوں پہ تیرے قصر کی تعمیر ہے
تو بہت ہی مستند ہے قوم بے توقیر ہے
ٹکرے ٹکرے ہو وطن خفیہ یہی تدبیر ہے
کیسے ہاتھوں میں ہیں ملک کی تقدیر ہے

کیا مقدس خواب کی الٰہی اتنی بری تعبیر ہے
سرنگوں ہو نا ہے تجھ کو وقت کی تحریر ہے

آسماں پر اٹھایا قوم نے عالی جناب
اورتم رہتے ہو ان کے در پہ خانہ خراب
(آنے والا دور لے گا تجھ سے ہر پل کا حساب)

دوستوں کے واسطے یہ ملک ہے جنت نشاں
دشمنوں کے و اسطے بن جائے یہ آتش فشاں

یہ غریبوں، تاجداروں پہ یکساں مہرباں
ہرگھڑی،ہروقت اپنوں کے لئے جائے اماں

اس کی عزت اور عظمت پر لٹائی ہم جاں
اور غداران وطن کہتا ہے خود کو پاسباں

قوم کو رسوا کیا خود ہوگیا عزت مآب
ہر بدی سے پیار تجھ کونیکیاں سے اجتناب
(آنے والا دور لے گا تجھ سے ہر پل کا حساب)

یہ وطن، میرا وطن، تیرا وطن، سب کا وطن
اس چمن کے ذرے ذرے میں کتنا بانکپن

یہ سلامت ہے تو باقی ہے ہماری جان وتن
ایسا گلشن ہے کہ کھلتے ہیں گلاب و یاسمین

سبز ہزاروں، آبشاروں سے بھرا ہے یہ چمن
پیا ریں بھیگے ہوئے بجتے ہیں ہاں گنگ و جمن

اس کی مٹی میں جوخوشبو ہےنہیں اس کا جواب
ساری دنیا کے گلستانوں میں اعلیٰ انتخاب
(آنے والا دور لے گا تجھ سے ہر پل کا حساب)

☆☆☆

روشن جبیں کیف الاثر

کون کہتا ہے کہ اب ہم میں نہیں کیف الاثر
آج بھی دل میں بسے ہیں بالیقین کیف الاثر

محفل نعت و قصیدہ جب سجائی جائے گی
یاد آئیں گے بہت جنت نشیں کیف الاثر

دل کو چھو لیتا تھا اکثر ان کا انداز بیاں
ایسا لکھتے تھے کلام دلنشیں کیف الاثر

صرف احباب و اقرباہی نہیں محزون ہیں
غم زدہ ہیں آپ کے سب ہم نشیں کیف الاثر

تجھ سے محفل میں تھی رونق اور اب تیرے بغیر
مجلس شعر و ادب اندوہگیں کیف الاثر

دیکھتا ہوں آج ان کو بھی تمہارا مدح خواں
زندگی میں تھے کبھی جو چیں بہ چیں کیف الاثر

نائب حسان بن ثابت سی تھی تیری زندگی
عاشق خیر الوریٰ روشن جبیں کیف الاثر

مدح خوان سرور کونین ہیں علوی بہت
ہاں مگر تجھ سا کوئی دیکھا نہیں کیف الاثر

منقبت درشان علامہ عزیز اللہ مظہری

ٹوٹی ہی نہیں آنسوؤں کی لڑی — دکھ کسی کا بھی ان سے نہ دیکھا گیا
سوئے جنت روانہ ہوئے مظہری — ایسے تھے مظہری ،جان تیغ علی
موسم وصل نے دل کو تڑپا دیا — قابل رشک تھی ان کی ہر اک ادا
محفل عشق زیر و زبر ہوگئی — بھولتی ہی نہیں بات کی نغمگی
حرز جاں کرلیا منھ سے جو کہہ دیا — زندگی وقف تھی بہر دین خدا
ان کے کردار میں ایسی تھی پختگی — ان سے مٹتی رہی دہر کی تیرگی
پھر سے اک بار مجلس کو دیں زندگی — رکھ کے سجدہ میں سرتج دیا زندگی
مجھ سے کہنے لگے یار علویؔ! چلو — زاہد بے ریا، عاشق مصطفیٰ!

مادۂ تاریخ وصال

ہونٹ سے، بس، گلابوں کا چھڑکاؤ تھا — گفتگو علم دیں کی اگر چھڑ گئی
ان کی تاریخ ہجری بھی علوی کہو — حال دل ہے زبوں، شام غم آگئی
چلدئے سوئے حق وائے وہ مظہری — الوداع مظہری ، الوداع مظہری

سن وصال عیسوی..........اے پیکر صداقت مظہری......۱۹۹۳ء

سن وصال ہجری..........سوئے حق وائے وہ مظہری.....۱۴۱۴ھ

قطعات

تجھ سے سب ہے یہاں لاالہ الا اللہ
بنائے کون و مکاں لا الہ الا اللہ
عیاں میں تو ہے نہاں لا الہ الا اللہ
نہاں میں بھی ہے عیاں لا الہ الا اللہ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

تحریک نہج الاسلام۔شیب پور، ہوڑ

صوبہ بنگال کی عبقری شخصیت ممتاز العلما حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قاسم علوی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز بنام ''علامہ محمد قاسم علوی......شخص وعکس'' کی اشاعت پر ''تحریک نہج الاسلام، ہوڑہ'' دل کی عمیق گہرائیوں سے بنگال کی اہلسنت و جماعت عظیم اسلامی تنظیم ''مجلس علما اسلام بنگال'' کومبارباد پیش کرتی ہے۔

خلد بریں کے مکیں علامہ محمد قاسم علوی

میرے ممدوح مکرم ممتاز العلما حضرت علامہ محمد قاسم علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقیناً بے بدل انسان تھے، بڑے بڑے صاحبان اقتدار وثروت ان کے سامنے مرعوب نظر آتے تھے، انہوں نے دین ومسلک کا بڑا نمایاں کام کیا ہے، ان کی رحلت جماعت اہلسنت کے لئے ناقابل تلافی خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو غریق رحمت کرے اور ان کے دینی وملی خدمات کو قبول فرمائے (آمین)

مجلس کو داغ مفارقت دے گئے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

زمانہ غم میں ڈوبا ہوا ہے، ہمارے درمیان سے ایک ایسا اسلامی انقلابی رہنما رخصت ہوگیا ہے، جن کی دنیا عرصہ تک کمی کا احساس کرے گی، جن کی قیادت بے لوث نے جماعت اہلسنت کو دشمنان رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے دفاعی صورت کے ایسے ایسے نقطے دیے ہیں، اگر ہم نے انہیں نقوش حیات بنا لیا، تو کامیابی ہمارے قدم چومتی نظر آئے گی۔

مجلس ہمارے قائد کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ان کے کارنامے کو صفحات قرطاس پر محفوظ کر کے ایک نئی تاریخ مرتب کرنے جارہی ہے، اللہ رب العزت ہمارے قائد کا کوئی نعم البدل عطا فرمائے (آمین)

فنا کے بعد باقی ہے شان رہبری تیری

لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، لیکن اس دھرتی پر کچھ ایسے بھی نفوس قدسیہ نے آنکھیں کھولی ہیں، جنہوں نے اپنی تاریخ خود رقم کی ہے اور ان کے صبح و مساء رہتی دنیا تک مشعل راہ ثابت ہوتی ہے، انہیں میں جماعت اہلسنت کی بنگال کی عظیم المرتبت شخصیت نباض قوم و ملت حضرت علامہ الحاج محمد قاسم علوی علیہ الرحمہ کی ذات ستودی صفات ہے، جو آج ہمارے درمیان نہیں ہے، لیکن ان کے طے شدہ خطوط آج بھی ہمارے لئے ایک رہنما اصول کی حیثیت ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر رحمت کی افشانی کرے اور مجلس کے اس پیشکش کو قبول فرمائے (آمین)

محمد سخاوت حسین برکاتی ضیائی

ناظم اعلیٰ دارالعلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ

ممبر مجلس مشاورت مجلس علما اسلام بنگال

دارالعلوم غوثیہ رضویہ

متعلقہ جناتی مسجد، پیل خانہ، ہوڑہ

بحمداللہ تعالیٰ بنگال کی سرزمین پر اہلسنت و جماعت کے سینکڑوں ادارے دین وسنیت کی اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لئے روز وشب کوشاں ہیں، انہیں اداروں میں ایک متحرک و فعال ادارہ ''دارالعلوم غوثیہ رضویہ'' متعلقہ جناتی مسجد، ہوڑہ بھی ہے، جس کا سنگ بنیاد خلیفہ تاج الشریعہ ممتاز الاساتذہ حضرت علامہ الشاہ ابوالکلام احسن القادری صاحب قبلہ کے ہاتھوں ۲۰۰۳ء میں رکھا گیا تھا۔ اس مختصر مگر آزمائشوں سے بھر پور مدت میں حضرت علامہ مولانا محمد سمیع الدین قادری رضوی ضیائی صاحب قبلہ کی قیادت وصدارت میں ادارہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں کہ عوام وخواص پوری فراخدلی کے ساتھ دارالعلوم کی خدمات تحسین آفریں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے۔

حضرت علامہ سمیع الدین رضوی صاحب قبلہ، جن کی کاوشوں کی بدولت یہ ادارہ وجود میں آیا، جگہ کی قلت کے سبب علامہ موصوف نے اراکین کے تعاون سے ادارہ ہی کا الحاق جناتی مسجد سے کردیا اور سعی پیہم کی بدولت ادارے کو اس مقام تک پہنچایا کہ قلیل مدت میں ہی اس ادارہ کا نام جلی حرفوں میں لکھا جانے لگا اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا، دعاء ہے کہ مولیٰ تعالیٰ دارالعلوم غوثیہ رضویہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے (آمین)

توحید رضا رضوی

خادم دارالعلوم غوثیہ رضویہ

فیل خانہ، ہوڑہ

قائم شدہ ۲۰۰۳ — رجسٹرڈ نمبر: 02502

امام اعظم ابو حنیفہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

الحمد للہ! امام اعظم ابو حنیفہ ٹرسٹ ۲۰۰۳ء سے دینی، ملی اور قومی خدمات انجام دیتا آرہا ہے، مثلاً غریب بچیوں کی شادی میں حصہ لینا، غریب عوام اور دینی مدارس میں پڑھنے والے غریب طلبہ کے علاج و معالجہ میں حصہ لینا، بیوہ عورتوں کو ماہانہ وظیفہ دینا، بالخصوص ایسے لوگوں کی مدد کرنا جو لوگ ضرورت مند ہوتے ہوئے اپنی ضرورت کو شرم کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتے ہیں۔

لہذا! تمامی حضرات سے گزارش ہے کہ زکاۃ / فطرہ / صدقات / عطیات اور چرم قربانی کے ذریعہ تعاون فرما کر سعادت دارین حاصل کریں اور اپنی یا اپنے مرحومین کی جانب سے ممبر شپ (ماہانہ رقم ۔۵۰/ روپے) قبول فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

العارض: محمد فیض عالم رضوی مصباحی (خطیب و امام لال مسجد، خضوپور موڑ، کولکاتا:23)

صدر: امام اعظم ابو حنیفہ ٹرسٹ........9903455855 وممبر: مجلس مشاورت مجلس علما اسلام بنگال

سکریٹری: محمد راشد رضوی.... 9 8 8 3 1 5 7 7 9 4۔ خزانچی: محمد شرف الدین (سوبوز)...9836663671

IMAM AZAM ABU.HANIFA TRUST REGD

SBI A/C NO;32192897692------IFS CODE; SBIN000 1996

76,DR'SUDHIR BASU ROAD 4th FLOOR KOLKATA;23

EMAIL;iaat02502@gmail.com........www.imamazam.com

علامہ قاسم علوی پر تاریخی دستاویز

جماعت اہلسنت بنگال کی عظیم فعال اور متحرک تنظیم "مجلس علما اسلام بنگال" کی انتھک کوششوں سے ہمارے بنگال کی ایک عظیم قائد ممتاز العلما حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قاسم علوی صاحب علیہ الرحمہ کی آفاقی شخصیت پر ایک تاریخی دستاویز بنام "علامہ محمد قاسم علوی...... شخص وعکس" ان کے عرس چہلم کے مبارک موقع پر اشاعت پذیر ہونے جارہی ہے۔

گدائے رضوی اپنے مرشد برحق حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری رضوی بریلوی مدظلہ العالی (قاضی القضاۃ فی الھند، بریلی شریف) کے توسل سے بارگاہ رب العزت میں دعاء گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ موصوف علیہ الرحمہ کو کروٹ کروٹ جنت کی بہاریں عطا فرمائے (آمین)

دعاء گو: محمد خورشید رضوی، جنرل سکریٹری مسجد الفردوس برجونالہ

Z3/103/1,MOJAHID-E-MILLAT NAGAR,

DR.A.K.ROAD,KOLKATA:700044

میں انہیں کیسے بھولوں

وہ ایک عظیم انسان تھے، اخلاق کے عظیم پیکر تھے، اپنوں کے حق میں مہربان اور دشمنان اسلام کے حق میں شمشیر براں تھے، اتحاد سنیت کے عظیم علمبردار اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بہترین ترجمان تھے۔ ان کی ایک ادا ہمیں ایسی بھا گئی کہ وہ اس قدر عقل وشعور کے شہنشاہ تھے کہ مشکل سے مشکل میں قوت فیصلہ کو بروئے کار لاتے تھے یہ وہ عظیم جوہر ان میں تھا جسے میں زندگی بھر بھول نہیں سکتا، اس کی مثالیں اس کتاب میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محبت رسول کا یہ عظیم صدقہ انہیں عطا فرمایا تھا۔

بارگاہ خداوند قدوس میں یہی عریضہ ہے کہ انہوں نے جس قدر جماعت اہلسنت کی بقا کے لئے جو کچھ بھی کام کیا ہے، مولیٰ تعالیٰ ان اعمال صالحہ کے صدقہ میں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)
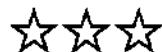
علامہ قاسم علوی علیہ الرحمہ

تعلیمات تصوف کے عظیم رہنما تھے

حضرت مولانا محمد قاسم علوی صاحب علیہ الرحمہ کا ہماری خانقاہ مجیدیہ، دربار شریف، باسو پٹی ضلع ہگلی سے دیرینہ تعلقات تھے، میں نے جب پہلی مرتبہ آل بنگال سنی حنفی جماعت کے بینر تلے ''آل بنگال حنفی کانفرنس'' بدم تلی ٹیا برج کلکتہ میں انعقاد کیا تھا تو آپ نے بہترین مشوروں سے نوازا اور ہر ممکن تعاون کا وعدہ کیا تھا، ہمارے پدر بزرگوار حضرت پیر طریقت رہبر شریعت علامہ الحاج سید الشاہ احسن الاسلام قادری مجیدی صاحب قبلہ (سجادہ نشیں خانقاہ مجیدیہ، دربار شریف، بانسوپٹی) حضرت علامہ علوی صاحب کی ذات سے بہت متاثر ان کی دینی خدمات اور تشہیر حنفیت کی وجہ سے تھے اور پھر میں بھی ان کا اسیر ہو گیا، ان کی رحلت جماعت اہلسنت حنفی جماعت کے لئے عظیم خسارہ ہے، جس کی تلافی بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کریں (آمین)

(مولانا) سید تفہیم الاسلام قادری مجیدی
نائب سجادہ نشیں خانقاہ قادریہ مجیدیہ، دربار شریف، بانسوپٹی
جنرل سکریٹری آل بنگال سنی حنفی جماعت
ممبر مجلس علما اسلام بنگال

آہ معمار ملت

ممتاز العلماء حضرت الحاج مولانا قاسم علوی علیہ الرحمہ کی رحلت خصوصاً مسلمانان بنگال کے لئے ایک عظیم صدمۂ جانکاہ ہے اس لئے کہ اس عظیم قائد نے اپنی زندگی کی صبح وشام قوم وملت کے وقف کر دیا تھا اور ملت کے فلاح و بہبود کے غم میں ہمہ دم کوشاں رہتے اب یہ نا قابل تلافی نقصان ہے جس کا ازالہ رب کے ہی فضل وکرم پر موقوف ہے۔ رب قدیر ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور حضرت کو جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین

سوگواران: (مولانا) زین الدین شمسی سربراہ اعلیٰ و جملہ اراکین

مدرسہ فیض الاسلام کمرہٹی، کولکاتا ۵۸،

Mob. No.: 9830414166

آہ ممتاز العلماء

ممتاز العلماء حضرت الحاج مولانا قاسم علوی علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر بجلی بن کے چمکی۔ ہر طرف غم وآلام کے بادل چھا گئے چونکہ وہ ملت کا مخلص ترجمان اور مسلک اہل سنت کا پاسبان تھے ان کی ذات صرف عوام ہی کے لئے نہیں بلکہ خواص کی امید گاہ تھی۔ وہ نیک سیرت، نیک صورت، دین پرور، علم پرور، علماء نواز، مہمان نواز، خلق ومروت، شفقت ورافت کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ خداوند کریم انکے مرقد پر رحمت ونور کی بارشیں برسائے۔ آمین

سوگواران: اسیران رضا

محمد تنویر المصطفیٰ رضوی، محمد توقیر المصطفیٰ رضوی، محمد ریحان المصطفیٰ رضوی

رضا اکیڈمی کولکاتا

65/1، داسو بابو لکان کمرہٹی، کولکاتا ۵۸

۲۵ رکولوٹولہ اسٹریٹ، کولکاتا ۷۳

Mob. No.: 9748792456, 9339899953

اراکین مجلس مشاورت مجلس علما اسلام بنگال

نام	مقام
☆ حضرت مولانا غلام آسی رضوی مصباحی	چیئرمین
☆ حضرت مولانا سخاوت حسین برکاتی ضیائی	ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ
☆ حضرت مولانا شبیر ملک مصباحی	روانڈا اسٹریٹ
☆ حضرت مولانا مشاہد حسین رضوی	رپن اسٹریٹ
☆ حضرت مولانا سرفراز احمد مصباحی	شیب پور ہوڑہ
☆ حضرت مفتی محمد افضل حسین رضوی مصباحی	نارکل ڈانگہ
☆ حضرت مولانا فہیم نظامی مصباحی	خضر پور
☆ حضرت مولانا قمر الدین رضوی مصباحی	توپسیا
☆ حضرت مولانا جاوید اختر رضوی ضیائی	چاندنی
☆ حضرت مولانا یوسف رضوی ضیائی	مٹیا برج
☆ حضرت مولانا روشن ضمیر رضوی بنارسی	بیلگھیا
☆ حضرت مولانا فیض احمد رضوی مصباحی	خضر پور
☆ حضرت مولانا غلام ربانی فریدی ضیائی	پیل خانہ ہوڑہ
☆ حضرت مولانا رضوان برکاتی ضیائی	سیالدہ
☆ حضرت حافظ بغداد علی قادری	کاشی پور
☆ حضرت مولانا مشرف حسین رضوی ضیائی	توپسیا
☆ حضرت مولانا محمد شاہد القادری	گارڈن ریچ مٹیا برج
☆ حضرت قاری محمد افتخار حسین رضوی اعظمی	ولی اللہ لین
☆ مولانا سمیع الدین رضوی ضیائی	پیل خانہ ہوڑہ
☆ حضرت مولانا جمیل الرحمٰن رضوی مصباحی	کچھوا

مجلس کے اغراض و مقاصد

مجلس علما اسلام بنگال اہلسنت و جماعت کی صوبہ بنگال میں ایک نمائندہ تنظیم ہے جو حسب ذیل اغراض و مقاصد کے تحت اقدام کرے گی:۔

☆ مجلس عقائد حقہ جس کی ترجمانی صحابہ کرام کی مقدس جماعت، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کا باوقار گروہ، سلف صالحین بالخصوص سیدنا غوث اعظم، خواجہ غریب نواز، نظام الدین اولیاء، صابر کلیری، مخدوم سمناں سید اشرف جہانگیر کچھوچھوی، مجدد الف ثانی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی، سید شاہ آل رسول مارہروی اور امام احمد رضا محدث بریلوی علیہم الرحمہ نے اپنی کتابوں میں کی ہے، اس کی ترویج و اشاعت۔

☆ اسلامی اور عصری تعلیم و تربیت کا نظم و نسق، دارالافتاوالقضاء کا قیام۔

☆ آفات سماوی سے نبرد آزما لوگوں کی امداد اور بازآبادکاریاں کے لئے معقول بندوبست۔

☆ نمائندہ تنظیم ہونے کی بنیاد پر اہلسنت و جماعت کی بنگال میں تنظیموں کی نگرانی اور وقت دگرگوں باہمی تعاون۔

☆ بنگال میں سنی اوقاف کی حفاظت کے لئے سرگرداں رہنا اور اہل سنت کی مساجد، خانقاہیں، قبرستان، مدارس اسلامیہ اور مزارات مقدسہ کا تحفظ کرنا۔

☆ اسلامی قوانین میں بے جا دخلت کرنے والوں کے لئے دندان شکن جواب دینا۔

☆ علماء اہلسنت و جماعت کی شیرازہ بندی کے لئے کوشاں رہنا۔

☆ مجلس اپنے ملک ہندوستان کے تحفظ و بقا کے لئے سینہ سپر رہے گی۔

لائحہ عمل

☆ مجلس ہر سال بنگال کے کسی ایک ضلع میں اپنا سالانہ نمائندہ اجلاس کرے گی۔

☆ مقدس تاریخوں میں اسلاف کرام کی سیرت و کردار سے آگاہ کرے گی۔

☆ گاہ بگاہ ضرورت کے تحت کتابچہ اور ہینڈ بل تقسیم کرے گی۔

☆ قرآن وسنت کے پیغام کو عام کرنے کے لئے مجلس اپنے وفود کو اضلاع کے مختلف علاقوں میں روانہ کرے گی۔

☆ اصلاح عقائد اور اصلاح معاشرہ مجلس کا خاص موضوع ہوا کرے گا۔

Printed by Raza Academy & Offset Kolkata, Mob.9748792456, 9339899953